إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا يَهْدِي إِلَى الرُّشْدِ

تفسیر القرآن العظیم

www.KitaboSunnat.com

قرآناً عجباً

مختصر سوال و جواب کی صورت میں

وَالْمُحْصَنٰتُ -5

نگہت ہاشمی

النور
ALNOOR-PUBLICATIONS

إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا عَجَبًا يَّهْدِيْ إِلَى الرُّشْدِ

تفسیر القرآن العظیم

مختصر سوال و جواب کی صورت میں

وَالْمُحْصَنٰتُ -5

نگہت ہاشمی

AL-NOOR-PUBLICATIONS
النور

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق بحق ادارہ محفوظ ہیں

نام کتاب : قُرْآنًا عَجَبًا (پارہ: 5)

مصنفہ : نگہت ہاشمی

طبع اول : مئی 2020ء

طبع دوم : نومبر 2021

طبع سوم : نومبر 2023

تعداد : 1100

ناشر : النور انٹرنیشنل

لاہور : 59-C2، فیروز پور لنک روڈ، لاہور

فون نمبر : 0336-4033045, 042-37500049, 042-37500048

کراچی : گراؤنڈ فلور کراچی بیچ ریزیڈنسی نزد بلاول ہاؤس، کلفٹن بلاک III، کراچی

فون نمبر : 0336-4033034 - 021-35292341-42

فیصل آباد : 121-A فیصل ٹاؤن، ویسٹ کینال روڈ، فیصل آباد

فون نمبر : 03364033050, 041-8759191

ای میل : sales@alnoorpk.com

ویب سائٹ: www.alnoorpk.com

فیس بک : Nighat Hashmi, Alnoor International

پرنٹنگ اینڈ ڈیزائننگ

دارالسلام قرآن پرنٹنگ کمپلیکس، کوٹ عبدالمالک انٹرچینج، لاہور

+92-321-8484569 | +92-300-1001345

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عرض ناشر

الحمدلله رب العلمين والصلاة والسلام على النبي الكريم وعلى آله وصحبه أجمعين.

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے اور بہترین انجام متقین کے لیے ہے۔ قارئین کرام! ہمیں جو زندگی عطا کی گئی وہ نہایت مختصر ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے: ؎ آ کے بیٹھے بھی نہ تھے کہ نکالے بھی گئے

دلی تمنا ہے کہ زندگی گزارنے کی جو مہلت ملی ہے، اس میں ایسا کام کر جاؤں کہ جب اس جہان سے چلی جاؤں، اگلی زندگی کے انتظار میں قبر میں رکھ دی جاؤں تو میری کتابِ زندگی، میرا نامہ اعمال بند نہ ہو، ایسی نیکیوں کے لیے کھلا رہے جو باقی رہنے والی زندگی کے کام آئیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: «أَحَبُّ النَّاسِ إِلَى اللهِ أَنْفَعُهُمْ لِلنَّاسِ»
''لوگوں میں سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ وہ ہے جو لوگوں کے لیے نفع مند ہو۔'' (سلسلہ احادیث صحیحہ: 906)

دنیا کا سب سے قیمتی علم ''قرآن مجید'' کا ہے۔ فرمانِ نبوی ہے: «خَيْرُكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ»
''تم میں سے سب سے بہترین وہ ہے جو قرآن مجید کو خود سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔'' (صحیح البخاری: 5027)

معلوم ہوا کہ قرآن مجید کو سیکھنے اور سکھانے سے بڑھ کر کوئی نیکی نہیں اور سب سے بڑا تعاون ''طالب علم'' کے لیے آسانیاں پیدا کرنا ہے۔ جدید دور کے تقاضوں کے مطابق قرآن مجید کی تفسیر کو عام فہم انداز میں پیش کرنا نہایت ضروری ہے۔ جہاں آسان الفاظ کا انتخاب ضروری ہے، وہیں اس کے مضامین کو عام فہم اسلوب میں پیش کرنا بھی ضروری ہے۔

تفسیر «قرآنًا عجبًا» میں سوال و جواب کے انداز میں ایسے نکات پر روشنی ڈالی گئی ہے جن پر غور و فکر کرنے کی ضرورت ہے۔ اس تفسیر میں سوال اٹھا کر اور جواب کو سادگی کے ساتھ مختلف نکات میں بانٹ کر جو آسانی پیدا کر دی گئی ہے اس کی وجہ سے معزز قارئین کے لیے قرآن مجید کو سیکھنے اور سکھانے میں سہولت پیدا ہو گی۔ وللہ الحمد!

اللہ تعالیٰ کا پیغام «قرآنًا عجبًا» کی صورت میں ''گھر گھر تک، دنیا بھر تک'' پہنچانا چاہتے ہیں اور اجر کی امید بھی اسی سے رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی رسی ''قرآن مجید'' کو ہر ہاتھ میں تھمانا چاہتے ہیں جس کا ایک سرا بندے کے ہاتھ میں اور دوسرا سرا ہمارے ''رب'' کے ہاتھ میں ہے۔ کیا آپ اللہ تعالیٰ کی رسی کو خود تھام کر دوسروں کو نہیں تھمائیں گے؟

قرآن سیکھیں ـــــ دوسروں کو سکھائیں خود پڑھیں ـــــ دوسروں کو پڑھوائیں

ایک آیت روزانہ گھر والوں میں بیٹھ کر، کسی آفس میں، کسی بھی مقام پر پڑھنا مشکل نہیں۔ ذوق ہو تو زیادہ بھی پڑھ سکتے ہیں۔ آیئے! بے مثال زندگی کے لیے آج ہی سے اس کا آغاز کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

دعاؤں کی طلب گار: فائزہ خان (مینیجنگ ڈائریکٹر النور پبلیکیشنز)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

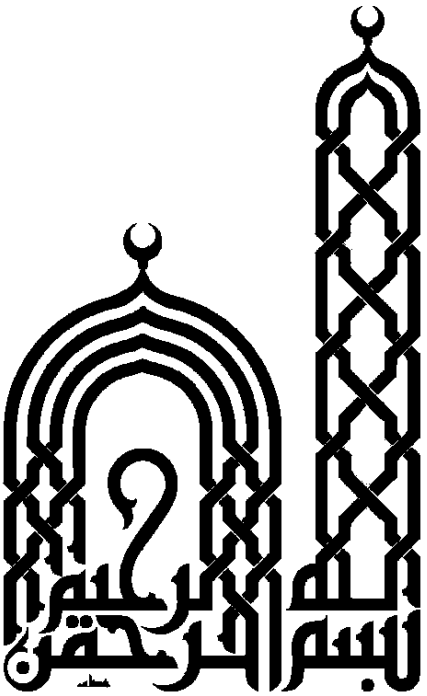

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۚ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۚ

''اور شوہر والی عورتیں (بھی حرام کی گئی ہیں) مگر وہ (لونڈیاں) جن کے تمہارے دائیں ہاتھ مالک ہوں، یہ تم پر اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے

وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ۭ

اور ان کے علاوہ تمہارے لیے سب عورتیں حلال کر دی گئی ہیں یہ کہ تم اپنے مالوں کے بدلے میں طلب کرو اس حال میں کہ نکاح

فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ۭ وَلَا جُنَاحَ

میں لانے والے ہو نہ کہ بدکاری کرنے والے ہو پھر ان میں سے جن عورتوں سے تم فائدہ اٹھاؤ ان کو ان کے مقررہ مہر دے دو اور تم

عَلَيْكُمْ فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

پر کوئی گناہ نہیں اس میں جس پر تم مہر مقرر ہونے کے بعد باہم رضامند ہو جاؤ یقیناً اللہ تعالیٰ

كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا﴾

ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے'' (24)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کے دن ایک لشکر کو اوطاس کی طرف بھیجا۔ ان کی دشمن سے مڈبھیڑ ہوئی اور ان کو قتل کیا اور ان پر صحابہ رضی اللہ عنہم نے غلبہ حاصل کیا اور انہوں نے کافر عورتوں کو قیدی بنایا۔ اصحاب رسول رضی اللہ عنہم میں سے بعض لوگوں نے ان سے صحبت کرنے کو اچھا نہ سمجھا اس لیے کہ ان کے مشرک شوہر موجود تھے، تو اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں یہ آیت نازل فرمائی ﴿وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ﴾ ''اور شوہر والی عورتیں (بھی حرام کی گئی ہیں) مگر وہ (لونڈیاں) جن کے تمہارے دائیں ہاتھ مالک ہوں'' یعنی وہ تمہارے لیے حلال ہیں جب ان کی عدت پوری ہو جائے۔ (صحیح مسلم: 3608)

سوال 2: شوہر والی عورتیں بھی حرام ہیں الا یہ کہ لونڈیوں کے طور پر ملکیت میں آ جائیں، اس کی وضاحت ﴿وَّالْمُحْصَنٰتُ... عَلَيْكُمْ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ﴾ ''اور شوہر والی عورتیں (بھی حرام کی گئی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں) مگر وہ (لونڈیاں) جن کے تمہارے دائیں ہاتھ مالک ہوں'' یعنی اجنبی عورتوں میں سے شوہر والی، شادی شدہ عورتیں تو تم پر حرام ہیں مگر وہ جو اسیر ہو کر لونڈیوں کے طور پر تمہاری ملکیت میں آ گئی ہوں تو استبرائے رحم (ایک حیض) کے بعد تمہارے لیے ان سے مباشرت کرنا حلال ہے۔ یہ آیت کریمہ اسی کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (المصباح المنیر: 76/2)

(2) لونڈیوں سے تمتع ایک رخصت ہے حکم نہیں ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اس نے ایسی اجازت دی ہے کیونکہ جہاد اور اس میں عورتوں کی گرفتاری ایسی چیز ہے جس سے مفر نہیں اور ایسا بھی عین ممکن ہے کہ جنگ کے بعد تبادلہ یا اور کوئی باعزت حل نہ نکل سکے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اسے کلیتاً حرام قرار نہیں دیا۔ (تیسیر القرآن: 380/1)

(3) اسلامی معاشرے میں چونکہ مشرک ہونے کی وجہ سے ان خواتین سے نکاح جائز نہیں ہے، نہ انہیں زبردستی اسلام میں داخل کیا جا سکتا ہے، نہ غیر قانونی طور پر ان کی فطری ضروریات کو پورا کرنے کی اجازت ہے کیونکہ اس سے گندگی پھیلتی ہے اور پورا اسلامی معاشرہ بے حیائی میں مبتلا ہو جاتا ہے، اس لیے اسلام کافر عورت کو کسی مسلمان کی ملکیت میں دے دیتا ہے۔ اس طرح اپنے دشمن کے ملک میں ہونے کے باوجود ایسی عورتوں کو مرد کا تحفظ مل جاتا ہے اور نارمل زندگی گزارنے کا موقع مل جاتا ہے یہی ان کے لیے واحد حل ہے۔

(4) لونڈیوں کے ساتھ اچھا معاملہ کرنے اور آزاد کر کے ان سے نکاح کرنے کا ثواب ہے۔ سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص کے پاس کوئی لونڈی ہو اور وہ اس کی اچھی پرورش کرے اور اس کے ساتھ اچھا معاملہ کرے پھر اسے آزاد کر کے اس سے نکاح کر لے تو اس کو دوہرا ثواب ملے گا۔'' (صحیح بخاری: 2544) (5) ﴿كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ﴾ ''یہ تم پر اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے'' یعنی یہ اللہ تعالیٰ کا قانون ہے جس کی پابندی تم پر لازم ہے۔ اس کے قانون کی پابندی کرو اور اس کی حدود سے تجاوز نہ کرو۔ اسلامی قانون کا اصل الاصول اللہ تعالیٰ کا امر، اس کی اجازت ہے۔

سوال 3: جو اجنبی عورتیں شادی شدہ ہوں گی ان سے شادی کب حرام ہو گی؟

جواب: جو اجنبی عورتیں شادی شدہ ہوں گی ان سے شادی حرام ہو گی جب تک کہ ان کے پہلے شوہر طلاق نہ دے دیں یا وہ مر نہ جائیں اور وہ عورتیں طلاق یا وفات کی عدت نہ گزار لیں چاہے وہ عورتیں آزاد ہوں یا لونڈی غلام اور چاہے مسلمان ہوں یا کتابیہ، ان سے شادی حرام ہو گی۔ تاکہ دو مردوں کا نطفہ مل کر بچے کا نسب ضائع نہ ہو جائے۔ (تیسیر الرحمٰن: 252/1)

سوال 4: کافر عورتیں جو جنگ میں قید ہو کر آئیں اگر ان کا مسلمان معاشرے میں رہنا ناگزیر ہو جائے تو اسلام ان کے لیے کیا طریقہ کار اختیار کرتا ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: کافر عورتیں جو جنگ میں قید ہو کر آئیں اگر ان کا مسلمان معاشرے میں رہنا ناگزیر ہو جائے تو اسلام ان کو کسی مسلمان کی ملکیت میں دے دیتا ہے تا کہ (1) وہ ان کے کھانے پینے کا مناسب انتظام کریں۔

(2) ان کی فطری ضروریات کو قانونی طریقے سے پورا کیا جائے یعنی ان میں سے ہر عورت کو کسی مرد کی ملکیت میں دے دیا جائے۔ (3) حالت شرک میں ہونے کے باجود ان سے مجامعت کی اجازت ہے لیکن ان کے رحم کی پاکیزگی کا اہتمام کیا جائے۔

سوال 5: کن عورتوں سے نکاح جائز ہے، اس کی وضاحت ﴿وَاُحِلَّ ... مُسٰفِحِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ﴾ ''اور ان کے علاوہ تمہارے لیے سب عورتیں حلال کر دی گئی ہیں'' یعنی محرمات کے علاوہ تمام عورتوں سے نکاح جائز ہے۔ خاندان کی تشکیل کے لیے مرد اور عورت نکاح کے ذریعے خوشی حاصل کریں۔ نکاح فطری تقاضا ہے اس کو پورا کریں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''دو محبت کرنے والوں کے لیے نکاح جیسی (مؤثر) کوئی چیز نہیں دیکھی گئی۔'' (ابن ماجہ: 1847)

(2) ہر وہ عورت جس کا ذکر اس آیت کریمہ میں نہیں ہے، وہ حلال ہے۔ حرام محدود ہے اور حلال لامحدود اور غیر محصور ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا بندوں پر لطف و کرم، اس کی رحمت اور ان کے لیے اس کی عطا کردہ آسانی ہے۔ (تفسیر سعدی)

(3) ﴿اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ﴾ ''یہ کہ تم اپنے مالوں کے بدلے میں طلب کرو'' اموال کے ذریعے حاصل کرنے سے مراد ہے کہ مہر مقرر کر کے عورت سے نکاح کیا جائے۔

(4) ﴿مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ﴾ ''اس حال میں کہ نکاح میں لانے والے ہو نہ کہ بدکاری کرنے والے ہو'' میں یہ ارشاد فرمایا کہ مالوں کے ذریعے جو عورتیں تلاش کی جائیں اس سے عفت و عصمت کو باقی رکھنا اور پاک دامن رہنا مقصود ہو محض شہوت رانی پیش نظر نہ ہو۔ مومن کے نکاح کا مقصد (i) تکثیر نسل (ii) نفس و نظر کی حفاظت (iii) عفت و عصمت کے ساتھ زندگی گزارنا ہے۔ (انوار البیان: 1/647)

سوال 6: نکاح کے لیے کیا شرائط عائد کی گئی ہیں؟

جواب: ایک مسلمان مرد عقدِ زواج کی قیود کو ملحوظ رکھتے ہوئے بیک وقت ایک سے چار تک شادیاں کر سکتا ہے مگر چار شرطوں کے ساتھ۔ (1) پہلی شرط ایجاب و قبول ہے یعنی طلب جو ہمیں ﴿اَنْ تَبْتَغُوْا﴾ سے پتہ چلتا ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بیوہ عورت کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر نہ کیا جائے اور نہ باکرہ کا نکاح کیا جائے یہاں تک کہ اس سے اجازت لے لی جائے۔'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اس کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اجازت کیسے ہوگی؟آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ خاموش ہوجائے۔'' (صحیح مسلم:3473) (2) دوسری شرط مال ہے یعنی مہر ادا کرنا ہے۔(3) تیسری شرط یہ ہے کہ شادی کی قید میں لانا مقصود ہو صرف شہوت رانی غرض نہ ہو جیسے زنا یا متعہ میں ہوتا ہے جو چند گھنٹوں یا مقررہ مدت تک کے لیے ہوتا ہے یا حلالہ جس کا مقصد عورت کو نکاح کی قید میں مستقل طور پر رکھنا مطلوب نہیں ہوتا۔ (4) چوتھی شرط یہ ہے کہ چھپی یاری دوستی نہ ہو بلکہ گواہوں کی موجودگی میں نکاح ہو۔سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ولی کی اجازت اور دو عادل گواہوں کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔'' (بیہقی،صحیح الجامع:7557) محمد بن حاطب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''حلال اور حرام نکاح کی تمیز آواز اور دف سے ہوتی ہے۔'' (سنن نسائی:3371)

سوال 7: مہر ادا کرنا فرض ہے،اس کی وضاحت ﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ ... فَرِيْضَةً﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1) ﴿فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً﴾ ''پھر ان میں سے جن عورتوں سے تم فائدہ اٹھاؤ ان کو ان کے مقررہ مہر دے دو'' یعنی تم نے جس سے فائدہ اٹھالیا،اسے اس فائدہ اٹھانے کے عوض اس کا مہر دے دو جس کا ادا کرنا تم پر فرض ہے۔ (مختصر ابن کثیر:1/308)

(2) ﴿فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً﴾ ''ان کو ان کے مقررہ مہر دے دو'' کے بارے میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے: اگر کسی آدمی نے کسی عورت سے شادی کی اور اس کے ساتھ جماع بھی کرلیا تو اسے پورا مہر دینا ہوگا۔ (تفسیر ابن ابی حاتم:3/919)

(3) اگر کسی آدمی نے کسی عورت سے شادی کی اور اس کے ساتھ ہمبستری بھی کرلی تو اسے پورا مہر دینا ہوگا، اور اگر ہمبستری نہیں کی ہے تو آدھا مہر دینا ہوگا اور اگر پہلے سے مہر مقرر نہیں کیا گیا تھا اور ہمبستری بھی نہیں کی اور طلاق ہوگئی تو اسے کچھ مال دے دیا جائے گا۔ (تیسیر الرحمٰن 1/235)

(4) اس سے مراد یہ ہے کہ مہر واجب ہے۔اس پر دلیل یہ ہے کہ مہر کے بغیر نکاح نہیں ہوتا۔ (الاساس فی التفسیر:2/1032)

(5) ﴿اسْتَمْتَعْتُمْ﴾ سے مراد نکاح کے بعد صحبت اور مباشرت ہے۔اس سے مراد متعہ نہیں ہے۔متعہ ابتدائے اسلام میں جائز رہا ہے لیکن اب اسے ہمیشہ کے لیے حرام قرار دے دیا گیا ہے۔

(6) ﴿فَرِيْضَةً﴾ ''مقررہ'' یعنی تمہارا اپنی بیویوں کو مہر عطا کرنا تم پر فرض ہے جسے اللہ تعالیٰ نے فرض کیا ہے۔یہ کوئی عطیہ اور بخشش نہیں ہے کہ دل چاہا تو دے دیا اور دل چاہا تو واپس لے لیا۔ (7) فریضہ کے ایک معنی یہ بھی ہوسکتے ہیں کہ مہر ایک مقرر کردہ حق ہے جسے تم نے خود مقرر کیا ہے،جس کی ادائیگی تم پر واجب ہے پس تم اس میں سے کچھ کم نہ کرو۔ (تفسیر سعدی:1/501)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(8) مہر عورت کا ایک فرض کیا گیا حق ہے۔ یہ حق لطف اندوزی کے عوض مقرر کیا گیا ہے۔

(9) جو مرد کسی عورت سے جنسی ضروریات پوری کرنا چاہتا ہے اس کے لیے اسلام یہ طریقۂ کار مقرر کرتا ہے کہ وہ اس عورت کو حصارِ نکاح میں لے اور مہر ادا کرے۔ مہر عورت پر احسان نہیں ہے بلکہ اس کا حق ہے۔

سوال 8: نکاحِ متعہ سے کیا مراد ہے اور اس کا کیا حکم ہے؟

جواب: (1) نکاح متعہ سے مراد ہے کسی عورت سے ایک مقررہ مدت تک (مقررہ معاوضے کے بدلے) نکاح کر لینا مثلاً دو دن یا تین دن یا اس کے علاوہ کسی اور مدت تک۔ (التعلیقات الرضیۃ للالبانی: 2/864)

(2) پہلے یہ نکاح مباح تھا جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ جہاد کرتے تھے اور ہمارے ساتھ ہماری بیویاں نہ تھیں اور ہم نے کہا کہ کیا ہم خصی نہ ہو جائیں؟ تو آپ ﷺ نے ہمیں اس سے منع فرمایا اور اس بات کی اجازت دی کہ ایک کپڑے (یا کسی بھی چیز) کے بدلے ایک معینہ مدت تک کسی عورت سے نکاح کریں۔ (بخاری: 4615)

(3) سیدنا ابو جمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عورتوں کے ساتھ متعہ کے متعلق سوال کیا گیا تو انہوں نے اس کی اجازت دی۔ پھر ان کے ایک غلام نے ان سے پوچھا کہ اس کی اجازت سخت مجبوری یا عورتوں کی کمی یا اس جیسی صورتوں میں ہوگی تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: ہاں! (یہ حرمت سے پہلے کی بات ہے) (بخاری: 5116)

(4) اب یہ نکاح منسوخ ہو چکا ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ خیبر کے موقع پر عورتوں سے متعہ کرنے اور پالتو گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرمایا۔ (بخاری: 5115)

(5) سیدنا ربیع بن سبرہ جہنی رحمہ اللہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے لوگو! میں نے تمہیں عورتوں سے نکاح متعہ کی اجازت دی تھی اور تحقیق اللہ تعالیٰ نے اسے قیامت تک کے لیے حرام کر دیا ہے پس جس کے پاس ان میں سے کوئی عورت ہو تو اسے آزاد کر دے اور جو کچھ تم نے انہیں دیا ہے واپس نہ لو'' (صحیح مسلم: 1406)

(6) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے دورانِ خطبہ کہا: رسول اللہ ﷺ نے متعہ کی ہمیں تین مرتبہ اجازت دی پھر اسے حرام کر دیا۔ اللہ کی قسم! (اب) مجھے کسی بھی شادی شدہ کے نکاحِ متعہ کا علم ہوگا تو میں اسے پتھروں کے ساتھ رجم کر دوں گا الا یہ کہ وہ میرے پاس چار ایسے گواہ لائے جو یہ شہادت دیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس نکاح کو حرام کرنے کے بعد (پھر) حلال کر دیا تھا۔ (صحیح ابن ماجہ: 1598، ابن ماجہ: 1963)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(7) شیخ البانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: حدیث صریح نص ہے کہ نکاح متعہ ہمیشہ کے لیے حرام ہے لہٰذا کوئی بھی اس کے جواز کے متعلق بعض اکابر علماء کے فتووں سے دھوکہ مت کھائے۔ جیسا کہ شیعہ کا مذہب ہے۔ (نظم الفرائد:15/2)

(8) سعودی مجلس افتاء کا فتویٰ ہے کہ نکاح متعہ حرام ہے اور اگر واقع ہو جائے تو باطل ہے۔

(فتاویٰ اللجنۃ الدائمۃ للبحوث العلمیۃ والافتاء :440/18)

سوال 9: مہر میں باہمی رضامندی سے کمی بیشی کرنا جائز ہے، اس کی وضاحت ﴿وَلَا جُنَاحَ ... حَكِيمًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا تَرَاضَيْتُمْ بِهِ مِنْ بَعْدِ الْفَرِيضَةِ﴾ ''اور تم پر کوئی گناہ نہیں اس میں جس پر تم مہر مقرر ہونے کے بعد باہم رضامند ہو جاؤ'' مہر مقرر کرنے کے بعد شوہر اور بیوی کے لیے باہمی رضامندی سے مہر میں کمی بیشی کرنا جائز ہے۔

(2) عورت کے لیے مہر فرض قرار دینے کے بعد معاملہ شوہر اور بیوی پر چھوڑ دیا گیا ہے کہ وہ ادائیگی اور معافی کے سلسلے میں باہمی رضامندی سے معاملہ طے کر سکتے ہیں۔

(3) ادائیگی اور معافی مشترکہ زندگی کے تقاضوں کے مطابق باہمی رضامندی سے ہوگی۔

(4) عورت اپنا حق معاف کرنا چاہے تو اس پر پابندی نہیں ہے۔ (5) معافی یا کمی مہر مقرر ہونے کے بعد ہو سکتی ہے۔

(6) شوہر مقررہ مہر میں اضافہ کرنا چاہے یا مہر سے زیادہ ادائیگی کرنا چاہے تو ایسا کر سکتا ہے۔

(7) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿تَرَاضَيْتُمْ﴾ سے مراد ہے کہ پورا مہر دے کر عورت کو اختیار دیا جائے کہ اگر وہ چاہے تو رہے ورنہ جدا ہو جائے۔ (مختصر ابن کثیر:309/1)

(8) اس آیت کا وہی مفہوم ہے جو اس آیت کا ہے۔ ﴿فَإِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ هَنِيئًا مَرِيئًا﴾ ''پھر اگر وہ اس میں سے کوئی چیز تمہارے لیے چھوڑنے پر دل سے خوش ہو جائیں تو تم اس کو کھاؤ مزے دار، خوشگوار ہے۔'' (النساء:4)

(9) ﴿إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے لونڈیوں کے احکامات سے، نکاح کی شرائط سے، معاشرے کو بگاڑ سے بچانے کے لیے اصول دے کر اپنے علم کا شعور دلایا ہے کہ جو اتنی گہرائی سے انسانی زندگی کا علم رکھتا ہو وہی یہ اصول دے سکتا ہے اور اپنی حکمت کا شعور دلایا ہے کہ وہ ساری حکمتوں اور مصلحتوں کا جاننے والا ہے۔ یقیناً وہ علیم ہے، حکیم ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ

"اورتم میں سے جوکوئی مالی لحاظ سے استطاعت نہ رکھتا ہو کہ وہ آزاد مومن عورتوں سے نکاح کرے تو مومن لونڈیوں میں سے کسی سے نکاح

مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ ؕ

کرلے جن کے مالک تمہارے دائیں ہاتھ ہوں اور اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان کو خوب جاننے والا ہے

بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ

تم ایک دوسرے سے ہو، چنانچہ اُن کے مالکوں کی اجازت سے اُن کے ساتھ نکاح کرلو اور اُن کے مہر اُن کو اچھے طریقے سے ادا کردو،

بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ۚ فَاِذَآ اُحْصِنَّ

جب کہ وہ نکاح میں لائی گئی ہوں، بدکاری کرنے والی نہ ہوں اور نہ ہی چھپے دوست بنانے والی ہوں، پھر جب وہ نکاح میں

فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ

لائی جاچکیں تو اگر اس کے بعد وہ بے حیائی کریں تو ان کی سزا آزاد عورتوں سے نصف ہے۔ یہ اس کے لیے ہے جو

خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ؕ وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴾

تم میں سے گناہ میں پڑنے سے ڈرے اور یہ کہ تم صبر کرو تمہارے لیے بہتر ہے اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے" (25)

سوال 1: لونڈیوں سے نکاح کب جائز ہے، اس کی وضاحت ﴿وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ ... بَعْضٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) آزاد عورتوں سے نکاح کی استطاعت نہ ہونے کی صورت میں لونڈیوں سے نکاح جائز ہے۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ﴾ "اورتم میں سے جوکوئی مالی لحاظ سے استطاعت نہ رکھتا ہو کہ وہ آزاد مومن عورتوں سے نکاح کرے تو مومن لونڈیوں میں سے کسی سے نکاح کرلے جن کے مالک تمہارے دائیں ہاتھ ہوں" یعنی اگر کسی کو مومنہ پاک دامن آزاد عورت سے نکاح کا مقدور نہ ہو تو مومنہ لونڈی سے نکاح کرلے۔ لونڈیوں سے نکاح اس وقت جائز ہے جب آزاد عورت کے خرچ کا مقدور نہ ہو۔ (مختصر ابن کثیر: 310/1)

(3) ﴿وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ﴾ "اور اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان کو زیادہ جاننے والا ہے" یعنی وہ تو تمام امور کے حقائق

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور اسرار کو جانتا ہے جبکہ لوگو! تم صرف ظاہری امور ہی کو جانتے ہو۔ (المصباح المنیر: 78/2)

(4) یہ تو ظاہری احوال کے مطابق ہے ورنہ اللہ تعالیٰ مومن صادق کو خوب جانتا ہے۔ دنیاوی امور ان کے ظاہر پر مبنی ہیں اور آخرت کے احکام کا تعلق انسان کے باطن میں چھپی نیتوں کے ساتھ ہے۔ (تفسیر سعدی: 502/1)

(5) ﴿بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ﴾ ''تم ایک دوسرے سے ہو'' اسلام تمام انسانوں کو ایک ہی نسل اور ایک ہی اصل سے شمار کرتا ہے۔ خطبہ حجۃ الوداع میں نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم سب آدم علیہ السلام کی اولاد ہو اور آدم علیہ السلام مٹی سے بنے تھے۔'' (صحیح الجامع الصغیر)

(6) اسلام میں اجتماعی تعلقات کے لیے انسانیت اور ایمان کا رابطہ بنیاد بنتا ہے۔

سوال 2: اسلام آزاد عورت سے نکاح کو ترجیح کیوں دیتا ہے؟

جواب: (1) اسلام آزاد عورت سے نکاح کو ترجیح اس لیے دیتا ہے کہ آزادی اسے آداب سکھاتی ہے کہ اسے اپنی پاک دامنی کی حفاظت کیسے کرنی ہے۔ (2) غلام عورت کے اندر خودداری نہیں ہوتی، اسے خاندانی شرافت کا احساس نہیں ہوتا۔

(3) آزاد عورت کا ایک خاندان ہوتا ہے، اس خاندان کی شہرت ہوتی ہے، خاندان والے محافظ ہوتے ہیں، ایسی عورت اپنے خاندان کی عزت کا خیال رکھتی ہے۔ اس کی عزتِ نفس اسے بدکاری اور زنا کاری سے روکتی ہے۔

سوال 3: لونڈی سے نکاح کی کیا شرائط ہیں، ان کی وضاحت ﴿فَانْكِحُوْهُنَّ ... اَخْدَانٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) لونڈی سے نکاح کی شرط ہے کہ لونڈی کے مالک کی اجازت لی جائے، اس کی دلیل آیت کا یہ حصہ ہے: ﴿فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ﴾ ''چنانچہ اُن کے مالکوں کی اجازت سے اُن کے ساتھ نکاح کر لو''

(2) مالکوں کی اجازت سے نکاح کرنے کے حکم سے یہ پتہ چلتا ہے کہ لونڈی کا مالک اس کا ولی ہے۔ اس کی اجازت سے نکاح ہوگا۔ (3) اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ غلام کا مالک اس کا ولی ہے۔ مالک کی اجازت کے بغیر غلام نکاح نہیں کر سکتا۔

(4) اگر لونڈیوں کی مالکہ عورت ہو تو عورت کا ولی اس کی اجازت سے نکاح کروائے کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''عورت، عورت کا نکاح نہ کرے اور کوئی عورت اپنا نکاح خود نہ کرے کیونکہ جو عورت نکاح خود کرے وہ بدکار ہے۔'' (ابن ماجہ: 1882)

(5) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جو غلام اپنے مالک کی اجازت کے بغیر شادی کر لے، وہ زانی ہے۔'' (ترمذی: 1111)

(6) لونڈی سے نکاح کی شرط ہے کہ مہر ادا کیا جائے، اس کی دلیل آیت کا یہ حصہ ہے: ﴿وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ ''اور اُن کے مہر اُن کو اچھے طریقے سے ادا کر دو'' عورتوں کو معروف طریقے سے یعنی خوش دلی سے مہر ادا کیے جائیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لونڈیوں کے مہر میں کمی نہ کریں۔

(7) لونڈی سے نکاح کی شرط ہے کہ بدکاری نہ کریں، اس کی دلیل آیت کا یہ حصہ ہے: ﴿مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ﴾ ''جب کہ وہ نکاح میں لائی گئی ہوں، بدکاری کرنے والی نہ ہوں'' یعنی پاک دامن ہوں اور زنا کا ارتکاب نہ کرتی ہوں، ایسی کھلم کھلا بدکار نہ ہوں کہ اپنے ساتھ زنا کرنے والے کسی بھی شخص کو انکار نہ کریں۔ (المصباح المنیر: 79/2)

(8) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مسافحات سے مراد وہ زانی عورتیں ہیں جو کھلم کھلا بدکاری کا ارتکاب کریں۔ (تفسیر طبری: 28/5)

(9) لونڈی سے نکاح کی شرط یہ ہے کہ چھپی دوستیاں نہ رکھیں، اس کی دلیل آیت کا یہ حصہ ہے: ﴿وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ﴾ ''اور نہ ہی چھپے دوست بنانے والی ہوں'' یعنی وہ چھپ کر دوستی گانٹھنے والیاں نہ ہوں۔ (مختصر ابن کثیر: 310/1)

سوال 4: زنا کرنے پر لونڈی کو کیا سزا دی جائے گی، اس کی وضاحت ﴿فَاِذَآ ... مِنَ الْعَذَابِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ﴾ ''پھر جب وہ نکاح میں لائی جا چکیں تو اگر اس کے بعد وہ بے حیائی کریں تو ان کی سزا آزاد عورتوں سے نصف ہے'' اگر شادی کے بعد (لونڈیاں) زنا کریں تو انہیں آزاد کی سزا سے آدھی سزا دی جائے۔ (مختصر ابن کثیر: 310/1)

(2) وہ سزا جس کا نصف ممکن ہے کوڑوں کی سزا ہے تب ان کے لیے پچاس کوڑوں کی سزا ہے۔ رہی رجم کی بات تو لونڈیوں کے لیے رجم نہیں کیونکہ رجم کا نصف ممکن نہیں۔ (تفسیر سعدی: 503/1)

(3) سیدنا عبداللہ بن عیاش مخزومی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے اور قریش کے چند نوجوانوں کو حکم دیا تو ہم نے (حکم کی تعمیل کرتے ہوئے) سرکاری لونڈیوں میں سے کچھ لونڈیوں کو زنا کرنے کی وجہ سے پچاس پچاس کوڑے لگائے۔ (موطا امام مالک: 16) (بیہقی: 242/8)

(4) لونڈی کے لیے آدھی سزا اس لیے ہے کہ شادی شدہ خاندانی عورت کی دو حفاظتیں ہیں: (i) خاندان۔ (ii) شوہر۔ اس کے مقابلے میں لونڈی غیر شادی شدہ ہو تو کوئی حفاظت نہیں۔ لونڈی شادی شدہ ہو تو صرف شوہر کی حفاظت ہوتی ہے، خاندان کی حفاظت نہیں ہوتی۔ شوہر کی حفاظت بھی آدھی ہوتی ہے کیونکہ وہ اپنے مالک کی لونڈی رہتی ہے۔ اسی وجہ سے اسے معاشرے میں وہ مرتبہ نصیب نہیں ہوتا جو آزاد خاندانی عورت کو حاصل ہوتا ہے۔ شادی شدہ عورت دوہری حفاظت کو توڑے تو بڑی سزا اور لونڈی شوہر کی اُدھوری حفاظت کو توڑے تو آدھی سزا ہے۔

(5) سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے خطبہ پڑھا تو فرمایا: اے لوگو! اپنی لونڈی، غلاموں کو حد لگاؤ خواہ محصن ہوں یا نہ ہوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی ایک لونڈی نے زنا کیا۔آپ ﷺ نے مجھ کو اسے حد لگانے کا حکم کیا۔میں نے اسے دیکھا تو وہ حالت نفاس میں تھی۔میں ڈرا کہیں اس کو کوڑے لگا کر قتل نہ کر دوں میں نے رسول اللہ ﷺ سے بیان کیا۔آپ ﷺ نے فرمایا:''تو نے اچھا کیا۔''(مسلم:1705)

سوال5: آیت میں بیان کی گئی شرائط کے ساتھ لونڈیوں سے نکاح کرنے کی اجازت کس شخص کے لیے ہے،اس کی وضاحت ﴿ذٰلِكَ...رَّحِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ﴾''یہ اس کے لیے ہے جو تم میں سے گناہ میں پڑنے سے ڈرے'' یعنی (آیت میں) مذکورہ شرائط کے ساتھ باندیوں سے نکاح کرنے کی اجازت اس شخص کو ہے جسے زنا میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو اور اس کا گزارا جماع کے بغیر بہت مشکل ہو تو وہ لونڈی سے نکاح کر سکتا ہے۔(المصباح المنیر:79/2)

(2) جمہور اہل علم کی رائے یہ ہے کہ آزاد مرد کا لونڈی سے نکاح دو شرطوں سے ہی جائز ہے:(i) جب آزاد عورت سے نکاح کی طاقت نہ ہو۔(ii) جب زنا میں مبتلا ہو جانے کا خوف ہو۔

(3)﴿وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ﴾''اور یہ کہ تم صبر کرو تمہارے لیے بہتر ہے''یعنی لونڈی سے نکاح نہ کرنا بہتر ہے اسی لیے فرمایا:تمہارا صبر کرنا اور نفس سے مجاہدہ کرنا تمہارے لیے نکاح کرنے سے بہتر ہے۔

(4) امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تنہائی پر صبر کرنا لونڈی سے نکاح سے بہتر ہے کیونکہ یہ اولاد کی غلامی کا موجب ہے۔ اس سے نفس گھٹیا ہو جاتا ہے اور گھٹیا کاموں سے عمدہ اخلاق پر صبر کرنا زیادہ بہتر ہے۔(تفسیر قرطبی:132/5)

(5)﴿وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾''اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا،نہایت رحم والا ہے''اللہ تعالیٰ نے یہ شعور اس لیے دلایا ہے کہ جو لوگ اپنی جوانی کے جذبات پر کنٹرول نہ رکھ سکتے ہوں اور ان کے بدکاری میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو تو وہ صبر کریں۔ رحمت کی امید پر ہی صبر ہو سکتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت رحیم کا شعور دلایا ہے۔

(6) توبہ کرنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا''غفور'' ہے۔اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت غفور کا شعور اسی لیے دلایا ہے کہ اگر انسان سے کوئی بے اعتدالی ہو جائے پھر بھی وہ رب کا دامن نہ چھوڑے۔

(7) اللہ تعالیٰ مومنوں کے لیے نہایت رحم والا''رحیم'' ہے اور یہاں یہ خاص طور پر اس لیے واضح کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے بہتر چیز کی طرف راہ نمائی کی ہے یعنی زنا میں مبتلا ہو جانے کے خوف سے لونڈی سے نکاح کرنے کی اجازت تو ہے لیکن صبر بہتر ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوْبَ

"اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تمہارے لیے کھول کر بیان کرے اور وہ تمہیں ان لوگوں کے طریقوں کی ہدایت دے جو تم سے پہلے تھے اور وہ تم پر

عَلَيْكُمْ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾

مہربانی فرمائے اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے" (26)

سوال: قرآن مجید میں احکامات کا تفصیلی بیان ہے، اس کی وضاحت ﴿يُرِيْدُ اللّٰهُ ... حَكِيْمٌ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ﴾ "اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تمہارے لیے کھول کر بیان کرے" اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے وہ چاہتا ہے کہ اے مومنو! تمہارے سامنے وہ یہ بیان فرما دے کہ اس نے تمہارے لیے کیا حلال کیا ہے اور حرام کسے قرار دیا ہے؟ اور یہ سب کچھ اس نے اس سورت میں اور دیگر سورتوں میں بیان فرما دیا ہے۔ (المصباح المنیر: 81/2)

(2) یعنی عورتوں کی حلت و حرمت کے بارے میں جو اس نے شرائط کے ساتھ حلال کیا ہے۔ (تفسیر قاسمی: 112/5)

(3) رب العزت کا ارشاد ہے: ﴿قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ﴾ "یقیناً ہم نے تمہارے لیے نشانیاں کھول کر بیان کر دی ہیں تاکہ تم سمجھو۔" (الحدید: 17)

(4) ﴿كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ﴾ "اس طرح اللہ تعالیٰ اپنی نشانیاں تمہارے لیے کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت پا جاؤ۔" (آل عمران: 103)

(5) ﴿وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ "اور وہ تمہیں ان لوگوں کے طریقوں کی ہدایت دے جو تم سے پہلے تھے" پہلے لوگوں کے طریقے سے مراد ان کے قابل تعریف طریقے اور ان کی شریعت کے وہ احکامات ہیں جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں۔ (مختصر ابن کثیر: 311/1)

(6) یہ طریقے نئے نہیں ہیں۔ ہر دور میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں کے ذریعے ان کا اعلان کروایا ہے لیکن آسمانی کتابوں کے محفوظ نہ رہنے کی وجہ سے وہ طریقے گم ہو گئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان طریقوں کو قرآن حکیم کے ذریعے محفوظ کر دیا ہے۔

(7) ﴿وَيَتُوْبَ عَلَيْكُمْ﴾ "اور وہ تم پر مہربانی فرمائے" اللہ تعالیٰ تمہاری توبہ قبول کرنا چاہتے ہیں یعنی تمہارے گناہ معاف کرنا چاہتے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کا اپنے بندوں کی طرف توبہ کے ساتھ پلٹنا یہ بھی ہے کہ جب ان سے گناہ کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ارتکاب ہوجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان پر رحمت کے دروازے کھول دیتا ہے اور ان کے دلوں میں انابت اور تذلل الہام کر دیتا ہے، پھر وہ توبہ کو قبول کرتا ہے جس کی توفیق اس نے خود عطا کی تھی اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر اور اس کی حمد وثنا ہے۔ (تفسیر سعدی)

(8)﴿وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والا ہے'' اس کی ہدایات اس کے علم اور حکمت کے مطابق ہیں۔

(9)اللہ تعالیٰ علیم ہے وہ انسانی نفسیات کو اور اس کے حالات کو جانتا ہے۔ اس کو وہ ساری تدبیریں معلوم ہیں جن کے ذریعے انسان کی اصلاح ہوسکتی ہے۔

(10)اللہ تعالیٰ علیم ہے۔ اس کو خوب معلوم ہے کہ کون کیا گناہ کر رہا ہے۔

(11)﴿حَكِيْمٌ﴾ ''کمال حکمت والا ہے'' اللہ تعالیٰ حکیم ہے اس کی شریعت، اس کی تقدیر، اس کے اقوال وافعال سب حکمت پر مبنی ہیں۔

(12)اس کی حکمت کے حصے سے یہ ہے کہ وہ اس بندے کی توبہ قبول کرتا ہے جس کی توبہ قبول کرنے کا تقاضا اس کی حکمت اور رحمت کرتی ہے اور اس بندے کو چھوڑ کر اس سے علیحدہ ہوجاتا ہے جس کو اپنے حال پر چھوڑ دینے کا اس کی حکمت اور عدل تقاضا کرتا ہے اور جو توبہ کی قبولیت کا اہل نہیں ہوتا۔ (تفسیر سعدی:504/1)

(13)اللہ تعالیٰ نے پہلے نیک لوگوں کے طریقے کو کھول کر بیان کرنے سے اپنے علیم ہونے کا اور اس پر چلانے کے ارادے سے اپنے حکیم ہونے کا شعور دلایا ہے۔

﴿وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ ۗ وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ

''اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم پر مہربانی فرمائے اور جو لوگ خواہشات کی پیروی کرتے ہیں

اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا﴾

وہ ارادہ رکھتے ہیں کہ تم راہِ راست سے ہٹ جاؤ، بہت بڑا ہٹ جانا'' (27)

سوال 1: دشمنوں کی تمناؤں کی وضاحت ﴿وَاللّٰهُ... عَظِيْمًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ ۗ وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم پر مہربانی فرمائے اور جو لوگ خواہشات کی پیروی کرتے ہیں وہ ارادہ رکھتے ہیں کہ تم راہِ راست سے ہٹ جاؤ، بہت بڑا ہٹ جانا'' اللہ تعالیٰ تم پر رحمت کے ساتھ توجہ کرنا چاہتا ہے مگر جو لوگ خواہش نفس کی پیروی کرتے ہیں ان کی تمنا ہے کہ تم راہِ راست سے ہٹ کر دور نکل جاؤ اور باطل راستے پر چلنے لگ جاؤ۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2)﴿اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا﴾ ''کہ تم راہ راست سے ہٹ جاؤ، بہت بڑا ہٹ جانا'' مجاہد رحمہ اللہ نے کہا: اس سے مراد ہے کہ اہل اسلام اسی طرح زنا کرنے لگیں جیسے وہ کرتے ہیں۔ (جامع البیان: 34/5)

(3) جیسا کہ فرمایا: ﴿وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ﴾ ''وہ چاہتے ہیں کاش آپ نرمی اختیار کریں تو وہ بھی نرم پڑ جائیں۔'' (القلم: 9)

(4) یہودی، عیسائی اور دین سے ہٹ جانے والے چاہتے ہیں کہ مسلمان بھی ان ہی کی طرح خواہش پرست بن جائیں اور لذتوں میں ڈوب جائیں۔

(5) آج کے مغربی معاشرے میں عورت اور مرد کو جنسی تعلقات قائم کرنے کی پوری آزادی ہے حتیٰ کہ ہم جنس سے نکاح کرنے کا قانونی جواز موجود ہے۔ سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں جنسی تعلیم دی جاتی ہے جب کہ حیا کی تعلیم تمام انبیاء نے اپنی امتوں کو دی ہے۔ سیدنا ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اگلے پیغمبروں کا کلام جو لوگوں کو ملا اس میں یہ بھی ہے کہ جب شرم ہی نہ رہی تو پھر جو جی چاہے وہ کرے۔'' (بخاری: 6120) آج مسلمانوں کو بھی یہودیوں اور عیسائیوں نے اپنے راستے پر لگا لیا ہے۔

(6) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ﴿لَا أَحَدٌ أَغْيَرَ مِنَ اللهِ وَلِذٰلِكَ حَرَّمَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ، وَلَا أَحَدٌ أَحَبُّ إِلَيْهِ الْمَدْحُ مِنَ اللهِ﴾ ''اللہ تعالیٰ سے زیادہ غیرت مند کوئی نہیں۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ظاہری اور باطنی (ہر قسم) کے فواحش کو حرام کیا ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی تعریف کو پسند کرنے والا ہے۔'' (صحیح مسلم: 6992)

سوال 2: انسانوں کی اصلاح کے لیے اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے نظام اور انسانوں کے دیئے ہوئے نظام میں موازنہ کر کے ان کی حقیقت واضح کریں؟

جواب: انسانوں کی اصلاح کے لیے ایک طرف اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا پروگرام ہے اور دوسری طرف انسانوں کی دی ہوئی ہدایات ہیں۔ انسانی زندگی کے لیے دو طرح کے نظاموں کی کیا حقیقت ہے موازنے سے اندازہ کرتے ہیں پھر دونوں راستوں میں سے وہ طریقہ اختیار کریں جس میں اصلاح، فلاح اور سعادت ہے، جو زیادہ بہتر ہے اور جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

غرض وغایت

اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا نظام..... خاندانی نظام اللہ تعالیٰ کی غرض کیا ہے؟	انسانوں کا دیا ہوا نظام..... شہوانی نظام انسانی نظام کی غرض کیا ہے؟
i۔اللہ تعالیٰ انسانوں پر رحمت اور شفقت کا ارادہ رکھتے ہیں۔	i۔انسان اپنے نظام کی بنیاد شہوات (خواہشات) پر رکھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ مسلمان راہ راست سے ہٹ کر دور نکل جائیں۔
ii۔انسانوں کی سربلندی اور ترقی میں مدد کرنا چاہتے ہیں۔	ii۔اس نظام کا مقصد یہ ہے کہ انسان ایسے نظام سے محروم ہو جائیں جس میں انہیں ترقی و سربلندی ملے۔

خاندان.....معاشرتی زندگی کا بنیادی ادارہ

اللہ تعالیٰ کی غرض کیا ہے؟	انسانی نظام کی غرض کیا ہے؟
i۔اللہ تعالیٰ مرد وزن کا تعلق مضبوط اور منظم کرنا چاہتے ہیں۔	i۔فطری میلانات کو قید میں نہیں رکھنا چاہتے، نہ دینی پابندی، نہ اَخلاقی، نہ اجتماعی۔
ii۔اللہ تعالیٰ اس تعلق کو پاک اور مقدس بنانا چاہتے ہیں۔	ii۔اس تعلق میں پاکیزگی کی ہر حد توڑ دینا چاہتے ہیں تاکہ ہر دل بے قرار ہو جائے، اعصاب پر کنٹرول نہ رہے، کوئی گھرانہ پرسکون نہ ہو، کسی کی عزت محفوظ نہ رہے، خاندان کا وجود باقی نہ رہے۔
iii۔اسے ہر حال میں معاشرے کے لیے باعث خیر بنانا چاہتے ہیں۔	iii۔انسان جانوروں کا گلہ بن جائیں، پورا معاشرہ مل جائے، ہر طرف بگاڑ ہو، فساد ہو، یہ صرف آزادیٔ شہوت ہے۔

﴿يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ ۚ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا﴾

''اللہ تعالیٰ ارادہ رکھتا ہے کہ وہ تم سے (بوجھ) ہلکا کر دے اور انسان کو کمزور پیدا کیا گیا ہے''(28)

سوال: اللہ تعالیٰ تخفیف چاہتا ہے، اس کی وضاحت ﴿يُرِيْدُ اللّٰهُ ... ضَعِيْفًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ﴾ ''اللہ تعالیٰ ارادہ رکھتا ہے کہ وہ تم سے (بوجھ) ہلکا کر دے'' اللہ تعالیٰ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

شریعت کے احکامات میں انسان کے لیے تخفیف چاہتا ہے۔

(2) رب العزت کا ارشاد ہے: ﴿هُوَ اجْتَبٰكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ﴾ ''اس نے تمہیں چن لیا ہے اور اُس نے دین میں تم پر تنگی نہیں رکھی۔'' (الحج:78) ﴿يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾ ''اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ رکھتا ہے اور تم پر تنگی کا ارادہ نہیں رکھتا۔'' (البقرہ:185)

(3) یہاں تخفیف سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شریعت میں انسان کے فطری میلانات اور جنسی خواہش کو تسلیم کیا گیا ہے۔

(4) اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی فطری خواہش دبانے، اس کو ختم کرنے اور اسے آزاد چھوڑنے کی اجازت نہیں دی۔

(5) اسلام جنسی جذبے کو منظم کرتا ہے، اسے پاک صاف نکاح کے دائرے کے اندر لاتا ہے اور پاک صاف گھریلو ماحول دیتا ہے۔ (6) یہاں تخفیف سے مراد چند شرائط کے ساتھ لونڈیوں سے نکاح کو جائز قرار دینا ہے۔

(7) ﴿وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا﴾ ''اور انسان کو کمزور پیدا کیا گیا ہے'' انسان کا دل بھی کمزور ہے، اس کے ارادے بھی کمزور اور اس کی ہمت بھی بہت کمزور ہے اس لیے تخفیف اس کے حال کے عین مطابق ہے۔ (مختصر ابن کثیر:311/1)

(8) انسان خواہشات کے سامنے کمزور ہے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ایسے احکامات دیئے ہیں جو اس کی قدرت سے باہر نہیں۔

(9) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یقیناً دین آسان ہے اور جو دین میں بے جا سختی کرتا ہے تو دین اس پر غالب آجاتا ہے (یعنی ایسا انسان مغلوب ہو جاتا ہے اور دین پر عمل ترک کر دیتا ہے) پس تم سیدھے راستے پر رہو اور میانہ روی اختیار کرو اور اپنے رب کی طرف سے ملنے والے اجر پر خوش ہو جاؤ اور صبح و شام اور رات کے کچھ حصے کی (عبادت) سے مدد حاصل کرو۔'' (صحیح بخاری:39)

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم آپس میں ایک دوسرے کے مال باطل طریقے سے نہ کھاؤ سوائے اس کے کہ تمہاری

عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۣ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا﴾

آپس کی رضامندی سے تجارت ہو اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی سے تم پر نہایت رحم والا ہے'' (29)

سوال 1: حرام کمائی کی ممانعت کی وضاحت ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ ... مِّنْكُمْ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم آپس میں ایک دوسرے کے مال باطل طریقے سے نہ کھاؤ'' اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو اس بات سے منع فرمایا ہے کہ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

وہ آپس میں ایک دوسرے کے مال باطل طریقے سے کھائیں، یعنی وہ کمائی کے ایسے طریقے اختیار کریں جو غیر شرعی ہیں۔(المصباح المنیر:2/81)

(2)ایمان سے مخاطب کر کے ایمان والوں کے ضمیر کو جھنجوڑا گیا ہے، ایمانی تقاضوں کو بیدار کیا گیا ہے تا کہ اہلِ ایمان جاہلیت کے طریقوں کو چھوڑ دیں اور ایک دوسرے کے مال ناجائز طریقے سے نہ کھائیں۔

(3)﴿بِالْبَاطِلِ﴾(i)اس سے مراد وہ تمام طریقے ہیں جن کے ذریعے ناجائز طور پر مال ایک سے دوسرے کی طرف منتقل ہوتا ہے۔(ii)وہ اموال جن کو استعمال کرنے کی اجازت اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہ ہو۔

(iii)وہ اموال جن کے استعمال کو اللہ تعالیٰ نے حکماً روک دیا ہو۔(iv)باطل طریقوں میں سرفہرست سود کھانا ہے۔

(4)مال کھانے کے باطل طریقوں میں دوسرے کا مال دبانا، رشوت، سود، جوا، چوری، ڈاکے، ناجائز دباؤ سے حاصل کیا گیا مال، ذخیرہ اندوزی سے حاصل کیا گیا مال، یتیموں کا مال غصب کرنا اور ملاوٹ سے حاصل کیا گیا مال وغیرہ شامل ہیں۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال ہوتا ہے کہ ایک شخص کپڑا خریدتا ہے اور کہتا ہے اگر مجھے پسند آیا تو رکھ لوں گا ورنہ کپڑا اور ایک درہم واپس کر دوں گا۔ آپ نے اس آیت کی تلاوت کر دی یعنی اسے باطل مال میں شامل کیا، سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ آیت محکم ہے یعنی منسوخ نہیں نہ قیامت تک منسوخ ہو سکتی ہے۔(تفسیر ابن کثیر:1/557)

(5)اس میں آپ کا اپنا وہ مال کھانا بھی آجاتا ہے جو آپ تکبر اور اسراف سے کھاتے ہیں کیونکہ یہ بھی باطل ہے، طریق حق نہیں ہے۔(تفسیر سعدی:1/506)

(6)﴿اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ﴾"سوائے اس کے کہ تمہاری آپس کی رضامندی سے تجارت ہو" یعنی کمائی میں حرام ذرائع اختیار نہ کرو۔ ہاں جائز تجارت کر کے کماؤ جس میں بائع (بیچنے والے) اور خریدار کی رضامندی سے پیسہ آتا ہے۔(مختصر ابن کثیر:1/313)

(7)تجارت اس لیے جائز ہے کیونکہ اس میں تاجر اور ضرورت مند خریدار کے درمیان واسطہ بنتا ہے جو دونوں کے لیے مفید ہوتا ہے۔ تاجر ضروریات فراہم کرنے کے لیے محنت کرتا ہے اور اس کا معاوضہ لیتا ہے۔

(8)سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"سچا تاجر جو امانت دار ہو وہ انبیاء اور صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔"(ترمذی:1209)

(9)تجارت میں آپس کی رضامندی سے مراد ہے کہ(i)ناجائز دباؤ نہ ہو یعنی خریدنے اور بیچنے والے کی رضا شامل ہو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(ii) فریب اور دغا نہ ہو۔(iii) رشوت اور سود میں بظاہر رضامندی ہوتی ہے لیکن یہ رضامندی دباؤ اور مجبوری کا نتیجہ ہوتی ہے۔(iv) جوئے میں بظاہر رضامندی ہوتی ہے مگر جیتنے کے لیے، ہارنے کے ارادے سے کوئی راضی نہیں ہوتا۔

(v) دھوکے کی بیع اپنی تمام اقسام سمیت آپس کی رضامندی سے خالی ہوتی ہے اس لیے ایسا معاہدہ مفید نہیں ہوتا۔

(vi) تجارت ہونے کے ساتھ ساتھ باہمی رضامندی کی شرط اس امر کی دلیل ہے کہ یہ تجارتی عقد سود پر مبنی نہ ہو کیونکہ سود تجارت نہیں ہے بلکہ سود تجارت کے مقاصد کے خلاف ہے۔(تفسیر سعدی:506/1)

(10) آپس کی رضامندی سے خرید و فروخت کے لیے شرط ہے کہ:(i) لین دین حلال اشیاء کا ہو۔

(ii) حرام اشیاء کے کاروبار میں باہمی رضامندی بھی ہو تو جائز نہیں۔(iii) رضامندی میں خیارِ مجلس کا مسئلہ بھی آجاتا ہے یعنی جب تک ایک دوسرے سے الگ نہ ہوں سودا منسوخ کرنے کا اختیار ہے۔

(11) سیدنا حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے بیان کیا نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''خریدنے اور بیچنے والے جب تک ایک دوسرے سے الگ الگ نہ ہو جائیں انہیں اختیار باقی رہتا ہے۔اب اگر دونوں نے سچائی اختیار کی اور ہر بات صاف صاف بیان اور واضح کر دی تو ان کی خرید و فروخت میں برکت ہوتی ہے لیکن اگر انہوں نے کوئی بات چھپائی یا جھوٹ بولا تو ان کی خرید و فروخت میں سے برکت مٹا دی جاتی ہے۔''(بخاری:2110)

سوال 2: تجارت اور سود کے طریقۂ کار میں کیا فرق ہوتا ہے؟

جواب: جیسے تجارت اور سود کی حقیقت میں فرق ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام، اسی طرح ان کا طریقہ کار بھی فرق ہے۔موازنہ کر کے دیکھتے ہیں۔

تاجر	سودی کاروبار کرنے والا
i۔تاجر اشیائے صرف کے لیے مارکیٹ تلاش کرتا ہے۔	i۔سودی کاروبار کرنے والا اشیائے صرف پر اصل اخراجات کے علاوہ سودی واجبات کا اضافہ کرتا ہے۔
ii۔تاجر مصنوعات کو رواج دیتا ہے۔	ii۔سودی اضافے کو تاجر، ضرورت مند خریدار سے وصول کرتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

iii۔تاجر ضرورت مندوں کے لیے اشیاء مہیا کرتا ہے۔	iii۔سودی کاروبار کرنے والا اصل اشیائے ضرورت کی فراہمی پر نہیں منافع پر نظر رکھتا ہے۔اس وجہ سے سامانِ تعیش اور ان اشیاء کی پیداوار میں اضافہ ہوتا ہے جو انسانی جذبات کو مشتعل کرنے والی ہوں اور انسانی جسم اور صحت کے لیے نقصان دہ ہوں۔
iv۔تاجر اپنی خدمات کا صلہ لیتا ہے۔	iv۔سودی کاروبار کرنے والا انسانی جدوجہد پر اعتماد نہیں کرتا۔
v۔تاجر کا صلہ اپنی کوشش اور مہارت کا ہے۔	v۔سودی کاروبار کرنے والا دوسرے کی محنت اور کوشش کو سود کی صورت میں سمیٹ لیتا ہے۔
vi۔تاجر نفع ونقصان دونوں کے لیے تیار رہتا ہے۔	vi۔سود خور صرف اور صرف نفع وصول کرتا ہے۔

سوال3:﴿وَلَا تَقْتُلُوْٓا ...رَحِيْمًا﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ﴾ ''اور اپنے آپ کو قتل نہ کرو'' یعنی وہ تمام کام جن سے کسی کا حق متاثر ہوتا ہو وہ نہ کیے جائیں۔یہ کام جس معاشرے میں پائے جائیں گے وہ معاشرہ اپنے آپ کو ہلاکت کے گڑھے میں گرا رہا ہوگا مثلاً سود خوری، چور بازاری، قمار بازی، چوری، چھینا جھپٹی، رشوت، دھوکہ بازی، ذخیرہ اندوزی، ناقابلِ فروخت اشیاء کی فروخت مثلاً عزت، ضمیر، ذمہ داری، فرض منصبی، مذہب ودین۔دنیا میں یہ تباہی تمام لوگوں پر آئے گی:(i)ظالم پر اس لیے کہ اس نے ظلم کیا۔(ii)مظلوم پر اس لیے کہ اس نے ظلم کے خلاف کام نہ کیا۔

(2)﴿وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ﴾ یعنی حرمتوں کے پردے چاک کرکے، ناحق دوسروں کا مال کھا کر اپنی جانیں ہلاک نہ کرو۔

(3)﴿وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ﴾ سے مراد خودکشی بھی ہوسکتی ہے جو کہ کبیرہ گناہ ہے۔سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''جس نے اپنے آپ کو لوہے کے ہتھیار سے قتل کیا تو وہ ہتھیار اس کے ہاتھ میں ہوگا اور وہ اس ہتھیار سے اپنے پیٹ کو زخمی کرتا رہے گا اور ہمیشہ ہمیشہ دوزخ کی آگ میں رہے گا اور جس نے زہر پی کر اپنے آپ کو قتل کیا تو وہ اسے چوستا رہے گا اور دوزخ کی آگ میں ہمیشہ ہمیشہ رہے گا اور جس نے اپنے آپ کو پہاڑ سے گرا کر قتل کیا تو وہ پہاڑ سے یوں ہی گرتا رہے گا اور ہمیشہ ہمیشہ دوزخ کے عذاب میں رہے گا۔''(مسلم:109)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(4)﴿وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ﴾ سے مراد مسلمانوں کو قتل کرنا بھی ہوسکتا ہے۔

(5)اس میں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا اور ایسے خطرات مول لینا شامل ہیں جن کا نتیجہ ہلاکت اور اتلاف کے سوا کچھ نہیں۔(تفسیر سعدی:506/1)

(6)سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ غزوہ ذات السلاسل کی ایک ٹھنڈی رات میں مجھے احتلام ہوگیا اور مجھے یہ ڈر لگا کہ اگر میں نے غسل کرلیا تو مرجاؤں گا، چنانچہ میں نے تیمم کرکے اپنے ساتھیوں کو فجر پڑھائی، تو لوگوں نے نبی اکرم ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''عمرو! تم نے جنابت کی حالت میں اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھائی؟''، چنانچہ میں نے آپ ﷺ کو غسل نہ کرنے کا سبب بتایا اور کہا: میں نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان سنا کہ ﴿وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا﴾ (سورۃ النساء:29) ''اور تم اپنے آپ کو قتل نہ کرو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی سے تم پر نہایت رحم والا ہے'' یہ سن کر رسول اللہ ﷺ ہنسے اور آپ نے کچھ نہیں کہا۔(ابوداؤد:334)

(7)﴿اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی سے تم پر نہایت رحم والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے انسان کے کمزور ہونے کی بناء پر اس کے ساتھ کی جانے والی تخفیف سے اپنے رحیم ہونے کا شعور دلایا ہے۔

(8)اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کا شعور دلا کر ناجائز طریقے سے مال کھانے سے اور اپنے آپ کو قتل کرنے سے روکنے کا مطالبہ کیا ہے۔

﴿وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا ۭ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ يَسِيْرًا﴾

''اور جو شخص زیادتی اور ظلم سے ایسا کرے گا تو بہت ہی جلد اُسے ہم آگ میں داخل کریں گے اور یہ اللہ تعالیٰ پر ہمیشہ سے نہایت آسان ہے''(30)

سوال:﴿وَمَنْ يَّفْعَلْ ... يَسِيْرًا﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ﴾ ''اور جو شخص ایسا کرے گا'' یعنی جو باطل طریقے سے لوگوں کے مال کھائے اور انسان کو ناحق قتل کرے۔

(2)﴿عُدْوَانًا وَّظُلْمًا﴾ ''زیادتی اور ظلم سے'' یعنی جو جانتا ہو کہ یہ حرام کام ہیں پھر بھی ان کو کرنے کی جرأت کرے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حرام کاموں میں کھیلے اس کے لیے سخت وعید ہے۔

(3)﴿فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا﴾ ''تو بہت ہی جلد اُسے ہم آگ میں داخل کریں گے'' جو شخص ظلم اور زیادتی سے کسی حرام کام کو انجام دے جب کہ اسے معلوم بھی ہو کہ وہ حرام کام ہے ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ جہنم میں جھونکنے والے ہیں۔

(4)﴿وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا﴾ ''اور یہ اللہ تعالیٰ پر ہمیشہ سے نہایت آسان ہے'' آگ میں داخل کرنا اللہ تعالیٰ کے لیے ہمیشہ سے آسان ہے۔ اسے کوئی روک نہیں سکتا، نہ اس کے عذاب کو کوئی دور کر سکتا ہے، نہ اس کے لیے کوئی شفاعت کر سکتا ہے۔ اس لیے پوری کوشش سے گناہوں سے بچنا چاہیے۔

﴿اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ

''اگر تم اُن بڑے بڑے گناہوں سے بچ جاؤ جن سے تمہیں منع کیا گیا ہے تو ہم تمہاری چھوٹی برائیاں تم سے دور کر دیں گے

وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا﴾

اور تمہیں بڑی باعزت داخلے کی جگہ میں داخل کریں گے'' (31)

سوال 1: بڑے گناہوں سے اجتناب کیا جائے تو چھوٹے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں، اس کی وضاحت ﴿اِنْ تَجْتَنِبُوْا ... كَرِيْمًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ﴾ ''اگر تم ان بڑے بڑے گناہوں سے بچ جاؤ جن سے تمہیں منع کیا گیا ہے تو ہم تمہاری چھوٹی برائیاں تم سے دور کر دیں گے'' یعنی اگر تم بڑے گناہوں سے جن سے تمہیں روکا گیا ہے اجتناب کرو گے تو ہم تمہاری چھوٹی چھوٹی برائیاں دور کر دیں گے اور تمہیں جنت میں داخل کریں گے۔

(2) حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے ''الجواب الکافی'' میں لکھا ہے کہ قرآن وسنت اور اجماع صحابہ وتابعین اور ان کے بعد کے افراد اور آئمہ سے یہ دلیل ملتی ہے کہ گناہ چھوٹے بھی ہوتے ہیں اور بڑے بھی۔ (تفسیر قاسمی: 119,118/5)

(3) کبائر، کبیرہ کی جمع ہے اور وہ عظیم نافرمانی ہے جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعید ہو اور قرآن وسنت میں حد ہو جیسے قتل، زنا، چوری، شرک کبیرہ گناہ ہیں جن کا تذکرہ امام ذہبی رحمہ اللہ نے ''کتاب الکبائر'' میں کیا ہے اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سات سو تک ہیں۔ (تفسیر منیر: 40/3)

(4) گناہ کبیرہ کی بہترین تعریف یہ ہے: گناہ کبیرہ وہ گناہ ہے جو دنیا میں حد کا موجب ہو یا آخرت میں اس پر سخت وعید

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آئی ہو یا اس کے مرتکب کے ایمان کی نفی یا اس پر لعنت کی گئی ہو یا اس گناہ پر سخت غصے کا اظہار کیا گیا ہو۔ (تفسیر سعدی:508/1)

(5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سات ہلاکت میں ڈالنے والی چیزوں سے بچو'' عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! وہ سات ہلاکت میں ڈال دینے والی چیزیں کون سی ہیں؟ فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، جادو کرنا اور کسی نفس کا قتل کرنا جسے اللہ تعالیٰ نے حرام کیا سوائے حق کے اور یتیم کا مال کھانا، سود کھانا، جہاد سے دشمن کے مقابلے سے بھاگنا اور پاک دامن عورتوں پر بدکاری کی تہمت لگانا۔'' (مسلم:262)

(6) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے پوچھا، یا (آپ نے یہ فرمایا کہ) رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کون سا گناہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا ہے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کا کسی کو شریک ٹھہراؤ حالانکہ اسی نے تمہیں پیدا کیا ہے۔'' میں نے پوچھا اس کے بعد کون سا؟ فرمایا: ''اس کے بعد سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ تم اپنی اولاد کو اس خوف سے مار ڈالو کہ وہ تمہاری روزی میں شریک ہو گی۔'' میں نے پوچھا: اس کے بعد کون سا؟ فرمایا: ''اس کے بعد یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرو۔'' راوی نے بیان کیا کہ یہ آیت نبی کریم ﷺ کے فرمان کی تصدیق کے لیے نازل ہوئی ﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ﴾ ''اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود نہیں پکارتے اور جس جان کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے اسے قتل نہیں کرتے مگر حق کے ساتھ اور وہ زنا نہیں کرتے ہیں۔'' (فرقان:68) (بخاری:4761)

(7) سیدنا عبدالرحمن رضی اللہ عنہ اپنے باپ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں تمہیں گناہوں میں سب سے بڑے گناہ سے آگاہ نہ کروں؟'' (تین مرتبہ) آپ ﷺ نے فرمایا: ''(وہ گناہ یہ ہیں) اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی کرنا اور جھوٹی گواہی دینا یا فرمایا جھوٹی بات کہنا۔'' رسول اللہ ﷺ ٹیک لگائے ہوئے تھے تو آپ ﷺ بیٹھ گئے اور بار بار یہی فرماتے رہے یہاں تک کہ ہم نے (دل میں) کہا: ''کاش آپ ﷺ خاموشی اختیار فرماتے۔'' (مسلم:259)

(8) والدین کو گالی دینا بھی کبیرہ گناہ ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کبیرہ گناہوں میں سے ہے کہ کوئی شخص اپنے ماں باپ کو گالی دے۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: کیا کوئی آدمی اپنے ماں باپ کو گالی دے سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں! کوئی آدمی کسی کے باپ کو گالی دیتا ہے تو وہ اس کے باپ کو گالی دیتا ہے اور کوئی کسی کی ماں کو گالی دیتا ہے تو وہ اس کی ماں کو گالی دیتا ہے۔'' (مسلم:263)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(9)﴿نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ﴾ ''ہم تمہاری چھوٹی برائیاں تم سے دور کر دیں گے'' کبیرہ گناہوں سے اجتناب دو شرائط کے ساتھ صغیرہ کے لیے کفارہ بنتا ہے: (i) جب اجتناب قدرت اور ارادے سے ہو اور اللہ تعالیٰ کے خوف کے علاوہ کوئی چیز روکنے والی نہ ہو۔ (ii) فرائض قائم کرنے کے ساتھ کبیرہ گناہوں سے اجتناب ہو۔

(10) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پانچ نمازیں، جمعہ سے جمعہ تک اور رمضان سے رمضان تک گناہوں کا کفارہ ہیں جب کہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کیا جائے۔'' (مسلم:233)

(11) سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے جمعہ کے دن غسل کیا اور خوب پاکی حاصل کی اور تیل یا خوشبو استعمال کی، پھر جمعہ کے لیے چلا اور دو آدمیوں کے بیچ میں نہ گھسا اور جتنی اس کی قسمت میں تھی نماز پڑھی، پھر جب امام باہر آیا اور خطبہ شروع کیا تو خاموش ہو گیا، اس کے اس جمعہ سے دوسرے جمعہ تک کے تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے۔'' (بخاری:910)

(12)﴿وَنُدْخِلْكُمْ مُّدْخَلًا كَرِيْمًا﴾ ''اور تمہیں بڑی باعزت داخلے کی جگہ میں داخل کریں گے'' اللہ تعالیٰ گناہوں سے دور رہنے کے بدلے میں ایسی عزت کی جگہ داخل کریں گے کہ ان جنتوں کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔

سوال 2: کبیرہ گناہ کیسے معاف ہوتے ہیں؟

جواب: (1) کفارہ دینے سے، فدیہ دینے سے اور توبہ و استغفار کرنے سے اللہ تعالیٰ کبیرہ گناہ معاف فرماتے ہیں۔

(2) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: جب تک استغفار ہوتا رہے تو کبیرہ کبیرہ نہیں رہتا (بشرطیکہ استغفار سچے دل سے ہو) اور صغیرہ پر اصرار ہوتا رہے تو پھر وہ صغیرہ نہیں رہتا۔ (تفسیر انوار البیان:658/1)

﴿وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا

''اور تم اس چیز کی تمنا نہ کرو جو اللہ تعالیٰ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے مردوں کے لیے اس میں سے ایک حصہ ہے جو

اكْتَسَبُوْا ؕ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ؕ وَاسْـَٔلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ

انہوں نے محنت سے کمایا اور عورتوں کے لیے اس میں سے ایک حصہ ہے جو انہوں نے محنت سے کمایا اور اللہ تعالیٰ سے اُس کے فضل کا

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا﴾

سوال کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے'' (32)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سوال 1: اس آیت کا شانِ نزول کیا ہے؟

جواب: (1) ترمذی اور حاکم نے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: یارسول اللہ ﷺ! مرد جہاد کرتے ہیں اور ہم جہاد نہیں کر سکتے اور ہمیں وراثت بھی آدھی ملتی ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (ترمذی: 3022)

(2) ابن ابی حاتم نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! مرد کو عورت سے دوگنا حصہ ملتا ہے اور عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہے تو ہمارے عمل بھی کیا اسی طرح ہیں کہ اگر عورت کوئی نیکی کرے تو اسے آدھا ثواب ہے؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (لباب النقول: 259،258/1)

سوال 2: حرص و ہوس اور حسد کی جو ممانعت کی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿وَلَا تَتَمَنَّوْا ... عَلِيْمًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ﴾ "اور تم اس چیز کی تمنا نہ کرو جو اللہ تعالیٰ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے" اللہ تعالیٰ نے مسلمان کو اس بات سے منع فرمایا ہے کہ وہ تمنا کرے کہ اللہ تعالیٰ نے دوسروں کو جو دیا ہے وہ اسے مل جائے، اس لیے کہ اس طرح کی خواہش اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے عدم رضا کی دلیل ہے اور اگر اس خواہش کے ساتھ یہ تمنا بھی شامل ہو جائے کہ دوسروں سے اللہ تعالیٰ وہ نعمت چھین لے تو یہ حسد ہوگا، جس سے اللہ تعالیٰ نے سختی کے ساتھ منع فرمایا ہے۔ (تیسیر الرحمٰن: 256)

(2) دوسرے کے مال کی تمنا کرنا حسد ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے کوئی اپنے بھائی کے مال کی تمنا نہ کرے، وہ یہ کہے: اے اللہ! مجھے بھی رزق دے، اے اللہ! مجھے بھی اس کی طرح عطا فرما دے۔" (تفسیر طبری: 8/263، 264)

(3) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "آپس میں بغض نہ رکھو اور ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، پیٹھ پیچھے کسی کی برائی نہ کرو بلکہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو اور کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں کہ کسی بھائی سے تین دن سے زیادہ تک بات چیت بند کرے۔" (بخاری: 6076)

(4) حسد منع ہے تاہم رشک جائز ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: "رشک تو بس دو ہی آدمیوں پر ہو سکتا ہے، ایک تو اس پر جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کا علم دیا اور وہ اس کے ساتھ رات کی گھڑیوں میں کھڑا ہو کر نماز پڑھتا رہا اور دوسرا آدمی وہ جسے اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور وہ اسے محتاجوں پر رات دن خیرات کرتا رہا۔" (صحیح بخاری: 5025)

(5) ﴿لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ؕ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ﴾ "مردوں کے لیے اس میں سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایک حصہ ہے جوانہوں نے محنت سے کمایا اور عورتوں کے لیے اس میں سے ایک حصہ ہے جوانہوں نے محنت سے کمایا" اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا ہے کہ مرد ہو یا عورت ہر ایک کے لیے اپنے اپنے عمل ہیں یعنی ہر ایک کو اپنے اپنے عمل کی جزا یا سزا ملے گی۔

(6) جس کی نیت میں جتنا خلوص ہوگا اس کے مطابق اس کو اجر ملے گا۔

(7) مردوں اور عورتوں میں اعمال کے ثمرات میں مساوات ہے۔

(8) اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت دونوں میں الگ الگ صلاحیت ودیعت کی ہے اور ہر ایک کو اس کی صلاحیت اور محنت کے مطابق دنیاوی نعمتوں سے حصہ ملتا ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی رہنا چاہیے اور اس ایمان کے ساتھ زندہ رہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہی حکمتوں کو زیادہ جانتا ہے۔ (تیسیر الرحمٰن:256/1)

(9) یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں تقرب نیک اعمال سے ہے۔ مرد کو محض مرد ہونے کی وجہ سے عورت پر عمل میں فضیلت نہیں ہے اور عورت محض عورت ہونے کی وجہ سے نیک عمل کے ثواب سے محروم نہیں ہے، لہٰذا تم بجائے حسد کے اللہ تعالیٰ کا فضل طلب کرو۔ (دعوۃ القرآن)

(10) ﴿وَاسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ﴾ "اور اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کا سوال کرو" یعنی اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر جو فضیلت دی ہے اس کی آرزو نہ کرو کیونکہ آرزو کا کوئی حاصل نہیں اور فضیلت قطعی ہے۔ آرزوؤں سے فضیلت تمہارے پاس نہیں آسکتی۔ اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگو کیونکہ اللہ تعالیٰ دعا کو محبوب رکھتا ہے۔

(11) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کے نزدیک دعا سے زیادہ معزز و مکرم کوئی چیز (عبادت) نہیں۔" (ترمذی:3370)

(12) اللہ تعالیٰ سے دین و دنیا کے فضل کا سوال کرنا شرعاً واجب ہے اس کی دلیل یہی آیت ہے۔ ﴿وَاسْئَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ﴾ "اور اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کا سوال کرو۔"

(13) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو اللہ تعالیٰ سے سوال نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس پر غضب ناک ہوتا ہے۔" (ترمذی:3373)

(14) ﴿اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا﴾ "یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے" اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ کون اس کا مستحق ہے کہ اس کو دیا جائے اور کون یہ حق نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اس کے حق کے مطابق دیتا ہے۔

سوال 3: اسلام نے عورت کو جو حقوق دیئے، کیا عورت کی ڈیمانڈ پر دیئے ہیں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)اسلام نے انسانیت کے احترام میں عورت کو حقوق دیئے۔

(2)اس کے لیے عورتوں کو کوئی چارٹر آف ڈیمانڈ پیش نہیں کرنا پڑا۔

(3)عورتوں کو اپنے حقوق کے لیے الگ تنظیمیں قائم نہیں کرنی پڑیں۔(4)عورتوں کو بغاوت نہیں کرنی پڑی۔

سوال4: جدید تہذیب عورت کو جو حقوق دیتی ہے ان کی نوعیت کیا ہے؟

جواب:(1)جدید تہذیب عورت کو جو حقوق دیتی ہے ان میں بعض قوانین ایسے ہیں کہ سب سے بڑے مرد وارث کو تمام میراث کا حق دار سمجھتے ہیں۔(2)بعض قوانین یہ لازم کرتے ہیں کہ عورت جو مالی معاہدہ بھی کرے اس کی منظوری ولی کی طرف سے ازروئے قانون ضروری ہے۔(3)بعض قوانین بیوی کے لیے اپنی جائیداد کو استعمال کرنے کا حق اس وقت جائز کرتے ہیں جب شوہر اس کی منظوری دے۔یہ حقوق بھی عورت کو اس وقت ملے جب عورت نے خود اس کے حصول کے لیے تحریکیں چلائیں۔

سوال5:اسلام نے عورت کو جو حقوق دیئے اور جدید مغربی معاشرے میں عورت کو جو حقوق دیئے گئے ہیں ان کا موازنہ کریں؟

جواب: عورت کے حقوق میں موازنہ

اسلام میں عورت کے حقوق	جدید مغربی ممالک میں عورت کے حقوق
i۔اسلام نے مرد اور عورت کو قانون کے نقطۂ نظر سے مساوی حقوق دیئے ہیں۔	i۔قانون کی نظر میں مرد اور عورت برابر نہیں مثلاً بعض قوانین ایسے ہیں کہ عورت اپنی جائیداد استعمال کرتے ہوئے شوہر کی منظوری لینے کی پابند ہے جب کہ مرد عورت کا پابند نہیں۔
ii۔اسلام نے شہری حقوق میں مرد اور عورت کو برابر قرار دیا ہے۔اس سلسلے میں شادی شدہ اور غیر شادی شدہ میں کوئی فرق نہیں۔شادی کے بعد اس کا نام، قانونی اور شہری حیثیت برقرار رہتی ہے، اس کی شخصیت ختم نہیں ہوتی۔	ii۔عورت شادی ہوتے ہی اپنا اور اپنے خاندان کا نام کھو دیتی ہے اور اسے اس کے اپنے اور اس کے باپ کے نام سے نہیں شوہر کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔عورت کا نام ختم ہونے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ شادی کے بعد عورت کی شہری اور قانونی حیثیت ختم ہوگئی ہے اور وہ اپنے شوہر کی حیثیت میں گم ہوگئی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

iii۔عورت اپنے معاملات خود طے کرسکتی ہے۔اپنے معاملات میں ہر قسم کے فیصلے کرسکتی ہے مثلاً خرید وفروخت، رہن، ہبہ اور وصیت وغیرہ۔	iii۔عورت اپنے معاملات خود طے نہیں کرسکتی۔
iv۔عورت کی جائیداد اس کے شوہر کی جائیداد سے علیحدہ خود اس کی ملکیت ہوتی ہے۔نکاح کی وجہ سے اس کے حق ملکیت پر کوئی قید عائد نہیں ہوتی۔	iv۔شادی شدہ عورت اپنے معاملات خود طے نہیں کرسکتی۔ فرانس کے سول کوڈ کی دفعہ نمبر 17 میں یہ طے کیا جاتا ہے کہ مرد اور عورت کی ملکیت علیحدہ علیحدہ ہوگی۔اس کے باوجود وہ اپنی جائیداد ہبہ نہیں کرسکتی، نہ اس کی ملکیت منتقل کرسکتی ہے، نہ رہن رکھ سکتی ہے، اِلّا یہ کہ اس کا شوہر کسی معاہدے میں اس کے ساتھ شریک ہو یا یہ کہ وہ تحریری طور پر ان امور میں سے کسی امر کی اجازت دے۔
v۔شوہر کو کوئی قانونی اختیار نہیں ہوتا کہ وہ بیوی کی کوئی چیز اس کی اجازت کے بغیر حاصل کرے خواہ کم ہو یا زیادہ۔	v۔عورت شوہر کی اجازت کے بغیر اپنے مال سے بھی کچھ نہیں کرسکتی،عورت کی حیثیت عملاً ایک غلام اور ایک لونڈی سے کم نہیں۔
vi۔ اسلام نے عورت کی کمائی اور ملکیت کے اعتبار سے قدر و منزلت میں اضافہ کیا۔	vi۔اسلام کے ماسوا کسی اور نظام نے عورت کو مرد کے مساوی حقوق نہیں دیئے۔

﴿وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ۭ وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ

”اور ہر ایک کے لیے ہم نے وارث بنائے ہیں اس میں سے جو والدین اور قریبی رشتہ دار چھوڑ جائیں اور جن سے تم نے عہد

اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْھُمْ نَصِيْبَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا﴾ ع 5/8/2

باندھے ہوں اُنہیں اُن کا حصہ دے دو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر ہمیشہ سے حاضر ہے“ (33)

سوال 1:﴿وَلِكُلٍّ...وَالْاَقْرَبُوْنَ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:(1)﴿وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ﴾”اور ہر ایک کے لیے ہم نے وارث بنائے ہیں“ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

ہیں ﴿مَوَالِيَ﴾ سے مراد وارث ہیں۔(بخاری:4580)

(2) موالی سے عصبہ یعنی وہ وارث مراد ہیں جن کا حصہ قرآن وحدیث میں متعین نہیں یعنی جو ذوی الفروض کی عدم موجودگی میں میت کے وارث بنتے ہیں۔

(3) ﴿مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ﴾ ''اس میں سے جو والدین اور قریبی رشتہ دار چھوڑ جائیں'' یعنی والدین اور رشتہ داروں کے ترکہ میراث کے لیے ہم نے حق دار مقرر کر دیئے ہیں۔(المصباح المنیر :2/88)

سوال2: کیا میراث کا معاہدہ پورا کیا جائے گا، اس کی وضاحت ﴿وَالَّذِيْنَ ... شَهِيْدًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1) ﴿وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ﴾ ''اور جن سے تم نے عہد باندھے ہوں انہیں ان کا حصہ دے دو'' یعنی جن سے تم نے قسمیں کھا کر معاہدہ کیا ہے انہیں بھی میراث میں حصہ دو۔

(2) ابتدائے اسلام میں یہ حکم تھا بعد میں منسوخ ہو گیا تھا۔اب وفائے عہد باقی ہے میراث میں کچھ نہیں۔

(3) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: ﴿وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ﴾ کی تفسیر یہ ہے کہ شروع میں جب مہاجرین مدینہ آئے تو قرابت داروں کے علاوہ انصار کے وارث مہاجرین بھی ہوتے تھے اس بھائی چارہ کی وجہ سے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار کے درمیان کرایا تھا، پھر جب یہ آیت نازل ہوئی کہ ﴿وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ﴾ تو پہلا طریقہ منسوخ ہو گیا پھر بیان کیا کہ ﴿وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ﴾ سے وہ لوگ مراد ہیں، جن سے دوستی اور مدد اور خیر خواہی کی قسم کھا کر عہد کیا جائے۔لیکن اب ان کے لیے میراث کا حکم منسوخ ہو گیا ہاں البتہ اس کے لیے وصیت کی جا سکتی ہے۔(بخاری:4580)

(4) اہل عرب میں دوستی اور بھائی چارے کے معاہدے ہوتے تھے یوں لوگ ایک دوسرے کی میراث کے وارث بن جاتے تھے۔اسلام نے یہ واضح کر دیا کہ وراثت تو قرابت کے قاعدے کے مطابق تقسیم ہو گی البتہ اپنی زندگی میں انہیں کچھ دے سکتے ہو۔(5) ﴿اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر ہمیشہ سے حاضر ہے'' اللہ تعالیٰ اپنے علم کے ذریعے سے تمام امور کی، اپنی بصارت سے بندوں کی حرکات کی اور اپنی سماعت کے ذریعے تمام آوازوں کی خبر رکھتا ہے اس طرح وہ ہر چیز پر حاضر ہے۔

(6) اللہ تعالیٰ ہر چیز پر شہید ہے۔آپ کے کاموں میں سے کچھ بھی اس سے چھپا ہوا نہیں لہٰذا اس سے ڈرو، اس کی اطاعت کرو اور اس کی نافرمانی نہ کرو۔(ایسر التفاسیر:257)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا

''مرد عورتوں پر نگران ہیں اس وجہ سے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور اس وجہ سے کہ انہوں نے اپنے

مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ؕ

اموال میں سے خرچ کیا ہے۔ پس نیک عورتیں فرماں بردار ہیں، وہ عدم موجودگی میں بھی حفاظت کرنے والی ہیں اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ

وَالّٰتِيْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ

نے انہیں محفوظ رکھا، اور وہ عورتیں جن کی سرکشی سے تم ڈرتے ہو تو تم ان کو سمجھاؤ اور ان کو بستروں میں چھوڑ دو اور ان کو مارو،

فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا﴾

چنانچہ اگر وہ تمہاری اطاعت کریں تو ان کو (ستانے کی) کوئی راہ تلاش نہ کرو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہی بے حد بلند، بہت بڑا ہے'' (34)

سوال 1: ﴿قَوَّامُوْنَ﴾ ''نگران'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: (1) قوّام یا قیّم اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی فرد یا ادارے یا نظام کے معاملات کو درست حالت میں چلانے اور اس کی حفاظت و نگرانی کرنے اور اس کی ضروریات مہیا کرنے کا ذمہ دار ہو۔ (مترادفات)

(2) ﴿قَوَّامُوْنَ﴾ قوّام کی جمع ہے۔ ﴿قَامَ﴾ قِيَامٌ سے ہے۔ قیام کھڑا ہونے کو کہتے ہیں۔ قوّام کھڑا رکھنے والا۔ معاملے کی ذمہ داری کو پورا کرنے پر قادر۔ (المنجد)

(3) قَام کے بعد عَلٰی آتا ہے تو اس میں نگرانی، حفاظت، تولیت اور کفالت کا مفہوم آ جاتا ہے۔ (تدبر قرآن)

(4) اقام ہے ٹیڑھے کو سیدھا کرنا۔ (مترادفات القرآن)

(5) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: قوّام سے امیر مراد ہے یعنی مرد عورتوں پر امیر ہیں۔ (مختصر ابن کثیر: 316/1)

(6) مرد کی نگرانی کا مطلب (i) خاندانی نظام کے اندر ایک ذمہ داری ہے۔ (ii) عورت کی شخصیت کی نفی نہیں ہے۔ (iii) خاندان کے افراد کی حق تلفی نہیں۔ (iv) خاندان کے افراد کے فرائض کا خاتمہ نہیں ہے۔ (v) مرد کی نگرانی خاندانی نظام کی حفاظت اور بچاؤ کے لیے ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سوال2: مردوں کی قوامیت کی کیا وجوہات ہیں، اس کی وضاحت ﴿اَلرِّجَالُ ... اَمْوَالِهِمْ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) مردوں کی قوامیت کی دو وجوہات بیان کی گئی ہیں۔ ﴿بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ﴾ "اس وجہ سے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے" پہلی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے۔ یعنی وہبی فضیلت جس سے مراد اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ مردانہ قوت اور دماغی صلاحیت ہے۔ یہ پیدائشی طور پر دی گئی فضیلت ہے۔ مرد کی تخلیق اسی لحاظ سے ہوئی ہے۔ اس کی فطری خصوصیات اس بات کا مستحق بنا دیتی ہیں کہ وہ گھرانے کا نگران ہو اور خاندان میں بڑا ہو۔

(2) مرد کی بناوٹ اور عورت کی بناوٹ میں جو حیاتیاتی اور نفسیاتی فرق ہے اس میں قوامیت کی صلاحیتیں مرد کو دی گئی ہیں اور اطاعت کی صلاحیتیں عورت کو۔

(3) یہاں فضیلت سے مراد خصوصیات اور قوتیں ہیں۔ اس سے مراد شرف، کرامت اور عزت نہیں ہے۔

(4) ﴿وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ﴾ "اور اس وجہ سے کہ انہوں نے اپنے اموال میں سے خرچ کیا ہے" دوسری وجہ یہ ہے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کیے ہیں۔ یہ کسبی فضیلت ہے یعنی مردوں کی معاشی ذمہ داری ہے۔ مرد پورے گھرانے کے اخراجات کا ذمہ دار ہوتا ہے، نگرانی اور حفاظت کا ذمہ دار بھی۔ یہ دونوں خصوصیات ایسی ہیں جو مرد کی قوامیت کا سبب ہیں۔

سوال3: سربراہی کیوں ضروری ہے؟

جواب: (1) کسی بھی نظام کو درست حالت میں چلانے کے لیے۔

(2) کسی بھی نظام کی نگرانی کے لیے۔

(3) کسی نظام کی حفاظت کے لیے۔

(4) کسی نظام کی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے سربراہی ضروری ہے۔

سوال4: کسی بھی ادارے کی سربراہی اور اس کا انتظام کس کے سپرد کیا جاتا ہے؟

جواب: (1) کسی بھی ادارے کی سربراہی اور اس کا انتظام اہل ترین افراد کے سپرد کیا جاتا ہے۔

(2) انتظام ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں دیا جاتا ہے جو اپنے شعبے میں اچھی مہارت رکھتے ہوں۔

(3) انتظام ایسے افراد کے ہاتھوں میں دیا جاتا ہے جو اس شعبے کے بارے میں وافر معلومات رکھتے ہوں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4) انتظام ایسے افراد کے ہاتھوں میں دیا جاتا ہے جو تجربہ اور صلاحیت رکھتے ہوں مثلاً بینک، ملز، کمپنیز، یونیورسٹیوں اور تعلیمی اداروں کے سربراہ وغیرہ مہارت، معلومات، تجربہ اور صلاحیت کی بناء پر منتخب کئے جاتے ہیں۔

سوال 5: اسلامی نقطہ نظر سے خاندان کی کیا اہمیت ہے؟

جواب: (1) اسلامی نقطہ نظر سے انسان اس کائنات کا اہم ترین عنصر ہے۔

(2) خاندان انسانی زندگی کا ابتدائی ادارہ ہے۔

(3) خاندان انسان کی پوری زندگی پر اثر انداز ہوتا ہے۔

(4) خاندان کا ادارہ کائنات کی اہم ترین پیداوار نسل انسانی کی افزائش کا ذمہ دار ہے۔

سوال 6: اسلام خاندان کی تنظیم کرتے ہوئے کن اصولوں کو پیش نظر رکھتا ہے؟

جواب: (1) اسلام خاندان کی تنظیم انسان (مرد اور عورت) کی فطرت کو۔

(2) مرد اور عورت کی صلاحیت کو۔

(3) فرائض اور واجبات کو (جو مرد اور عورت پر عائد کئے گئے ہیں) دیکھتے ہوئے کرتا ہے۔

سوال 7: اسلام نے ذمہ داریوں کی تقسیم کس بنیاد پر کی ہے؟

جواب: اسلام نے مرد اور عورت پر ذمہ داریوں کی تقسیم "عدل" کی بنیاد پر کی ہے۔

سوال 8: اسلام نے عورت پر معاشی ذمہ داریوں کا بوجھ کیوں نہیں ڈالا؟

جواب: اسلام نے عورت کی حیا، اس کی عفت اور اس کے تقدس کے تحفظ کے لیے اسے معاشی ذمہ داریوں سے دور رکھا ہے۔

سوال 9: کیا اسلامی نقطہ نظر سے عورت کو سربراہی کا حق حاصل ہے؟

جواب: (1) اسلامی نقطہ نظر سے سربراہی حق نہیں ہے، ذمہ داری ہے اور جہاں ذمہ داریوں کی بات آتی ہے تو اسلام اس کی تقسیم فطری اعتبار سے کرتا ہے۔ اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ مرد کو اللہ تعالیٰ نے پیدائشی اعتبار سے ایسی صلاحیتیں دی ہیں جس کی وجہ سے وہ قوام ہے۔ اسی کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں نبی ﷺ نے فرمایا: "وہ قوم ہرگز فلاح نہیں پا سکتی جس نے اپنے امور ایک عورت کے سپرد کر دیئے۔" (صحیح بخاری: 4425)

(2) تمام بڑے بڑے منصب مردوں کے ساتھ مخصوص ہیں، نبوت، رسالت، اور بہت سی عبادات مثلاً جہاد، عیدین اور جماعت وغیرہ میں مردوں کو اختصاص حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مردوں کو وافر عقل، وقار، صبر اور وہ جفاکشی عطا کی ہے جو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عورتوں میں نہیں پائی جاتی۔(تفسیر سعدی:510/1)

سوال10: خاندان کی بنیاد جوڑے پر رکھی گئی، اس کے لیے قرآن حکیم سے کیا دلیل ملتی ہے؟

جواب: خاندان کی بنیاد جوڑے پر رکھی گئی، اس کی دلیل ہمیں قرآن حکیم سے ملتی ہے ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا﴾ ''اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کی بیوی پیدا کی۔'' (النساء:1)

سوال 11: مرد اور عورت جوڑا ہیں ان کے ملاپ میں اللہ تعالیٰ نے زندگی کے سارے راز (حکمتیں) رکھ دیے ہیں، ان حکمتوں کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) جسمانی راحت اور آرام۔(2) اعصابی ٹھہراؤ۔(3) روحانی اطمینان۔(4) نفسیاتی سکون۔

(5) برائی اور فحاشی سے بچنے کے لئے ڈھال۔(6) گناہوں سے بچاؤ کا سامان۔(7) نئی نسل کا وجود میں آنا۔

(8) زندگی کے اندر تسلسل۔(9) زندگی کے طریقوں کی ترقی کا راز۔(10) انسانی تربیت گاہ۔(11) محبت اور ہمدردی۔

سوال12: عورت کا فطری فریضہ کیا ہے؟

جواب: (1) عورت کا فریضہ یہ ہے کہ حاملہ ہو۔(2) وضع حمل کے بعد بچے کو دودھ پلائے۔

(3) بچے کی پرورش، نگہداشت اور تربیت کی ذمہ دار ہو۔

سوال13: اللہ تعالیٰ نے عورت کو فطری فرائض ادا کرنے کے لیے کون سی صلاحیتیں دی ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے عورت کو فطری فرائض ادا کرنے کے لیے یہ صلاحیتیں دی ہیں۔(1) نرمی۔(2) مہربانی۔

(3) جلدی جواب دینا۔(4) جلدی متاثر ہو جانا۔(5) جذباتیت۔

(6) نزاکت ولطافت۔یہ سب خصوصیات عورت کی شخصیت کی ساخت میں موجود ہیں۔

سوال14: مرد کا فطری فریضہ کیا ہے؟

جواب: (1) مرد کا فطری فریضہ یہ ہے کہ وہ خاندان کی تمام ضروریات کا کفیل ہو۔

(2) عورت اور بچے کی مدد اور حفاظت کا ذمہ دار ہو۔

سوال15: اللہ تعالیٰ نے مرد کو اپنے فطری فرائض ادا کرنے کے لیے کون سی خصوصیات عطا کی ہیں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے مرد کو اپنے فطری فرائض ادا کرنے کے لیے یہ خصوصیات عطا کی ہیں: (1) سخت جان اور مضبوطی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2) مرد جلدی متاثر نہیں ہوتا۔(3) کسی صورت حال کو قبول کرنے کے لیے جلد تیار نہیں ہوتا۔
(4) ہر کام سوچ سمجھ کر نتائج پر نظر رکھ کر انجام دیتا ہے۔(5) غور وفکر کرتا ہے۔

سوال 16: مرد اور عورت کی خصوصیات کا موازنہ کریں؟

جواب: (ماخوذ از سیکنڈ سکیل مادام بوائر 155/154)

مرد	عورت
1۔مسائل کو حل کرنے میں زیادہ بہتر ثابت ہوتے ہیں۔	1۔عورتوں کی سوچ میں جذباتیت غالب ہوتی ہے۔
2۔قوت اور بہادری میں زیادہ ہے۔	2۔عورت میں مرد کے مقابلے میں قوت اور بہادری کم ہوتی ہے۔
3۔مرد میں سختی، قوت اور عزیمت ہے۔	3۔عورت میں نزاکت، لطافت اور نرمی ہے۔
4۔مرد کسی بھی معاملے میں اقدام کا حوصلہ رکھتے ہیں۔	4۔عورت کے اندر اقدام کا حوصلہ مرد کے مقابلے میں بہت کم ہے۔
5۔مرد میں قائدانہ صلاحیتیں زیادہ ہوتی ہیں۔	5۔عورت میں قائدانہ صلاحیتیں مرد کے مقابلے میں زیادہ نہیں ہوتیں۔
6۔مرد مشکل اور محنت طلب کام کر سکتا ہے۔	6۔عورت مشکل اور محنت طلب کام عام طور پر کرنے سے گریز کرتی ہے۔
7۔مرد خوشی اور غم کی تصویر کشی عورت سے بہتر کرتا ہے (ادب، شاعری)	7۔خوشی اور غم زیادہ محسوس کرتی ہے۔تصویر کشی مرد سے بہتر نہیں کرتی۔
8۔دماغی ساخت میں فرق ہے۔مرد کا دماغ عورت کے دماغ سے 100 گرام زیادہ ہوتا ہے۔	8۔عورتوں کا دماغ مردوں کے مقابلے میں چھوٹا ہوتا ہے۔
9۔مرد مضبوط ہوتا ہے، اعصابی قوت زیادہ ہوتی ہے۔	9۔عورت کمزور ہوتی ہے، اعصابی قوت مرد کے مقابلے میں کم ہوتی ہے۔
ا۔پھیپھڑوں کی قوت زیادہ۔	ا۔پھیپھڑوں کی قوت کم۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲۔ بھاگنے میں تیز۔	۲۔ بھاگنے میں سست رفتار۔
۳۔ وزن زیادہ اٹھا سکتا ہے۔	۳۔ وزن کم اٹھا سکتی ہے۔
10۔ مرد میں عزم واستقلال پایا جاتا ہے جو منصوبوں کی تکمیل کے لیے ضروری ہے۔	10۔ عورت میں عزم واستقلال کا فقدان ہے۔
11۔ مرد پٹھوں کی قوت عورت سے 1/3 زیادہ رکھتا ہے۔	11۔ عورت کے پٹھوں کی قوت مرد کے مقابلے میں 1/3 کم ہوتی ہے۔
12۔ مرد جرأت مند ہوتا ہے۔	12۔ عورت میں جرأت کی کمی ہوتی ہے۔
13۔ مرد طبعاً آزاد منش ہوتا ہے۔	13۔ عورت طبعاً آزاد منش نہیں ہوتی۔
14۔ مرد کے لیے جوان ہوتے ہی مسائل نہیں ہیں۔	14۔ عورت کے جوان ہوتے ہی حیض، نفاس، حمل، زچگی کی تکالیف ہوجاتی ہیں۔ پھر اذیت ناک سردرد، متلی، چکر بلیڈنگ وغیرہ کے روگ لگے رہتے ہیں۔
15۔ مرد کا حافظہ عورتوں سے بہتر ہوتا ہے۔	15۔ عورت کا حافظہ مردوں سے کم تر ہے۔
16۔ مرد کی انتقامی صلاحیت زیادہ ہے۔	16۔ عورت کی انتقامی صلاحیت مردوں کے مقابلے میں کم ہے۔

سوال 17: کیا عورت کے اندر تضادات پائے جاتے ہیں؟

جواب: فرائیڈ نے میری بونا پارٹ کو ایک خط لکھا: تین سال کی تحقیق کے باوجود اس کا جواب مجھے نہیں مل سکا کہ آخر عورت کیا چاہتی ہے؟ وہ کیوں مجموعہ اضداد ہے۔ مثلاً

(1) آزادی کی پرستار مگر عدم تحفظ سے خوف زدہ۔ (2) حاکمانہ اختیار کی خواہاں مگر سکون وقرار مرد کے زیرِ سایہ ملے۔

(3) عزت کی حفاظت کے لیے جان کی بازی لگائے مگر زندگی کے عام حقائق سے سمجھوتہ کرلے۔

سوال 18: عورت کے اندر تضادات کیوں پائے جاتے ہیں؟

جواب: والٹر شوازنے اس کا جواب دیا ہے کہ ''عورت صرف ''دماغ'' ہی نہیں ''رحم'' بھی رکھتی ہے۔ کئی رشتوں میں منقسم ہے۔ وہ ایک ماں بھی تو ہے، اس کی سب سے بڑی کمزوری اس کا رحم ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 19: کیا عورت ٹریننگ کے بعد مرد والی ذمہ داریاں ادا کر سکتی ہے؟

جواب: عورت کی علمی اور عملی تربیت سے اس کی صلاحیت متاثر ہو گی جس کے لیے اسے پیدا کیا گیا اور تیار کیا گیا ہے۔ مثلاً بحیثیت ماں، فرائض کی ادائیگی کے قابل نہیں رہے گی۔

سوال 20: اگر عورت کو مرد کی سرپرستی حاصل نہ ہو تو وہ اپنے آپ کو کیسا سمجھتی ہے؟

جواب: محروم، ناقص اور بدحال۔ عورت کی فطرت میں ہے کہ کوئی اس کا سرپرست اور حاکم ہو۔

سوال 21: مرد اور عورت میں فرق کس اعتبار سے ہے؟

جواب: مرد اور عورت میں فرق دنیا کے انتظام کے اعتبار سے ہے۔

سوال 22: اللہ تعالیٰ کے ہاں مرد اور عورت کا مقام کیا ہے؟

جواب: (1) انسانیت میں دونوں برابر ہیں۔ (2) اللہ تعالیٰ نے انسانی جان کو قابل عزت بنایا ہے۔ (3) مرد اور عورت کو اپنے اپنے اعمال کی جزا ملے گی۔ (4) اللہ کے قانون میں جیسے مرد ملکیت رکھ سکتا ہے، عورت بھی رکھ سکتی ہے۔ (5) مرد میراث کا حق رکھتا ہے۔ عورت بھی رکھتی ہے۔ (6) مرد قانونی شخصیت ہے، عورت علیحدہ قانونی شخصیت ہے۔

سوال 23: بہترین مرد کون ہے؟

جواب: بہترین مرد وہ ہے جو اپنی برتر حیثیت کی بناء پر اس حقیقت کو بھول نہ جائے کہ اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ برتر ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے بہترین وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے حق میں بہتر ہے اور میں اپنی عورتوں کے لیے سب سے بہتر ہوں۔'' (سلسلہ احادیث صحیحہ: 1955)

سوال 24: نیک خواتین کی خصوصیات کی وضاحت ﴿فَالصّٰلِحٰتُ ... حَفِظَ اللّٰهُ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ﴾ ''پس نیک عورتیں فرماں بردار ہیں'' نیک عورتیں اپنے شوہروں کی مطیع ہوتی ہیں۔ (تفسیر جامع البیان: 5/70)

(2) ﴿حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ﴾ ''وہ عدم موجودگی میں بھی حفاظت کرنے والی ہیں اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں محفوظ رکھا'' وہ (شوہروں کی) عدم موجودگی میں بھی اللہ تعالیٰ کی حفاظت کی وجہ سے شوہر کی عزت اور حقوق کی حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں۔

(3) نیک عورتیں: (i) اپنی ذات کو کسی کی نظروں کا شکار نہیں ہونے دیتیں۔ (ii) اپنی عصمت اور عزت کو نہیں لٹاتیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4) مرد عورت کو کسی ایسے فعل کے ارتکاب کی اجازت نہیں دے سکتا جس کی حفاظت کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔

(5) مرد برا نہ منائے تب بھی عورت کو ایسے افعال کے ارتکاب کی اجازت نہیں۔ عورت پر فرض ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حدود میں اپنی حفاظت کرے۔

(6) وہ خلوت کے معاملات کو خاص طور پر ازدواجی زندگی کے معاملے کو کسی پر ظاہر نہیں کرتیں اگرچہ کوئی کتنا ہی قریبی ہو اور اس سے اپنی حفاظت کرتی ہیں کہ کوئی ہاتھ انہیں چھوئے یا کوئی آنکھ انہیں دیکھے یا کسی کی بات کو سنیں۔ (تفسیر مراغی:206/2)

(7) اس سے وہ اپنے شوہروں کی اطاعت کرنے والی ہیں حتیٰ کہ وہ ان کی عدم موجودگی میں بھی ان کی اطاعت کرتی ہیں۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی حفاظت اور اس کی توفیق سے ہے ان کی طرف سے کچھ بھی نہیں، کیونکہ نفس تو ہمیشہ برائی کا حکم دیتا ہے مگر جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو رنج میں ڈالنے والے دینی اور دنیاوی امور میں اس کے لیے کافی ہو جاتا ہے۔ (تفسیر سعدی) (8) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جو عورتیں اونٹوں پر سوار ہیں (عرب عورتیں) ان میں سب سے بہتر قریش کی نیک عورتیں ہیں جو بچوں پر ان کی چھوٹی عمر میں بہت زیادہ شفقت کرنے والی ہوتی ہیں اور شوہر کے مال کی خوب حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں۔'' (بخاری:760/2)

(9) بہترین عورت وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے تخلیقی منصوبے میں خود کو شامل کرتے ہوئے مرد کی برتری تسلیم کر لے۔

(10) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا: عورتوں میں اچھی عورت کون سی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ عورت جو اپنے شوہر کو جب وہ اسے دیکھے خوش کر دے، جب وہ کسی کام کا اسے حکم دے تو (خوش اسلوبی سے) اسے بجا لائے، اپنی ذات اور اپنے مال کے سلسلے میں شوہر کی مخالفت نہ کرے کہ اسے برا لگے۔'' (نسائی:3233)

(11) سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب عورت پانچوں نمازیں ادا کرے، ماہ رمضان کے روزے رکھے، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے اور اپنے خاوند کی اطاعت کرے تو وہ جنت کے جس دروازے سے داخل ہونا چاہے داخل ہو جائے۔'' (ھدایہ الرویہ:3190، احمد:191/1)

(12) سیدنا طلق بن علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب مرد بیوی کو اپنی ضرورت کے لیے بلائے تو اسے چاہیے کہ فوراً حاضر ہو جائے خواہ تنور پر (روٹی ہی پکا رہی) ہو۔'' (جامع ترمذی:1160)

(13) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب شوہر اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ آنے سے (ناراضگی کی وجہ سے) انکار کر دے تو فرشتے صبح تک اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔'' (بخاری:5193)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(14) سیدنا حصین بن محصن رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے میری پھوپھی نے بتایا کہ میں کسی کام سے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ ﷺ نے پوچھا: ''یہ کون عورت (آئی) ہے؟ کیا شوہر والی ہے؟'' میں نے عرض کیا: جی ہاں پھر آپ ﷺ نے دریافت کیا: ''تیرا اپنے شوہر کے ساتھ کیسا رویہ ہے؟'' میں نے عرض کیا: میں نے کبھی اس کی اطاعت اور خدمت کرنے میں کسر نہیں چھوڑی سوائے اس چیز کے جو میرے بس میں نہ ہو۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اچھا یہ بتاؤ اس کی نظر میں تم کیسی ہو؟ یاد رکھو! وہ تمہاری جنت اور جہنم ہے۔'' (احمد، طبرانی، حاکم، بیہقی) (صحیحہ: 2612)

(15) سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: ''دو آدمی ایسے ہیں جن کی نماز ان کے سروں سے تجاوز نہیں کرتی، ایک ایسا غلام جو اپنے مالکوں سے بھاگ گیا ہو حتیٰ کہ وہ واپس لوٹ آئے اور دوسری وہ عورت جو اپنے شوہر کی نافرمان ہو حتیٰ کہ وہ (اطاعت و فرمانبرداری کی طرف) لوٹ آئے۔'' (صحیح الترغیب: 1948)

(16) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اگر میں کسی کو کسی کے لیے سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔'' (ترمذی: 1159)

سوال 25: نشوز سے کیا مراد ہے اور اس کی اصلاح کے لیے کیا طریقہ اختیار کیا جائے گا، اس کی وضاحت ﴿وَالّٰتِیْ ... وَاضْرِبُوْهُنَّ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ﴾ ''اور وہ عورتیں جن کی سرکشی سے تم ڈرتے ہو'' (i) نشیزہ: اس سواری کو کہتے ہیں جس کی پیٹھ پر سوار یا زین نہ رہ سکے۔ (ii) نشوز کا مطلب ہے عورت کا اپنے شوہر سے بغض رکھنا۔

(iii) عورت کا اپنے شوہر کا نافرمان ہونا اور اس کو اپنے لئے جائز سمجھنا۔ (vi) عورت کا شوہر سے ناموافقت رکھنا، نباہ نہ کرنا۔ (v) عورت کا اپنے شوہر کے مقابلے میں سرکشی اختیار کرنا۔

(2) نشوز کا لغوی معنی بلندی یا ارتفاع، اٹھان اور ابھار کے ہیں۔ خصوصاً جب کسی چیز میں یہ اٹھان تحرک اور ہیجان کا نتیجہ ہو مثلاً عورت اپنے خاوند کو اپنا ہمسر یا اس کی سربراہی کو اپنے لیے توہین سمجھ کر اسے تسلیم نہ کرتی ہو۔ اس کی اطاعت کی بجائے اس سے کج بحثی کرتی ہو۔ خندہ پیشانی سے پیش آنے کی بجائے بدخلقی سے پیش آتی ہو اور سرکشی پر اتر آتی ہو۔ بات بات پر ضد اور ہٹ دھرمی دکھاتی ہو یا مرد پر ناجائز تہمتیں لگاتی ہو۔ یہ باتیں نشوز کے معنی میں داخل ہیں۔ (تیسیر القرآن: 1/397,398)

(3) عورت کی سرکشی کا انجام یہ ہوتا ہے کہ: (i) خاندان ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو جاتا ہے۔ (ii) نسل انسانی کی تیاری اور تربیت کا کام ختم ہو جاتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4) نشوز کی اصلاح کے لیے یہ طریقہ اختیار کیا جائے گا کہ اس کے آثار ظاہر ہوتے ہی تدارک کیا جائے۔

(5) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ﴾ ''اور وہ عورتیں جن کی سرکشی سے تم ڈرتے ہو تو تم ان کو سمجھاؤ'' یہ پہلی دوا ہے کہ عورتوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراؤ اور نصیحت کرو ایسے کلام سے جو سخت دلوں کو نرم کر دے اور نفرت کرنے والی طبیعت میں رغبت پیدا ہو جائے۔ (الاساس فی التفسیر: 1054/2)

(6) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: انہیں اللہ تعالیٰ کی کتاب کی نصیحت کرو۔ (ابن ابی حاتم: 942/3)

(7) یعنی انہیں اس طرح کی بات کرو کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو، اس بات کو جان لو کہ آپ پر میری اطاعت فرض ہے، اور میری نافرمانی کرنے پر اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرو، یہ اس لیے کہ شوہر کا حق ادا کرنا اور اس کی اطاعت کرنا آپ پر واجب ہے، اللہ تعالیٰ نے شوہر کی نافرمانی کو حرام کیا ہے اور شوہر کو یہ فضیلت مال خرچ کرنے کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ نے دی ہے۔ (تفسیر قاسمی: 132/5)

(8) وعظ سے مراد ناصحانہ گفتگو ہی نہیں، بلکہ مشفقانہ برتاؤ بھی ہے یعنی اپنے قول و فعل کے لحاظ سے عورت کے لیے اس درجہ محبوب و دل پسند بننے کی کوشش کرو کہ لامحالہ متاثر ہو کر تمہارے بلند اخلاق اسے مجبور کر دیں کہ وہ اپنی غلطی کو محسوس کرے۔ (سراج البیان: 198/1)

(9) عورت کی جانب سے سرکشی شروع ہوتے ہی اسلام مرد کو: (i) فوراً معاہدہ نکاح توڑنے سے۔ (ii) سرکشی اور نفرت کے سامنے ہتھیار ڈالنے سے روکتا ہے۔

(10) ﴿وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ﴾ ''اور ان کو بستروں میں چھوڑ دو'' یہ دوسری دوا ہے، جب وعظ و نصیحت بیکار ہو جائے۔ جب عورت خود سری کی زد میں ہو، جب عورت اپنے شوہر کو خاطر میں نہ لائے اور مرد اپنی فطری خواہشات پر قابو پا کر عورت کی فطری کشش کا مقابلہ کرے تو وہ عورت کے مؤثر ترین ہتھیار کو کند کر دیتا ہے۔ مرد قوت کا اظہار کرتا ہے تو عورت ہتھیار ڈال دیتی ہے۔

(11) خواب گاہوں سے علیحدہ کرنے کے آداب یہ ہیں: (i) خواب گاہ کے علاوہ عورت کے ساتھ دوسرے تعلقات بحال رہیں۔ (ii) بچوں پر میاں بیوی کے درمیان ہونے والی کشیدگی کا اظہار نہ ہو۔ (iii) غیروں کے سامنے جدائی یا کشیدگی نہ ہو جس کی وجہ سے عورت کی عزت نفس مجروح ہو۔ (iv) یاد رکھنا چاہیے کہ خواب گاہ سے علیحدگی کا مقصد عورت کو سرکشی سے روکنا ہے، اس کی تذلیل نہیں۔

(12) ﴿وَاضْرِبُوْهُنَّ﴾ ''اور ان کو مارو'' یہ تیسری دوا ہے، اللہ تعالیٰ نے مارنے کا حکم دیا اور اس کے لیے شرائط عائد کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ مارا صلاح کے لیے ہو، مار میں بھی مرد کی طرف سے ہمدردی اور محبت ہو۔

(13) عورت کو مارنے کی اجازت اس وقت ہے: (i) جب وعظ و نصیحت کام نہ دے۔ (ii) خواب گاہوں میں علیحدگی بھی مفید ثابت نہ ہو۔ (iii) جب بگاڑ خطرناک سطح تک پہنچ جائے۔

(14) (i) مار کا مقصد عورت کو سزا دینا نہیں ہے۔ (ii) مار کا مقصد عورت سے انتقام لینا نہیں ہے۔ (iii) مار کا مقصد غصے کو ٹھنڈا کرنا نہیں ہے۔ (iv) یہ مار ذلت، توہین اور حقارت کے لیے نہیں ہے۔ عورت کی فطرت میں داخل ہے کہ وہ ہر چیز برداشت کر سکتی ہے بجز اپنے محبوب کے غصہ کے اور اگر اس پر بھی تبدیلی نہ ہو تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ بالکل عام عورت ہے۔ اس لیے عامیانہ سلوک کی مستحق ہے۔ اسے پیٹنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں مگر یہ تیسرا درجہ ہے۔ (تفسیر سراج البیان: 198/1)

(15) سرکش عورت کو مارنے کی شرائط یہ ہیں: (i) چہرے پر نہ مار سکتا ہے نہ چہرے کو بگاڑ سکتا ہے۔

(ii) ایسی مار نہیں مار سکتا جس سے جسم پر کوئی نشان پڑ جائے۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انہوں نے نبی ﷺ سے دریافت کیا کہ عورت کا مرد پر کیا حق ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر اسے کھانے کی ضرورت ہو تو اسے دیا جائے، کپڑے کی ضرورت ہو تو پہنایا جائے، چہرے پر نہ مارا جائے، نہ چہرے کو بگاڑا جائے، اس کو صرف گھر کے اندر خواب گاہ سے علیحدہ کیا جائے۔'' (سنن ابوداؤد: 2144)

(16) سیدنا عبداللہ بن زمعہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم میں کوئی شخص اپنی بیوی کو غلاموں کی طرح نہ مارے کہ پھر دوسرے دن اس سے ہمبستر ہوگا۔'' (صحیح بخاری: 5204)

(17) اس پر بھی سب کا اتفاق ہے کہ یہ مار بالکل ہلکی قسم کی ہو، ایسی نہ ہو جس سے چوٹ زیادہ آجائے یا جس سے رفیق زندگی کی توہین لازم آتی ہو، بلکہ مفسر صحابی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تو یہ منقول ہے کہ یہ مار مسواک جیسی ہلکی پھلکی چیز سے ہو۔ (تفسیر ماجدی: 733,732/1)

(18) نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی بندیوں کو نہ مارو۔'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ آئے تو انہوں نے عرض کیا: عورتیں تو مردوں پر جری ہو گئی ہیں تو آپ ﷺ نے انہیں مارنے کی اجازت دے دی۔ اس کے بعد نبی ﷺ کی ازواج مطہرات کے پاس بہت ساری عورتیں آئیں اور اپنے مردوں کے خلاف شکایت کی اس پر نبی ﷺ نے فرمایا: ''محمد ﷺ کی ازواج کے پاس بہت سی عورتیں اپنے شوہروں کے خلاف شکایت لے کر آتی ہیں جو لوگ یہ کام کرتے ہیں وہ تم میں سے اچھے لوگ نہیں۔'' (ابوداؤد: 2146) (19) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے کسی خادم یا عورت کو کبھی نہیں مارا۔ (ابوداؤد: 4786)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 26: اسلام نے عورت کی سرکشی کی بیماری کے علاج کے لیے جو اقدامات روا رکھنے کا حکم دیا ہے، ان کی کیا حکمت ہے؟

جواب: اسلام نے یہ اقدامات اس لیے روا رکھے ہیں تا کہ سرکشی کی بیماری کا علاج کیا جائے قبل اس کے کہ یہ حد سے گزر جائے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''عورتوں کے حق میں وصیت قبول کرو۔ عورت پسلی کی ہڈی سے پیدا کی گئی ہے اور پسلی میں اوپر کا حصہ زیادہ ٹیڑھا ہے، اگر اسے سیدھا کرنا چاہو گے تو توڑ دو گے اور اگر اسے چھوڑ دو گے تو برابر ٹیڑھی رہے گی۔ پھر عورتوں کے حق میں وصیت قبول کرو۔'' (صحیح مسلم:3644)

سوال 27: جب عورت اطاعت کرے تو اس صورت میں کیا حکم ہے، اس کی وضاحت ﴿فَاِنْ... كَبِيْرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا﴾ ''چنانچہ اگر وہ تمہاری اطاعت کریں تو ان کو (ستانے کی) کوئی راہ تلاش نہ کرو'' جب عورت اطاعت کے لیے آمادہ ہو تو سب ذرائع جن سے اصلاح مقصود ہے رک جائیں گے۔ اطاعت ڈنڈے کی اطاعت نہ ہو کیونکہ اس سے مضبوط خاندان وجود میں نہیں آتا۔

(2) سیدنا عمرو بن احوص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھا (آپ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا) اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا فرمائی اور لوگوں کو وعظ و نصیحت کی انھوں نے حدیث میں پورا واقعہ بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''خبردار! تم عورتوں سے بھلائی کرو وہ تمہارے پاس قید ہیں تم سوائے اس کے ان کی کسی چیز کے مالک نہیں ہو مگر یہ کہ وہ واضح اور کھلی بے حیائی کریں۔ اگر وہ ایسا کرتی ہیں تو ان کے بستروں سے الگ ہو جاؤ اور انھیں ضرب لگاؤ اور مار ایسی مارو جو ظاہری نہ ہو۔ اگر وہ تمہاری فرماں برداری کرتی ہیں تو ان پر کوئی راستہ تلاش نہ کرو۔ خبردار! تمہارا عورتوں پر اور عورتوں کا تم پر حق ہے۔ تمہارا ان پر حق یہ ہے کہ وہ ایسے آدمیوں کو گھروں میں نہ آنے دیں جن کو تم ناپسند کرتے ہو اور نہ ایسے لوگوں کو تمہارے گھروں میں آنے کی اجازت دیں جن کا آنا تمہارے لیے ناگوار ہے۔ خبردار! بیویوں کا تم پر حق ہے کہ ان سے خوراک اور لباس کے بارے میں اچھا سلوک کرو۔'' (جامع ترمذی:1163)

(3) ﴿فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا﴾ ''تو ان کو (ستانے کی) کوئی راہ تلاش نہ کرو'' راہ تلاش نہ کرنے سے مراد یہ ہے کہ تنگ نہ کرو، مار پیٹ نہ کرو، طلاق نہ دو۔

(4) ﴿اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہی بے حد بلند، بہت بڑا ہے'' اگر عورت کے جھک جانے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پر بھی مرد انتقامی کاروائی کرتا ہے تو اس میں اللہ تعالیٰ فریق ہے جو بہت بلند اور بہت بڑا ہے۔

(5) اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس کی صفات کی وجہ سے سر جھک جائیں اور بغاوت اور سرکشی کے جذبات ٹھنڈے پڑ جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے علی اور کبیر ہونے کا شعور اس لیے دلایا ہے تا کہ جو مرد اپنے آپ کو عورت سے بڑا سمجھتے ہوئے ظلم کرتے ہیں وہ ظلم سے باز آ جائیں، اگر وہ عورت سے بڑے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان سے بڑا ہے، اگر وہ کمزوروں پر ناحق ظلم کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان سے انتقام لے گا۔

﴿وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ

"اور اگر تم ان دونوں کے درمیان مخالفت سے ڈرو تو ایک منصف شوہر کے رشتہ داروں میں سے اور ایک منصف بیوی کے رشتے داروں

اَهْلِهَا ۚ اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ

میں سے مقرر کر دو، اگر دونوں اصلاح کا ارادہ رکھیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے درمیان موافقت پیدا کر دے گا بلاشبہ اللہ تعالیٰ

كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا﴾

ہمیشہ سے ہی سب کچھ جاننے والا، ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے" (35)

سوال: نکاح کے ٹوٹنے کا خطرہ لاحق ہو جائے تو اسلام کیا حکم دیتا ہے، اس کی وضاحت ﴿وَاِنْ خِفْتُمْ ... خَبِيْرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا﴾ "اور اگر تم ان دونوں کے درمیان مخالفت سے ڈرو تو ایک منصف شوہر کے رشتہ داروں میں سے اور ایک منصف بیوی کے رشتے داروں میں سے مقرر کر دو" اس آیت میں شوہر اور بیوی کی نفرت اور بیزاری کا ذکر ہے کہ اگر نفرت اتنی بڑھ جائے کہ اس سے نکاح کے ٹوٹنے کا خطرہ لاحق ہو تو اسلام یہ حکم دیتا ہے کہ خاندانی پنچائیت بٹھائی جائے جس میں ایک ثالث مرد کی مرضی کا مقرر ہو، ایک ثالث عورت کی مرضی کا مقرر ہو۔ دونوں ثالث مصالحت کرانے کی کوشش کریں۔

(2) اسلامی نقطہ نظر سے ثالثوں کا کردار یہ ہونا چاہئے کہ: (i) مقصد مصالحت کروانا ہو۔ (ii) ٹھنڈے ماحول میں جمع ہوں۔ معاشی حالات و مفادات کو نظر انداز کر دیں۔ زوجین کے خاندانوں کی شہرت اور عزت کا خیال رکھیں۔

(iii) سر جوڑ کر بیٹھیں اور دونوں کے معاملے میں غور کریں، ذاتی میلانات کو سامنے نہ رکھیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(iv) مصلحت کے تحت جو مناسب ہو عمل میں لائیں خواہ ملاپ کرا دیں یا تفریق۔

(3) ثالث مقرر کرنے والا کون ہے، اللہ تعالیٰ نے اس سوال کا جواب مبہم رکھا ہے۔ (i) زوجین خود ہی اپنے رشتہ داروں میں سے کسی کا انتخاب کر سکتے ہیں۔ (ii) دونوں خاندانوں کے بزرگ مداخلت کر کے پنچائیت مقرر کر سکتے ہیں۔

(4) ان ثالثوں کو ملانے اور جدا کرنے کے پورے اختیارات ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ثالث قرار دیا ہے انہیں اپنا فیصلہ صادر کرنا ہے خواہ کوئی راضی ہو یا ناراض۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ثالث مقرر کرتے ہوئے عدالت کی طرف سے انہیں حاکمانہ اختیارات دے دیئے تھے۔

(5) ﴿اِنْ يُّرِيْدَآ اِصْلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيْنَهُمَا﴾ ''اگر دونوں اصلاح کا ارادہ رکھیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے درمیان موافقت پیدا کر دے گا'' اگر وہ دونوں صدق دل سے اصلاح کرنا چاہیں، تو دونوں کا رابطہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے تحت ہو جائے گا۔

(6) ﴿اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا خَبِيْرًا﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہی سب کچھ جاننے والا، ہر چیز کی خبر رکھنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنے علیم ہونے کا شعور دلایا ہے کہ حکم شوہر اور بیوی میں اصلاح کروانا چاہتے ہیں یا نہیں، اللہ تعالیٰ کو پوری طرح علم ہے۔

(7) اللہ تعالیٰ نے اپنے خبیر ہونے کا شعور دلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں کے اور ان کے علاوہ لوگوں کے حالات کی پوری خبر رکھتا ہے، اس سے کچھ بھی چھپا ہوا نہیں ہے، ان پر نگہبان ہے یہاں تک کہ وہ انہیں احسان پر جزا دے گا اور برائی پر بخشش یا عذاب دے گا۔

(8) اللہ تعالیٰ نے خاندانی معاملات کی درستگی کے لیے عورت کی چڑھائی اور مرد کے اصلاح کے طریقے اختیار کرنے پر یہ شعور دلایا ہے کہ تمہارے تمام معاملات خواہ آپس کے ہوں، حَکَم بنانے کے ہوں، مار پیٹ کے، دلی معاملات ہوں یا علیحدگی اختیار کرنے کے، اللہ تعالیٰ ان کا علم بھی رکھتا ہے اور اسے اس کی خبر بھی ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کے علم اور اس کی خبر کی وجہ سے عورتوں کے معاملات میں اس سے ڈر کر رہو۔

﴿وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِي الْقُرْبٰى

''اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک نہ بناؤ اور والدین کے ساتھ احسان کرو اور رشتہ داروں

وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور یتیموں اور مسکینوں اور رشتہ دار ہمسایوں اور اجنبی ہمسایوں اور پہلو کے ساتھی اور مسافر کے ساتھ اور (ان کے ساتھ)

ابْنِ السَّبِيْلِ ۙ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا ﴾

جن کے مالک تمہارے دائیں ہاتھ ہوئے ہیں، یقیناً اللہ تعالیٰ ایسے شخص سے محبت نہیں کرتا جو اکڑنے والا فخر کرنے والا ہو" (36)

سوال 1: انسانی زندگی کی اصلاح کے لیے ان آیات میں کیا پروگرام دیا گیا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے انسانی زندگی کی اصلاح کے لیے یہ احکامات دیئے ہیں:

(i) اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ (ii) والدین سے حسنِ سلوک کرو۔

(iii) رشتہ داروں سے حسنِ سلوک کرو۔ (iv) یتیموں اور مسکینوں سے حسن سلوک کرو۔ (v) رشتہ دار پڑوسی سے حسن سلوک کرو۔

(vi) اجنبی ہمسایہ سے حسن سلوک کرو۔ (vii) پہلو کے ساتھی سے حسن سلوک کرو۔ (viii) مسافر سے حسن سلوک کرو۔

(ix) لونڈی غلاموں سے حسنِ سلوک کرو۔

(2) اللہ تعالیٰ نے پانچ کاموں سے روکا ہے۔ (i) اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ (ii) بڑائی پر فخر نہ کریں۔

(iii) بخل نہ کریں۔ (iv) اللہ کے فضل کو نہ چھپائیں۔ (v) ریاکاری نہ کریں۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ کی عبادت کے حکم کی وضاحت ﴿وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاعْبُدُوا اللّٰهَ﴾ "اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو" اللہ تعالیٰ نے صرف اپنی عبادت کا حکم دیا ہے یعنی شرک سے روکا ہے اس لیے کہ اسی نے پیدا کیا، وہی رزق دینے والا ہے، وہی ہر حال میں فضل و کرم کرنے والا ہے، اس لیے لوگوں کا فرض ہے کہ وہ اسی کی عبادت کریں اور اس کی مخلوق میں سے کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں۔

(2) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: قرآن حکیم میں جہاں بھی عبادت کا حکم ہے اس سے مراد توحید ہے۔ (تفسیر سمرقندی: 301/1)

(3) عبادت سے مراد اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص کے ساتھ ظاہری اور باطنی، پوشیدہ اور اعلانیہ خضوع اور حوالگی ہے۔

(4) اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کا حکم اس لیے دیا ہے کہ اس نے ہمیں اپنے لیے پیدا کیا اور عبادت کو ہماری زندگی کا مقصد ٹھہرایا تاکہ محبت اور تعظیم کے ساتھ ہم قلب اور قالب سے اللہ تعالیٰ سے جڑ جائیں۔ ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾ "اور میں نے جنوں اور انسانوں کو پیدا کیا ہے تاکہ وہ میری عبادت کریں۔" (الذاریات: 56)

(5) ﴿وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا﴾ "اور اس کے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک نہ بناؤ" پہلا حکم اور پہلا واجب اللہ تعالیٰ کی معرفت، اس کی توحید، اس کی اطاعت اور اس کی الوہیت میں کسی کو شریک نہ کرنا اور اس کی ربوبیت میں کسی بشر یا پتھر یا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کسی مادی، غیر مادی چیز کو شریک نہ کرنا ہے۔ (الاساس فی التفسیر: 2/1059)

(6) مشرکین عرب بتوں کی بندگی کرتے تھے اور انہیں اپنے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان واسطہ بناتے تھے جیسا کہ رب العزت کا فرمان ہے۔ ﴿وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِندَ اللَّهِ ۚ قُلْ أَتُنَبِّئُونَ اللَّهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ ۚ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾ ''اور وہ اللہ تعالیٰ کے ماسوا ان کی عبادت کرتے ہیں جو نہ ہی انہیں نقصان دے سکتے ہیں اور نہ ہی انہیں فائدہ پہنچا سکتے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ لوگ ہمارے سفارشی ہیں۔ آپ کہہ دیں کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کو اس بات کی خبر دیتے ہو جسے نہ وہ آسمانوں میں جانتا ہے اور نہ زمین میں؟ پاک ہے وہ اور بے حد بلند ہے اس سے جو وہ شریک بناتے ہیں۔'' (یونس: 18)

(7) شرک سب سے بڑا گناہ ہے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے پوچھا، یا (آپ نے یہ فرمایا کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون سا گناہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم اللہ تعالیٰ کا کسی کو شریک ٹھہراؤ حالانکہ اسی نے تمہیں پیدا کیا ہے۔'' (بخاری: 4761)

(8) ﴿وَلَقَدْ أُوحِيَ إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكَ ۖ لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً آپ کی طرف اور آپ سے پہلے لوگوں کی طرف وحی کی گئی کہ اگر آپ نے شرک کیا تو یقیناً ضرور آپ کا عمل ضائع ہو جائے گا اور آپ ضرور خسارہ اُٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔'' (الزمر: 65)

(9) سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کر، خواہ تجھے مار ڈالا جائے اور جلا دیا جائے۔'' (مسند احمد: 5/238)

(10) جو شرک سے بچنا چاہتا ہے اس کے لیے راستہ کھل جاتا ہے۔ آپ مکہ والوں کی مثال دیکھیے کیا سیدنا بلال حبشی رضی اللہ عنہ کے لیے راستے نہیں کھلے تھے؟ جنت کے راستے کھل گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کی چاپ سے آگے آگے اس بلال حبشی رضی اللہ عنہ کی چاپ ہے جس کو مکہ میں تپتی ہوئی ریت پر لٹایا جاتا تھا۔ بلال کو قید کرنا چاہا تھا! وہ قید نہیں ہوا، وہ کسی کا غلام نہیں بنا، اس نے احد احد پکارا تھا تو وہ احد احد جنت میں اس کو کہاں مقام دلا گیا!

(11) پھر درّہ کو دیکھیے جو ابولہب کی بیٹی تھی۔ ابولہب نے اسے قید کرنا چاہا تھا، باندھ کر رکھا تھا، رسیوں سے بندھے ہوئے ہاتھوں سے، اس کی کلائیوں سے خون بہتا تھا، ماں ام جمیل جیسی سنگدل خاتون کو بھی دیکھ کر رحم آتا تھا کہ یہ میری اولاد ہے، ایک ہی مطالبہ تھا ابولہب کا بھی، ام جمیل کا بھی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے پر نہ چلو، یہ راستہ چھوڑ دو۔ ظاہر ہے کہ اللہ کی طرف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بلانے والا دنیا میں کوئی نہ کوئی انسان ہوتا ہے اور دشمنی براہِ رست اس پیغام سے نہیں ہوتی اس انسان سے ہو جاتی ہے اس لیے وہ کہتے تھے کہ جہاں وہ بلاتا ہے وہاں نہ جاؤ۔اس راستے پر نہ جاؤ، کسی بھی راستے پر چل لو کوئی رکاوٹ نہیں، بس اس راستے پر نہیں جانا۔اور درّہ نے محمد رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات میں اپنے رب کو پایا تھا۔اس لیے درّہ مسلسل امِ جمیل کو دعوت دیتی رہی کہ تم بھی مان جاؤ، میرے ساتھ چلو۔امِ جمیل کہتی تھی کہ محمد ﷺ کا راستہ چھوڑ دو اور اس نے ماں کو کافی حد تک قائل کر لیا تھا کہ اپنے شوہر کو چھوڑ کر میرے ساتھ چلی جائے لیکن ماں آخری وقت تک ڈانوا ڈول ہوگئی، فیصلہ نہیں کر پائی لیکن بیٹی سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر مدینہ کی طرف چل نکلی۔وہ مدینہ کی طرف نہیں جنت کی طرف سفر تھا۔وہ محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف جانا نہیں دراصل اللہ تعالیٰ کی طرف جانا تھا۔

(12) سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں عفیر نامی گدھے پر آپ ﷺ کے ساتھ سوار تھا۔آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے معاذ! کیا تو جانتا ہے کہ اللہ کا حق بندوں پر کیا ہے؟'' میں نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور بندوں کا حق اللہ تعالیٰ پر یہ ہے کہ اس کو عذاب نہ دے جو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے۔'' میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا میں لوگوں کو اس کی خوشخبری دے دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں (ورنہ) وہ اسی پر بھروسہ کر بیٹھیں گے۔'' (بخاری:2856)

سوال 3: اللہ تعالیٰ کا عبادت گزار بننے سے انسان پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب: (1) جب انسان اللہ تعالیٰ کا عبادت گزار بن جاتا ہے تو اس کے اندر تواضع کا مزاج پیدا ہو جاتا ہے۔

(2) انسان کا یہ مزاج انسانی تعلقات میں ظاہر ہوتا ہے۔

(3) یہ تواضع والدین کے ساتھ تعلق میں حسنِ سلوک کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔

(4) ہر شخص جس سے اس کا واسطہ پڑے اس کو ایسا انسان پاتا ہے جیسے وہ اللہ تعالیٰ کو اپنے اوپر کھڑا دیکھ رہا ہو۔

(5) انسان ہر ایک کا حق اس کے تعلق کے لحاظ سے اور اس کی ضرورت کے لحاظ سے ادا کرنے والا بن جاتا ہے۔

(6) انسان کو نظر انداز کرنا اس کو یوں لگتا ہے جیسے اللہ تعالیٰ کے یہاں نظر انداز کئے جانے کا خطرہ مول لے رہا ہو۔

سوال 4: جو انسان اپنا آپ اللہ تعالیٰ کے حوالے نہ کرے پھر وہ کس کے حوالے کرتا ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: جوانسان اپنا آپ اللہ تعالیٰ کے حوالے نہیں کرتا اس کا نفس اور اس کے معاملات شیطان کے حوالے ہو جاتے ہیں۔ وہ شیطان کا ساتھی بن جاتا ہے، شیطان اسے نفع کی امید دلاتا ہے اور انسان اس کی طرف دوڑتا ہے۔ اس کا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ ابدی نفع سے دلچسپی نہیں رکھتا مگر ایسی کوشش اللہ تعالیٰ کے یہاں کام آنے والی نہیں۔

سوال 5: جو شخص اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حوالے نہ کرے اس کی زندگی پر کیا اثرات مرتب ہوتے ہیں؟

جواب: (1) جو شخص اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حوالے نہ کرے اس کے اندر فخر کی نفسیات جاگ اُٹھتی ہے۔

(2) وہ اپنے مال، علم، اقتدار کو اپنی محنت اور قابلیت کا نتیجہ سمجھتا ہے۔

(3) ایسا شخص اپنی کمائی کو صرف اپنا حق سمجھتا ہے۔

(4) کمزور رشتہ داروں یا محتاجوں سے تعلق جوڑنا اس کو اپنے مقام سے نچلے درجے کی چیز محسوس ہوتی ہے۔

(5) اپنی خواہشات کی تسکین اور اپنی مصلحتوں کی تکمیل کے لیے مال خرچ کرنا کافی سمجھتا ہے۔

(6) ایسی کسی جگہ خرچ کرنا جہاں اس کی انا کو تسکین نہ ملے وہاں خرچ کرنے میں اس کا دل تنگ ہوتا ہے۔

(7) ریاکاری کے لیے خرچ کرنے میں فیاض ہوتا ہے۔

(8) دینی مواقع پر خرچ کرنے میں وہ بخیل ہوتا ہے۔

سوال 6: والدین کے ساتھ حسن سلوک کے حکم کی وضاحت ﴿وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا﴾ ''اور والدین کے ساتھ احسان کرو'' اللہ تعالیٰ نے والدین کے ساتھ حسن سلوک کی نصیحت اس لیے کی کہ دنیا میں کسی کے وجود میں آنے کا ذریعہ والدین ہی ہوتے ہیں۔

(2) اطاعتِ والدین کی اہمیت کے پیشِ نظر ہی اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم کی کئی آیتوں میں اپنی عبادت اور والدین کے ساتھ احسان وحسنِ سلوک کا ایک ساتھ ذکر کیا ہے۔ جیسے فرمایا: ﴿اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ﴾ ''یہ کہ میرا شکر ادا کرو اور اپنے والدین کا بھی۔'' (لقمان:14)

(3) اور فرمایا: ﴿وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا﴾ ''اور آپ کے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔'' (بنی اسرائیل:23)

(4) ابن عربی نے کہا: والدین کے ساتھ حسن سلوک فرائض میں سے، دین کے ارکان میں سے ایک رکن ہے اور ان کے ساتھ حسن سلوک اقوال میں بھی اور افعال میں بھی ہو۔ (تفسیر منیر:3/69)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(5)احسان یعنی سلوک کی دو اضداد ہیں، برا سلوک اور عدم احسان (حسن سلوک نہ کرنا) اور دونوں سے روکا گیا ہے (تفسیر سعدی:1/513 514)

(6)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک صحابی رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟ فرمایا: ﴿أُمُّكَ﴾ ''تمہاری ماں ہے۔'' پھر پوچھا: اس کے بعد کون؟ فرمایا: ﴿ثُمَّ أُمُّكَ﴾ ''تمہاری ماں۔'' انھوں نے پھر پوچھا: اس کے بعد کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ﴿ثُمَّ أُمُّكَ﴾ ''تمہاری ماں۔'' انھوں نے پوچھا: پھر اس کے بعد کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ﴿ثُمَّ أَبُوكَ﴾ ''تمہارا باپ ہے۔'' (صحیح بخاری:5971)

(7)رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کون سا عمل زیادہ محبوب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ﴿الصَّلَاةُ عَلَى وَقْتِهَا﴾ ''اپنے وقت پر نماز پڑھنا''، پھر پوچھا: اس کے بعد؟ فرمایا: ﴿ثُمَّ بِرُّ الْوَالِدَيْنِ﴾ ''والدین کے ساتھ نیک معاملہ رکھنا''، پوچھا: اس کے بعد؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ﴿الْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللهِ﴾ ''اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنا۔'' (صحیح بخاری:527)

(8)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿لَا يَجْزِي وَلَدٌ وَالِدًا، إِلَّا أَنْ يَجِدَهُ مَمْلُوكًا، فَيَشْتَرِيَهُ فَيُعْتِقَهُ﴾ ''کوئی بیٹا باپ کا حق سوائے اس کے ادا نہیں کر سکتا کہ اس کو مملوک پائے تو اس کو خرید کر آزاد کر دے۔'' ابن ابی شیبہ کی حدیث میں ہے کہ کوئی بیٹا اپنے باپ کا حق ادا نہیں کر سکتا۔ (مسلم:3799)

(9)سیدنا ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے: ﴿الْوَالِدُ أَوْسَطُ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ فَإِنْ شِئْتَ فَأَضِعْ ذٰلِكَ الْبَابَ أَوِ احْفَظْهُ﴾ ''باپ جنت کا درمیانی دروازہ ہے، اگر تم چاہو تو اس دروازہ کو ضائع کر دو اور چاہو تو اس کی حفاظت کرو۔'' (ترمذی:1899) سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿رِضَا الرَّبِّ فِي رِضَا الْوَالِدِ، وَسَخَطُ الرَّبِّ فِي سَخَطِ الْوَالِدِ﴾ ''رب کی رضامندی باپ کی رضامندی میں ہے اور رب کا غصہ باپ کے غصے میں ہے۔'' (ترمذی:1900)

(10)والدین شرک کا حکم دیں تو ان کی اطاعت نہیں کی جائے گی لیکن دنیا میں حسن سلوک کیا جائے گا۔

(11)رب العزت کا فرمان ہے: ﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ۖ وَإِنْ جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ۚ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ﴾ ''اور ہم نے انسان کو اپنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کی تاکید کی ہے اور اگر وہ دونوں تجھ پر دباؤ ڈالیں کہ تو میرے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے جس کا تجھے کوئی علم نہیں تو اُن کی اطاعت نہ کرنا، تم سب کو میرے پاس ہی لوٹ کر آنا ہے، پھر میں تمہیں بتادوں گا جو تم عمل کرتے تھے۔'' (العنکبوت:8)

سوال 7: رشتہ داروں سے حسن سلوک کے حکم کی وضاحت ﴿وَبِذِي الْقُرْبٰى﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) رب العزت نے رشتہ داروں سے حسن سلوک کا حکم دیا ہے۔ فرمایا: ﴿وَبِذِي الْقُرْبٰى﴾ ''اور رشتہ داروں سے'' قرآن حکیم میں گیارہ جگہ پر رشتہ داروں کے حقوق کا تذکرہ ملتا ہے۔ یہ آیت کریمہ تمام رشتہ داروں کو شامل ہے خواہ دور کے ہوں یا قریب کے۔ ان کے ساتھ قول و فعل سے حسن سلوک کرنا ہے اور اپنے قول یا فعل سے قطع رحمی نہیں کرنی۔

(2) رب العزت کا ارشاد ہے: ﴿وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا﴾ ''اور رشتے دار کو اُس کا حق دو اور مسکین اور مسافر کو بھی اور تم بے جا خرچ نہ کرو، بے جا خرچ کرنا۔'' (بنی اسرائیل:26)

(3) سیدنا سلمان بن عامر ضبی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مسکین کو صدقہ دینا صدقہ ہے اور رشتے دار کو (صدقہ دینا) دو نیکیاں ہیں: صدقہ بھی اور صلہ رحمی بھی۔'' (سنن ابن ماجہ:1844)

(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا یہاں تک کہ جب اُن سے فارغ ہوئے تو رشتہ داری نے کھڑے ہو کر عرض کیا: ''یہ رشتہ توڑنے سے پناہ مانگنے والے کا مقام ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''جی ہاں! کیا تُو اس بات پر راضی نہیں ہے کہ میں تجھے ملانے والوں کے ساتھ مل جاؤں اور تجھے توڑنے والے سے میں دور ہو جاؤں۔'' (رشتہ داری نے) عرض کیا: ''کیوں نہیں!'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''یہ تیرے لیے (ایسا ہی فیصلہ ہے)۔'' (مسلم:6518)

(5) سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''رشتہ داری عرش کے ساتھ لٹکی ہوئی ہے اور کہتی ہے کہ جس نے مجھے جوڑا اللہ تعالیٰ اسے جوڑے گا اور جس نے مجھے توڑا اللہ تعالیٰ اُس سے دور ہوگا۔'' (مسلم:6519)

(6) سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''رشتہ داری توڑنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔'' (مسلم:6521)

(7) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: ''جس آدمی کو یہ بات پسند ہو کہ اس پر اس کا رزق کشادہ کیا جائے، اس کی عمر دراز ہو تو چاہیے کہ وہ اپنی رشتہ داری کو جوڑے۔'' (مسلم:6523)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(8) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے کچھ رشتہ دار ہیں جن سے میں تعلق جوڑتا ہوں اور وہ مجھ سے تعلق توڑتے ہیں، میں ان سے نیکی کرتا ہوں اور وہ مجھ سے برائی کرتے ہیں اور میں ان سے بردباری سے پیش آتا ہوں اور وہ مجھ سے بداخلاقی سے پیش آتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تُو واقعی ایسا ہے جیسا تو نے کہا ہے تو گویا کہ تو ان کو جلتی ہوئی راکھ کھلا رہا ہے اور جب تک تو ایسا ہی کرتا رہے گا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک مددگار ان کے مقابلے میں تیرے ساتھ رہے گا۔'' (مسلم:6525)

سوال 8: یتیموں سے حسن سلوک کے حکم کی وضاحت ﴿وَالْيَتٰمٰى﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالْيَتٰمٰى﴾ ''اور یتیموں سے'' رب العزت نے یتیموں سے حسن سلوک کا حکم دیا ہے۔ وہ چھوٹے بچے جو اپنے باپ سے محروم ہو گئے ہوں تمام مسلمانوں پر ان کا حق ہے خواہ وہ ان کے رشتہ دار ہوں یا نہ ہوں کہ وہ ان کی کفالت کریں، ان کے ساتھ نیک سلوک کریں، ان کی دل جوئی کریں، ان کو ادب سکھائیں اور ان کے دینی اور دنیاوی مصالح میں ان کی بہترین تربیت کریں۔ (تفسیر سعدی:514/1)

(2) یتیموں کی خبر لینے والا اور ان پر خرچ کرنے والا کوئی نہیں ہوتا اس لیے فرمایا کہ ان سے حسن سلوک کرو اور ان کے سر پر دست شفقت رکھو۔

(3) سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں یوں ہوں گے'' اور آپ ﷺ نے اپنی شہادت کی انگلی اور درمیانی انگلی کو باہم ملایا۔ (صحیح بخاری:6005)

(4) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ﴾ ''چنانچہ تم یتیم پر سختی نہ کرو۔'' (الضحیٰ:9)

(5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مسلمانوں کے گھروں میں سے بہترین گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ کوئی اچھا سلوک کیا جاتا ہو اور مسلمانوں کا سب سے بدتر گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ برا سلوک کیا جاتا ہو۔'' (ابن ماجہ:3659)

سوال 9: مسکینوں سے حسن سلوک کے حکم کی وضاحت ﴿وَالْمَسٰكِيْنِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالْمَسٰكِيْنِ﴾ ''اور مسکینوں سے'' رب العزت نے مسکینوں سے حسن سلوک کا حکم دیا ہے۔ مسکین وہ لوگ ہیں جن کو فقر و حاجت نے بے حرکت اور عاجز کر دیا ہو، جنہیں اتنی ضروریاتِ زندگی حاصل نہ ہوں جو ان کو کفایت کر سکیں اور نہ ان کو جن کے یہ کفیل ہوں۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ ان کو ضروریاتِ زندگی مہیا کی جائیں، ان کا

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

فقر وفاقہ دور کیا جائے، لوگوں کو بھی اس کی ترغیب دی جائے اور حتی الامکان ان امور کا انتظام کیا جائے۔ (تفسیر سعدی:514/1)

(2) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مسکین وہ نہیں ہے جو لوگوں کے ہاں چکر کاٹتا رہتا ہے، ایک یا دو لقمے اور ایک یا دو کھجوریں لے کر واپس چلا جاتا ہے، بلکہ مسکین تو وہ ہے جو اتنا مال نہیں پاتا جو اسے مستغنی کر دے اور نہ کسی کو اس کا حال معلوم ہوتا ہے کہ کوئی اسے صدقہ دے اور نہ وہ کھڑے ہو کر لوگوں سے سوال کرتا ہے۔'' (بخاری:1479، مسلم:1039)

(3) سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ مال بڑا سرسبز و شیریں ہے، تو اس مسلمان کا مال کتنا اچھا ہے جس میں سے وہ مسکین، یتیم اور مسافر کو عطا کرتا ہے۔'' (بخاری:1465)

(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک سیاہ فام عورت یا کوئی نوجوان مسجد کی جھاڑو دیا کرتا تھا (راوی کو شک ہے کہ وہ عورت تھی یا نوجوان)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے گم پایا تو اس کی بابت پوچھا، لوگوں نے بتایا کہ وہ تو فوت ہو گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم نے مجھے اس کی اطلاع کیوں نہ دی؟'' گویا لوگوں نے اس (کی وفات) کے معاملے کو حقیر گردانا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھے اس کی قبر بتلاؤ'' چنانچہ لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی قبر بتلائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نماز پڑھی۔ پھر فرمایا: ''بے شک یہ قبریں، قبروں والوں پر تاریکی سے بھری ہوئی ہیں، میرے ان پر نماز پڑھنے سے اللہ تعالیٰ ان کے لیے روشن فرما دیتا ہے۔'' (صحیح مسلم:2215)

(5) سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ مسجد نبوی میں بیٹھا ہوا تھا اور غریب مہاجر بھی ایک جگہ حلقہ باندھے بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوپہر کے وقت مسجد میں تشریف لائے اور انہی میں بیٹھ گئے میں اپنی جگہ سے اٹھا اور انہی کے ساتھ جا کر بیٹھ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''فقراء مہاجرین کے لیے یہ خوشخبری ہے کہ وہ دولتمند حضرات سے چالیس برس پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔'' (صحیح ابن حبان: کتاب الرقائق، باب الفقر والزہد)

(6) سیدنا مصعب بن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد سیدنا سعد کو یہ خیال ہوا کہ انہیں اپنے سے کم تر لوگوں پر فضیلت حاصل ہوئی ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم لوگ انہی کمزوروں کی وجہ سے مدد کیے اور رزق دیئے جاتے ہو۔'' (پھر ان سے برتر ہونے کے زعم کا کیا جواز ہے؟) (صحیح بخاری:2896)

(7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے بھائی) سیدنا جعفر بن ابو طالب رضی اللہ عنہ مسکینوں سے محبت رکھتے تھے اور ان کے پاس بیٹھتے تھے اور ان سے باتیں کرتے اور مساکین ان سے باتیں کرتے تھے (ان کی اس صفت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے باعث) رسول ﷺ نے ان کی کنیت ابوالمساکین رکھی تھی۔ (ابن ماجہ:4125)

سوال 10: ہمسایوں سے حسن سلوک کے حکم کی وضاحت ﴿وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى وَالْجَارِ الْجُنُبِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى﴾ ''اور رشتہ دار ہمسایوں سے'' رب العزت نے رشتہ دار ہمسایوں سے حسن سلوک کا حکم دیا ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا: ﴿وَالْجَارِ ذِي الْقُرْبٰى﴾ یعنی وہ ہمسایہ جو آپ کا رشتہ دار بھی ہو۔ (ابن ابی حاتم:948/3)

(2) رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ''مجھے جبریل علیہ السلام پڑوسیوں کے بارے میں یہاں تک وصیت کرتے رہے کہ مجھے گمان ہوا کہ شاید یہ پڑوسیوں کو وارث بنا دیں گے۔'' (بخاری:6015)

(3) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچائے۔'' (صحیح بخاری:5185)

(4) نبی ﷺ نے بیان کیا: ''واللہ! وہ ایمان والا نہیں ہے۔ واللہ! وہ ایمان والا نہیں ہے۔'' عرض کیا گیا: کون یا رسول اللہ ﷺ؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ جس کے شر سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو۔'' (صحیح بخاری:6016)

(5) سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ کی نگاہوں میں بہترین ساتھی وہ ہے جو اپنے ساتھی کے حق میں بہتر ہو، اور بہترین پڑوسی وہ ہے جو اپنے پڑوسی کے حق میں اچھا ہو۔'' (مسند احمد:6566)

(6) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے پوچھا، یا (آپ نے یہ فرمایا کہ) رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کون سا گناہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا ہے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کا کسی کو شریک ٹھہراؤ حالانکہ اسی نے تمہیں پیدا کیا ہے۔'' میں نے پوچھا: اس کے بعد کون سا؟ فرمایا: ''یہ کہ تم اپنی اولاد کو اس خوف سے مار ڈالو کہ وہ تمہاری روزی میں شریک ہوگی۔'' میں نے پوچھا: اس کے بعد کون سا؟ فرمایا: ''یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرو۔'' (بخاری:4761)

(7) سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے جانی دوست نے مجھ کو وصیت کی کہ جب گوشت پکائے تو شوربا بہت رکھ اور اپنے ہمسایہ کے گھر والوں کو دیکھ، ان کو اس میں سے بھیج۔ (جانی دوست سے مراد رسول اللہ ﷺ ہیں) (مسلم:2625)

(8) ﴿وَالْجَارِ الْجُنُبِ﴾ ''اور اجنبی ہمسایوں سے (حسن سلوک کرو)'' رب العزت نے اجنبی ہمسایوں سے حسن سلوک کا حکم دیا ہے۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: وہ شخص کہ اس کے اور آپ کے درمیان کوئی رشتہ داری نہ ہو۔ (ابن ابی حاتم:948/3)

(9) پڑوسی کا دروازہ جتنا قریب ہوگا اس کا حق اتنا ہی زیادہ مؤکد ہوگا۔ پڑوسی کے لیے مناسب یہی ہے کہ وہ ہدیہ اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صدقہ دیتا رہے، اس کو دعوت پہ بلاتا رہے، اقوال وافعال میں نرمی اور ملاطفت سے پیش آیا کرے اور قول وفعل سے اس کو اذیت دینے سے باز رہے۔ (تفسیر سعدی:514/1)

(10) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میری دو پڑوسنیں ہیں (اگر ہدیہ ایک ہو تو) میں ان سے کس کے پاس ہدیہ بھیجوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس کا دروازہ (تمہارے دروازے سے) تم سے زیادہ قریب ہو۔'' (صحیح بخاری:6020)

سوال 11: پہلو کے ساتھی سے حسن سلوک کے حکم کی وضاحت ﴿وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ﴾ ''اور پہلو کے ساتھی سے'' رب العزت نے پہلو کے ساتھی سے حسن سلوک کا حکم دیا ہے۔ اس کا اطلاق سفر کے ساتھی، کام کے ساتھی، بیوی اور ہر اس شخص پر ہوتا ہے جو کسی فائدے کی امید پر کسی کی قربت اختیار کرلے۔ اس میں وہ لوگ بھی آجاتے ہیں جو علم حاصل کرنے، کوئی کام سیکھنے یا کاروباری سلسلے میں ساتھ رہتے ہوں یا جنہیں پاس بیٹھنے کا موقع ملے۔ ساتھی پر ساتھی کا حق عام مسلمان سے بڑھ کر ہے یعنی دینی اور دنیاوی امور میں اس کی مدد کرنا، اس کی خیر خواہی کرنا، آسانی اور تنگی، خوشی اور غمی میں اس کے ساتھ وفا کرنا، جو اپنے لئے پسند کرنا اس کے لئے بھی وہی پسند کرنا اور جو اپنے لئے ناپسند کرنا وہ اس کے لئے بھی ناپسند کرنا، صحبت جتنی زیادہ ہوگی یہ حق اتنا ہی زیادہ اور موکد ہوگا۔ (تفسیر سعدی)

(2) رسول اللہ ﷺ اپنے ساتھیوں کے ساتھ حسن سلوک کرتے تھے۔ سیدنا عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے زیادہ کسی کو مسکراتے ہوئے نہیں دیکھا۔ (ترمذی:3641)

(3) سیدنا شرید ثقفی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے امیہ بن ابی صلت کے سو اشعار پڑھے، آپ ﷺ ہر شعر کے بعد فرماتے جاتے: '' اور پڑھو''، اور آپ ﷺ نے فرمایا: ﴿كَادَ أَنْ يُسْلِمَ﴾ ''قریب تھا کہ وہ مسلمان ہوجائے۔'' (ابن ماجہ:3758)

(4) سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ کی صحبت میں سو مجلسوں سے بھی زیادہ بیٹھا ہوں، ان مجلسوں میں صحابہ کرام اشعار بھی پڑھتے تھے اور زمانہ جاہلیت کے قصے کہانیاں بھی سناتے تھے۔ نبی ﷺ خاموشی سے یہ سب سنتے رہتے تھے بلکہ کبھی کبھی خود بھی ان کے ساتھ ہنسنے میں شریک ہوجایا کرتے تھے۔ (ترمذی:2850)

(5) سیدنا محمد بن زیاد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''میں نے سلف صالحین کو دیکھا ہے کہ ان کے کئی کئی کنبے ایک ہی حویلی میں رہتے بستے تھے، بارہا ایسا ہوتا کہ ان میں سے کسی ایک کے گھر مہمان آتا اور کسی دوسرے کے یہاں چولہے پر ہانڈی چڑھی ہوتی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تو مہمان والا دوست اپنے مہمان کے لیے اپنے دوست کی ہانڈی اتار لے جاتا بعد میں ہانڈی والا اپنی ہانڈی کو ڈھونڈھتا پھرتا اور لوگوں سے پوچھتا کہ میری ہانڈی کون لے گیا ہے؟ وہ میزبان دوست بتاتا کہ بھائی اپنے مہمان کے لیے ہم لے گئے تھے۔ اس وقت ہانڈی والا کہتا خدا تمہارے لیے اس میں برکت دے اور محمد بن زیاد فرماتے ہیں کہ یہ لوگ جب روٹی پکاتے تب بھی یہی صورت پیش آتی۔ (الادب المفرد:739)

سوال 12: مسافروں سے حسن سلوک کے حکم کی وضاحت ﴿وَابْنِ السَّبِيْلِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَابْنِ السَّبِيْلِ﴾ ''اور مسافر سے'' رب العزت نے مسافروں سے حسن سلوک کا حکم دیا ہے۔ مسافر یعنی وہ غریب الوطن شخص جو دور اجنبی شہر میں ہو، وہ خواہ محتاج ہو یا نہ ہو، اس کی شدت احتیاج اور وطن سے دور ہونے کی وجہ سے مسلمانوں پر اس کا حق ہے کہ وہ اسے نہایت انس و اکرام کے ساتھ اس کے مقصد تک پہنچائیں۔ (تفسیر سعدی:515,514/1)

(2) سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں جا رہے تھے۔ اثنائے سفر میں آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس کے پاس فاضل سواری ہے وہ اسے دے دے جس کے پاس سواری نہیں اور جس کے پاس زائد کھانا ہو وہ اسے دے دے جس کے پاس کھانا نہیں۔'' غرض یہ کہ آپ ﷺ نے مال کی ایک ایک قسم کا جدا جدا ذکر کیا۔ حتیٰ کہ ہم یہ سمجھنے لگے کہ اپنے زائد مال میں ہمارا کوئی حق نہیں ہے۔ (مسلم:1728)

(3) آپ ﷺ نے فرمایا: ''تین آدمی ایسے ہیں جن کی طرف اللہ تعالیٰ قیامت کے دن دیکھے گا بھی نہیں اور نہ انہیں پاک کرے گا اور انہیں دردناک عذاب ہوگا۔ (ان میں سے ایک) وہ جس کے پاس راستہ میں فاضل پانی ہو اور وہ مسافر کو بھی پانی نہ دے۔'' (بخاری:2358)

سوال 13: غلاموں اور لونڈیوں سے حسن سلوک کے حکم کی وضاحت ﴿وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ﴾ ''اور جن کے مالک تمہارے دائیں ہاتھ ہوئے ہیں'' یعنی غلام اور کنیزیں وغیرہ۔ اس کا اطلاق گھروں، دکانوں، ملوں، کمپنیوں یا اداروں کے تمام ملازموں اور نوکروں پر ہوتا ہے کیونکہ یہ بھی غلاموں سے ایک اعتبار سے مشابہت رکھتے ہیں۔

(2) غلاموں اور لونڈیوں کے ساتھ بھی اچھا برتاؤ کرو اس لیے کہ غلامی سے بڑھ کر انسان کی اور کوئی کمزوری نہیں ہو سکتی۔ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے مرض الموت میں فرمایا: ''اے مسلمانو! دیکھو نماز کا خیال رکھنا اور اپنے غلاموں اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لونڈیوں کا۔" (ابوداؤد:5156)

(3) ان کی ضروریات کا انتظام رکھنا، ان پر ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈالنا، بوجھ اٹھانے میں ان کی مدد کرنا، ان کی مصلحت اور بھلائی کی خاطر ان کی تادیب کرنا ان کا آپ پر حق ہے۔ (تفسیر سعدی)

(4) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے خزانچی سے دریافت کیا: کیا غلاموں کو کھانا دے دیا ہے؟ اس نے کہا: نہیں۔ تو فرمایا: جاؤ اور انہیں کھانا دو کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: "آدمی کو اتنا ہی گناہ کافی ہے کہ وہ ان لوگوں سے اپنے ہاتھ کو روکے جن کی معاش کا وہ ذمہ دار ہے۔" (مسلم:996)

(5) آپ ﷺ نے فرمایا: "جب تم میں سے کسی کے پاس اس کا خادم کھانا لائے تو اسے بھی اپنے ساتھ بٹھا کر کھلائے اور اگر کھانا کم ہو تو اسے لقمہ دو لقمے دے دے کیونکہ اس نے پکانے کی گرمی اور دھواں برداشت کیا ہے۔" (بخاری:5460، مسلم:1663)

(6) معرور نے بیان کیا کہ میں نے سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کے جسم پہ ایک چادر دیکھی اور ان کے غلام کے جسم پر بھی ایک ویسی ہی چادر تھی، میں نے عرض کیا: اگر اپنے غلام کی چادر لے لیں اور اسے بھی پہن لیں تو ایک رنگ کا جوڑا ہو جائے گا۔ غلام کو دوسرا کپڑا دے دیں۔ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے اس پر کہا کہ مجھ میں اور ایک صاحب (بلال رضی اللہ عنہ) میں تکرار ہو گئی تھی تو ان کی ماں عجمی تھیں، میں نے ان کو اس بارے میں طعنہ دے دیا انھوں نے جا کر نبی ﷺ سے یہ بات کہہ دی۔ نبی ﷺ نے مجھ سے دریافت فرمایا: "کیا تم نے اس سے جھگڑا کیا ہے؟" میں نے عرض کیا: جی ہاں۔ دریافت کیا: "تم نے اسے اس کی ماں کی وجہ سے طعنہ دیا ہے؟" میں نے عرض کیا: جی ہاں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: "تمہارے اندر ابھی جاہلیت کی بو باقی ہے۔" میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! کیا اس بڑھاپے میں بھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "ہاں یاد رکھو (یہ غلام) بھی تمہارے بھائی ہیں۔" اللہ تعالیٰ نے انھیں تمہاری ماتحتی میں دیا ہے پس اللہ تعالیٰ جس کی ماتحتی میں بھی اس کے بھائی کو رکھے اسے چاہئے کہ جو وہ کھائے اسے بھی کھلائے اور جو وہ پہنے اسے بھی پہنائے اور اسے ایسے کام کرنے کے لئے نہ کہے جو اس کے بس میں نہ ہو، اگر اسے کوئی ایسا کام کرنے کے لئے کہنا ہی پڑے تو اس کام میں اس کی مدد کرے۔" (صحیح بخاری:6050)

(7) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے ابوالقاسم ﷺ سے سنا، آپ ﷺ نے فرمایا: "جس نے اپنے غلام پر تہمت لگائی حالانکہ غلام اس تہمت سے بری تھا تو قیامت کے دن اسے کوڑے لگائے جائیں گے سوائے اس کے کہ اس کی بات صحیح ہو۔" (صحیح بخاری:6858)

(8) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس شخص کے پاس لونڈی ہو وہ اسے تعلیم دے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خوب اچھی طرح دے، اسے ادب سکھائے اور پوری کوشش اور محنت کے ساتھ سکھائے اور اس کے بعد اسے آزاد کر کے اس سے شادی کر لے تو اسے دوہرا ثواب ملتا ہے۔'' (صحیح بخاری:5083)

(9) سیدنا زاذان ابی عمر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور آپ نے غلام آزاد کیا تو انہوں نے زمین سے لکڑی یا کوئی چیز اٹھائی اور فرمایا کہ اس میں اس کے برابر بھی اجر و ثواب نہیں ہے، ہاں یہ کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے: ''جس نے اپنے غلام کو تھپڑ مارا یا پیٹا تو اس کا کفارہ اس کا آزاد کرنا ہے۔'' (مسلم:4298)

سوال 14: اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا، اس کی وضاحت ﴿اِنَّ اللّٰهَ ... فَخُوْرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ ایسے شخص سے محبت نہیں کرتا جو اکڑنے والا ہو'' اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا جو اپنے بارے میں بڑائی اور احساس برتری میں مبتلا ہوں اور لوگوں کو حقیر سمجھتے ہوں۔

(2) ﴿مُخْتَالًا﴾ ''اکڑنے والا'' یعنی وہ خود پسند ہے اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے ساتھ تکبر سے پیش آتا ہے۔

(3) المختال اور ختال کا معنی ایک ہے یعنی غرور کرنے اور اکڑنے والا۔ (بخاری کتاب التفسیر)

(4) ﴿فَخُوْرًا﴾ ''فخر کرنے والا ہو'' وہ لوگوں کے سامنے فخر اور گھمنڈ کے ساتھ اپنی تعریفیں کرتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا فخر اور تکبر لوگوں کے حقوق کو ادا کرنے سے مانع رہتا ہے۔ (تفسیر سعدی)

(5) اللہ تعالیٰ فخر و غرور کو اس لیے ناپسند کرتے ہیں کہ: (i) مغرور انسان فخر کی وجہ سے اپنے آپ کو ہی بڑی چیز سمجھنے لگتا ہے۔ (ii) وہ اپنی کمائی کو اپنا حق سمجھتا ہے۔ (iii) وہ کمزور رشتہ داروں یا محتاجوں سے تعلق جوڑنا اپنے مقام سے نچلے درجے کی چیز سمجھتا ہے۔ (iv) وہ ریاکاری کرتا ہے۔

(6) یہاں خاص طور پر تکبر کی مذمت اس لیے کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور جن لوگوں سے حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے ان پر وہی عمل کر سکتا ہے جس کا دل تکبر سے خالی ہو اور جو فخر و غرور میں مبتلا نہ ہو کیونکہ متکبر مغرور شخص نہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کر سکتا ہے، نہ اپنوں اور غیروں سے حسن سلوک کر سکتا ہے۔

(7) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔'' اس پر ایک آدمی نے عرض کیا: ''ایک آدمی چاہتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں اور اس کی جوتی بھی اچھی ہو'' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال (خوب صورتی) ہی کو پسند فرماتا ہے۔ تکبر تو حق کی طرف سے منہ موڑنے اور دوسرے لوگوں کو کمتر سمجھنے کو کہتے ہیں۔'' (صحیح مسلم:265)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(8) سیدنا جابر بن سُلَیم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! مجھے کوئی وصیت فرمایئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (چند امور کا تذکرہ کرنے کے بعد) فرمایا: ''تہہ بند کو نیچے نہ لٹکاؤ کیونکہ تہہ بند کا (ٹخنوں کے نیچے) لٹکانا تکبر کی علامت ہے اور اللہ تعالیٰ تکبر کو پسند نہیں کرتا۔'' (مسند احمد: 20663)

(9) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص تکبر کرتے ہوئے اپنا کپڑا گھسیٹ کر چلا، اللہ تعالیٰ اس کی طرف نظر رحمت سے نہ دیکھے گا۔'' (بخاری: 3665)

سوال 15: مال کی وجہ سے انسان کے اندر کون سے رویے پیدا ہوتے ہیں؟

جواب: (1) مال کی وجہ سے انسان کے اندر احسان کا رویہ پیدا ہوسکتا ہے۔ یہ ان لوگوں میں پیدا ہوتا ہے جو مال کو اللہ تعالیٰ کا انعام سمجھتے ہیں۔ ان کے اندر تواضع اور شکر گزاری کا جذبہ پیدا ہوتا ہے جو انہیں دوسروں پر احسان کے لیے آمادہ کرتا ہے۔

(2) مال کی وجہ سے انسان کے اندر بخل کا رویہ بھی پیدا ہوسکتا ہے۔ جو لوگ مال کو اپنی قابلیت کا نتیجہ سمجھتے ہیں وہ فخر و غرور میں مبتلا ہو جاتے ہیں جو حقوق کی ادائیگی کے منافی ذہنیت ہے۔ یہ لوگوں پر دھونس رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے کم ظرفوں سے نفرت کرتا ہے۔

سوال 16: انسان احسان کب کرسکتا ہے؟

جواب: (1) انسان احسان کرسکتا ہے جب انسان صرف اللہ تعالیٰ کا بندہ بن جاتا ہے۔ (2) جب وہ تمام ہدایات اللہ تعالیٰ سے لیتا ہے۔ (3) جب وہ کام اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول اور آخرت کے اجر کی اُمید کے لیے کرتا ہے۔

﴿الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَيَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ

''وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی بخل کا حکم دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ انہیں اپنے فضل سے دیا ہے اسے

فَضْلِهٖ ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا﴾

چھپاتے ہیں اور ہم نے کافروں کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے'' (37)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: ابن ابی حاتم نے سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ علمائے یہود اپنے علم میں بخل کرتے تھے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ جو لوگ بخل کرتے ہیں الخ۔ اور ابن جریر نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کردم بن زید کعب بن اشرف کا دوست، اسامہ بن حبیب، نافع بن ابی نافع بحری بن عمرو، حیی بن اخطب، رفاعہ بن زید بن تابوت، یہ لوگ کچھ انصاری حضرات کو نصیحت کرنے کے لیے آیا کرتے تھے اور ان سے کہتے کہ اپنے اموال رسول ﷺ کے کہنے پر خرچ مت کرو کیونکہ ہمیں تم پر فاقہ اور تمہارے مالوں کے ختم ہو جانے کا ڈر ہے اور صدقہ وخیرات میں جلدی بھی مت کرو کہ کل کی کیا خبر؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (لباب النقول فی اسباب النزول از علامہ سیوطی) (تفسیر ابن کثیر: 262/1)

سوال 2: بخل کی جو مذمت کی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿الَّذِيْنَ ... مُّهِيْنًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ﴾ ''وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی بخل کا حکم دیتے ہیں'' اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مذمت فرمائی ہے جو بخل سے کام لیتے ہیں یعنی جو اپنا مال اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق والدین، رشتہ داروں، یتیموں، ضرورت مندوں، بیوی، بچوں، مسافروں، لونڈیوں اور غلاموں پر خرچ نہیں کرتے اور اس میں سے زکوٰۃ نہیں نکالتے جو کہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے اور اپنے اردگرد والوں کو بھی بخل کی رغبت دیتے ہیں۔

(2) بخیل وہ ہے جو دوسروں کے حقوق ادا کرنے میں تنگ ہو۔ جو دوسروں کے حقوق کشادہ دلی سے ادا کرتا ہے لیکن اپنی ذات کے معاملے میں تنگی برتتا ہے وہ بخیل نہیں ہے۔

(3) بخیلی کا سبب یہ ہے کہ انسان اپنے مال کو اللہ تعالیٰ کی دین سمجھنے کی بجائے اپنی تدبیر اور قابلیت کا سرچشمہ سمجھنے لگتا ہے۔

(4) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ہر بدمزاج (و بدخلق)، اکڑ کر چلنے والا، متکبر، بہت زیادہ مال جمع کرنے والا اور بہت زیادہ بخل کرنے والا سب جہنمی لوگ ہیں اور کمزور اور مغلوب لوگ جنتی ہیں۔'' (صحیحہ: 2488) (5) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم بخیلی سے بچو، تمہارے پہلے لوگ اسی بخل کی وجہ سے تباہ ہو گئے، حرص نے ان کو بخیل کر دیا اور ناتا توڑنے کو کہا تو انہوں نے ناتا توڑ دیا، فسق فجور کا حکم کیا تو انہوں نے فسق اور فجور کیا۔'' (سنن ابوداؤد: 1698)

(6) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''کوئی دن ایسا نہیں جاتا کہ جب بندے صبح کو اٹھتے ہیں تو دو فرشتے آسمان سے نہ اترتے ہوں۔ ایک فرشتہ تو یہ کہتا ہے کہ اے اللہ! خرچ کرنے والے کو اس کا بدلہ دے۔ اور دوسرا کہتا ہے کہ اے اللہ! ممسک اور بخیل کے مال کو تلف کر دے۔'' (بخاری: 1442)

(7) ﴿وَيَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ﴾ ''اور لوگوں کو بھی بخل کا حکم دیتے ہیں'' بخیل انسان دوسروں کی فیاضی کی وجہ سے اپنے بخل پر پردہ ڈالنا چاہتا ہے تاکہ اس کی بخیلی کا بھانڈا نہ پھوٹے۔ بخیل شخص یہ چاہتا ہے کہ کوئی بھی حقوق کی ادائیگی میں ملامت نہ کر سکے اس لیے ہر ایک کے سامنے اپنے وسیع اخراجات، کاروباری نقصانات، مانگنے والوں کی کثرت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور اپنی پھیلی ہوئی ذمہ داریوں کا رونا روتا رہتا ہے تاکہ لوگ یہ سمجھ لیں کہ یہ شخص غنی ہے، دریا دل ہے لیکن بڑی بھاری ذمہ داریوں کے بوجھ تلے دبا ہوا ہے۔ (تدبر القرآن) بخیلی کا یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ تواضع اور شکر گزاری کا جذبہ بخیل کے اندر مردہ پڑ جاتا ہے۔ یہ دو جذبے ہی فیاضی کا اصل محرک بنتے ہیں۔

(8) ﴿وَيَكْتُمُوْنَ مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ انہیں اپنے فضل سے دیا ہے اسے چھپاتے ہیں'' اللہ تعالیٰ کے فضل کو چھپانے سے مراد ہے کہ انسان اس طرح رہے جیسے اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل ہی نہ کیا ہو مثلاً اللہ تعالیٰ نے مال دیا اور مال والا اپنی حیثیت سے گر کر رہے نہ اپنے آپ پر خرچ کرے، نہ گھر والوں پر، نہ حق داروں پر اور نہ نیکی کے کاموں میں بھاگ بھاگ کر حصہ لے۔

(9) نبی ﷺ نے فرمایا: ﴿فَإِذَا آتَاكَ اللهُ مَالًا، فَلْيُرَ أَثَرُ نِعْمَةِ اللهِ عَلَيْكَ وَكَرَامَتِهِ﴾ ''جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں مال و دولت سے نوازا ہے تو اللہ تعالیٰ کی نعمت اور اس کے اعزاز کا اثر تمہارے اوپر نظر آنا چاہئے۔'' (ابوداؤد:4063)

(10) اللہ تعالیٰ کے فضل کو چھپانے سے یہاں مراد علم کو چھپانا ہے۔ یہود نے نبی ﷺ کی صفات کو چھپایا تھا جس کے دلائل تورات اور انجیل میں تھے اور انہوں نے اپنے مالوں میں بخل کیا اور لوگوں کو بخل کا حکم دیتے تھے۔ انہوں نے انصار سے کہا: اپنے مالوں کو محمد ﷺ پر خرچ نہ کرو ہم تم پر فقر سے ڈرتے ہیں۔ (ایسر التفاسیر:261)

(11) ﴿وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا﴾ ''اور ہم نے کافروں کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے''

بخیل کو مال سے انتہائی محبت ہے اس کی یہ عادت نہیں ہے کہ لوگوں کے حقوق کا خیال رکھے اور ان پر خرچ کرے۔ وہ ہر طرح سے ناشکری کا اظہار کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل پر پردہ ڈال کر اسے چھپاتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں خود فقیر ہوں میرے پاس کیا ہے؟ اسے ظاہر نہیں ہونے دیتا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کا کافر ہے۔ اس لیے اسے ڈرایا گیا ہے کہ ہم نے ناشکروں کے لیے ذلت والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

﴿وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ

''اور جو لوگ اپنے مال لوگوں کو دکھانے کے لیے خرچ کرتے ہیں اور نہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ آخرت کے دن پر،

وَمَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ قَرِيْنًا﴾

اور وہ شخص جس کا دوست شیطان بن جائے تو وہ بہت ہی برا دوست ہے'' (38)

سوال 1: ریاکاری کی جو مذمت کی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿وَالَّذِيْنَ ... قَرِيْنًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے ریاکاری کی مذمت کرتے ہوئے اسے ایسے لوگوں کا وطیرہ بتایا ہے جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، جن کا ساتھی شیطان ہے۔

(2) جمہور علماء کے نزدیک یہ منافقوں کے بارے میں نازل ہوئی کیونکہ ریاکاری نفاق میں سے ہے۔(تفسیر قرطبی:135/3)

(3)﴿وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ﴾ ''اور جو لوگ اپنے مال لوگوں کو دکھانے کے لیے خرچ کرتے ہیں'' ریاکار نمود و نمائش اور شہرت چاہتے ہیں تاکہ ان کی سخاوت کی تعریف ہو، انہیں اللہ تعالیٰ کی رضا سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا۔(مختصر ابن کثیر:322/1)

(4)﴿وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾ ''اور نہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ آخرت کے دن پر'' وہ اخلاص، اللہ تعالیٰ پر ایمان اور ثواب کی امید کی وجہ سے خرچ نہیں کرتے۔

(5) وہ کافر اور مشرک ہیں جو اسلام کا تقیہ کے طور پر اظہار کرتے ہیں اسی وجہ سے ان کا انفاق ریاکاری کے لیے ہوتا ہے۔

(6) ریاکار کا خرچ شاذ و نادر ہی حق داروں کے لیے ہوتا ہے کیونکہ حق دار پر خرچ میں نمائش کے مواقع نہیں ہوتے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جن تین لوگوں سے جہنم کی آگ سلگائی جائے گی وہ یہی ریاکار ہوں گے۔ سیدنا سلیمان بن یسار رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ جب سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے لوگ دور ہو گئے تو ان سے اہل شام میں سے ناتل نامی آدمی نے کہا: اے شیخ! آپ ہمیں ایسی حدیث بیان فرمائیں جو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو، تو انھوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: ''قیامت کے دن جس کا سب سے پہلے فیصلہ کیا جائے گا وہ شہید ہوگا۔ اُسے بلایا جائے گا اُسے اللہ تعالیٰ کی نعمتیں جتوائی جائیں گی، وہ انہیں پہچان لے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو نے ان نعمتوں کے ہوتے ہوئے کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا: میں نے تیرے راستے میں جہاد کیا، یہاں تک کہ میں شہید ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو نے جھوٹ کہا بلکہ تو اس لیے لڑتا رہا کہ تجھے بہادر کہا جائے، تحقیق! وہ کہا جا چکا پھر حکم دیا جائے گا کہ اسے منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دو۔ یہاں تک کہ اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ اور دوسرا شخص جس نے علم حاصل کیا اور اسے دوسروں کو سکھایا اور قرآن کریم پڑھا اسے لایا جائے گا اور اسے اللہ تعالیٰ کی نعمتیں جتوائی جائیں گی، وہ انھیں پہچان لے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تُو نے ان نعمتوں کے ہوتے ہوئے کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا: میں نے علم حاصل کیا پھر اسے دوسروں کو سکھایا اور تیری رضا کے لیے قرآن مجید پڑھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو نے جھوٹ کہا۔ تو نے علم اس لیے حاصل کیا کہ تجھے عالم کہا جائے اور قرآن اس لیے پڑھا کہ تجھے قاری کہا جائے سو یہ کہا جا چکا پھر حکم دیا جائے گا کہ اسے منہ کے بل گھسیٹا جائے یہاں تک کہ اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ اور تیسرا شخص وہ ہوگا جس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پر اللہ تعالیٰ نے وسعت کی تھی اور اسے ہر طرح کا مال عطا کیا تھا۔ اسے بھی لایا جائے گا اور اسے اللہ تعالیٰ کی نعمتیں جتوائی جائیں گی، وہ انہیں پہچان لے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تو نے ان نعمتوں کے ہوتے ہوئے کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا: میں نے تیرے ہر راستے میں جس میں مال خرچ کرنا تجھے پسند تھا، تیری رضا حاصل کرنے کے لیے مال خرچ کیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تُو نے جھوٹ کہا بلکہ تُو نے ایسا اس لیے کیا کہ تجھے سخی کہا جائے۔ یقیناً وہ کہا جا چکا، پھر حکم دیا جائے گا کہ اسے منہ کے بل گھسیٹا جائے یہاں تک کہ اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔'' (صحیح مسلم:4923)

(7)﴿وَمَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ قَرِيْنًا﴾ ''اور وہ شخص جس کا دوست شیطان بن جائے تو وہ بہت ہی برا دوست ہے'' شیطان ان کا دوست بنتا ہے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان سے خالی ہو جائیں۔

(8) ان کو اللہ تعالیٰ کی حکم عدولی اور ترک اطاعت کے لیے شیطان نے آمادہ کیا۔ اس نے ان کی بری باتیں انہیں خوب صورت بنا کر دکھائیں اور برائیاں اچھائیاں بنا کر ان کے دلوں میں پھونک دیں۔ (مختصر ابن کثیر:322/1)

(9) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو آدمی لوگوں کو سنانے کے لیے کوئی کام کرے گا تو اللہ تعالیٰ بھی اس کی ذلت قیامت کے دن لوگوں کو سنائے گا اور جو آدمی لوگوں کے دکھاوے کے لیے کوئی کام کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے ریاکاروں کی سزا دے گا۔'' (صحیح مسلم:7476)

(10) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے دکھاوے کی نماز پڑھی اس نے شرک کیا، جس نے دکھاوے کا روزہ رکھا اس نے شرک کیا، جس نے دکھاوے کا صدقہ کیا اس نے شرک کیا۔'' (مسند احمد، الترغیب والترھیب)

سوال 2: ایمانی اخلاقیات اور کفر کی اخلاقیات کیسے پیدا ہوتی ہیں اور ان کا نتیجہ کیا نکلتا ہے، موازنہ کریں؟

جواب:

ایمانی اخلاقیات	کفر کی اخلاقیات
i۔ اچھے اخلاق اور اچھے اعمال کا باعث اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان ہوتا ہے۔	i۔ برے اخلاق اور برے اعمال کا باعث اللہ تعالیٰ اور آخرت سے کفر کرنا ہوتا ہے۔
ii۔ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کو حاصل کرنے پر آنکھیں لگی ہوتی ہیں۔	ii۔ نیکی کے کام فخر و غرور کے لیے کرتے ہیں اور یہ محرک ہمیشہ غیر یقینی ہوتا ہے۔ انسانوں کی غرض کے ساتھ ساتھ بدلتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

iii۔اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کر کے لوگوں سے بدلے کا منتظر نہیں ہوتا۔	iii۔نیکی کے کام کر کے آخرت میں جزا ملنے کا کوئی لالچ نہیں ہوتا۔
iv۔انفاق فی سبیل اللہ اخلاص اور بے لوثی کے ساتھ ہوگا۔	iv۔مال خرچ کر کے فخر اور بخل کی دعوت اور لوگوں کو دکھاوے کا سلسلہ جاری رہے گا۔

﴿وَمَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ ؕ

''اوران کا کیا بگڑ جاتا اگر وہ اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان لاتے اور جو اللہ تعالیٰ نے انہیں رزق دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے

وَكَانَ اللّٰهُ بِهِمْ عَلِيْمًا﴾

اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے انہیں خوب جاننے والا ہے'' (39)

سوال: کیا حرج تھا اگر ریاکاری چھوڑ کر ایمان اور اخلاص کی راہ چلتے، اس کی وضاحت ﴿وَمَاذَا ... عَلِيْمًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَمَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ﴾ ''اوران کا کیا بگڑ جاتا اگر وہ اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان لاتے اور جو اللہ تعالیٰ نے انہیں رزق دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے'' اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ ایمان کا راستہ ہی محفوظ راستہ ہے۔ کیا حرج تھا کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے اور ریاکاری کو چھوڑ کر اخلاص اور ایمان کا راستہ اختیار کرتے اور نیک اعمال پر اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر یقین رکھتے، اس سے جزا کی امید رکھتے اور جہاں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اس جگہ اپنا مال خرچ کرتے، اللہ تعالیٰ کی رضا کو پیش نظر رکھتے ہوئے ان مدات میں خرچ کرتے اور خرچ کے وہ راستے تلاش کرتے جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔

(2) رب العزت کا ارشاد ہے: ﴿وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ؕ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ﴾ ''اور جو لوگ بخل کرتے ہیں اس میں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے دیا ہے وہ ہرگز گمان نہ کریں کہ اُن کے لیے وہ بہتر ہے بلکہ اُن کے لیے وہ بہت ہی برا ہے، جلد ہی قیامت کے دن انہیں اس کا طوق پہنایا جائے گا جو انہوں نے بخل کیا اور آسمانوں اور زمین کی میراث اللہ تعالیٰ کے لیے ہے اور جو بھی تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے پوری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طرح باخبر ہے۔'' (آل عمران:180)

(3) ﴿وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰى (۸) وَكَذَّبَ بِالْحُسْنٰى (۹) فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْعُسْرٰى (۱۰)﴾ ''اور لیکن جس نے بخل کیا اور بے پرواہ ہوا۔ اور بھلائی کو جھٹلایا۔ تو ہم جلد ہی اُس کو مشکل راستے کے لیے سہولت دیں گے۔'' (اللیل:8-10)

(4) ﴿وَكَانَ اللّٰهُ بِهِمْ عَلِيْمًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے اُنہیں خوب جاننے والا ہے'' (i) اللہ تعالیٰ علیم ہے، نیتوں سے خوب واقف ہے۔ (ii) اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ کون کیا حق رکھتا ہے اور کیا نہیں؟ (iii) اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ کسے ہدایت کی توفیق دی جائے اور کسے نہیں؟ (iv) اللہ تعالیٰ علیم ہے اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ کس سے اللہ تعالیٰ کی رضا والے کام کروائے جائیں اور کس سے نہیں؟

(5) اللہ تعالیٰ نے متکبر، مغرور، بخیل اور حریص لوگوں کو اپنی صفت علیم کا شعور اس لیے دلایا ہے تا کہ لوگ اپنے دل اور زندگی کے معاملات پر اللہ تعالیٰ کو گواہ محسوس کر کے ان برائیوں سے بچ سکیں۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا اور اگر ایک نیکی ہوئی تو اس کو دوگنا کر دے گا اور اپنے پاس سے بہت

اَجْرًا عَظِيْمًا﴾

بڑا اجر عطا فرمائے گا'' (40)

سوال: اللہ تعالیٰ ذرا سا بھی ظلم نہیں کرتا، اس کی وضاحت ﴿اِنَّ اللّٰهَ ... عَظِيْمًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا'' اللہ تعالیٰ نے اپنے کمال عدل کی خبر دی ہے کہ وہ عادل ہے، ظلم سے پاک ہے، وہ کسی پر ذرا سا بھی ظلم نہیں کرتا اور وہ ہر ایک کو اس کے عمل کا پورا پورا بدلہ دے گا۔ (2) ﴿مِثْقَالَ ذَرَّةٍ﴾ سے مراد ذرہ برابر ہے۔ (بخاری، کتاب التفسیر)

(3) رب العزت نے فرمایا: ﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا ۭ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ۭ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ﴾ ''اور ہم قیامت کے دن انصاف کے ترازو رکھیں گے پھر کسی جان پر کچھ بھی ظلم نہیں کیا جائے گا اور اگر رائی کے دانے برابر بھی ہوگا تو ہم اسے لے آئیں گے اور ہم حساب کرنے والے کافی ہیں۔'' (الانبیاء:47)

(4) لقمان حکیم نے اپنے بیٹے سے کہا تھا: ﴿يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

السَّمٰوٰتِ اَوْ فِی الْاَرْضِ یَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِیْفٌ خَبِیْرٌ﴾ ''اے میرے چھوٹے بیٹے! اگر کوئی چیز رائی کے دانے کے وزن کی ہو، پس وہ کسی چٹان میں ہو یا آسمانوں میں ہو یا زمین میں تو اللہ تعالیٰ اس کو لے آئے گا، یقیناً اللہ تعالیٰ بڑا باریک بیں، پوری خبر رکھنے والا ہے۔'' (لقمان:16)

(5) صحیحین میں سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیثِ شفاعت میں روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کہے گا: جاؤ، جس کے دل میں ایک رائی کے برابر بھی ایمان ملے اسے آگ سے نکال دو چنانچہ بہت سے لوگ جہنم سے نکل جائیں گے۔ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ چاہو تو قرآن کی یہ آیت ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا یَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ﴾ پڑھ لو لیکن کافروں کو ان کی نیکیوں کا بدلہ دنیا ہی میں مل جائے گا، آخرت میں ان کی کوئی نیکی ان کے کام نہیں آئے گی۔ (مسلم:183)

(6) ﴿فَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ ۝ وَمَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا یَّرَهٗ ۝﴾ ''تو جو ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ اُس کو دیکھ لے گا۔ اور جو ذرہ برابر بدی کرے گا وہ اُس کو دیکھ لے گا۔'' (الزلزال:8,7)

(7) اللہ تعالیٰ نے یہ شعور ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا یَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ﴾ اس لیے دلایا ہے تاکہ لوگ اپنی نیکیوں کے حریص ہو جائیں اور برے اعمال کرنے سے بچ سکیں۔

(8) ﴿وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً یُّضٰعِفْهَا﴾ ''اور اگر ایک نیکی ہوئی تو اس کو دوگنا کر دے گا'' وہ اس نیکی کو دس گنا یا اس کے حسب حال، اس کے نفع کے مطابق اور نیکی کرنے والے کے اخلاص، محبت اور کمال کے مطابق اس سے بھی کئی گنا زیادہ دے گا۔ (تفسیر سعدی)

(9) سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: دیہاتیوں کے بارے میں الانعام کی آیت 160 اتری۔ کسی نے پوچھا: پھر مہاجرین کے لیے کیا ہے؟ فرمایا: اس سے افضل آیت ہے پھر یہی آیت پڑھ کر سنائی۔ (ابن ابی حاتم)

(10) انسانوں کے لئے اعلیٰ ترین رویے نیکی کے رویے ہیں۔ نیکیوں کی ترغیب دلانے اور برائیوں سے بچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے نیکی کا اجر کئی گنا رکھا ہے تاکہ انسان نیکیوں بھری زندگی گزاریں۔

(11) ﴿وَیُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِیْمًا﴾ ''اور اپنے پاس سے بہت بڑا اجر عطا فرمائے گا'' اجرِ عظیم سے مراد جنت ہے۔ یا ارحم الراحمین! ہمیں بھی اپنی رضا اور جنت نصیب فرما۔ آمین

(12) وہ عمل کے ثواب سے زیادہ عطا کرے گا مثلاً وہ اسے دیگر اعمال کی توفیق سے نوازے گا، بہت سی نیکی اور خیر کثیر عطا کرے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا﴾

''پھر کیا حال ہوگا جب ہم ہر اُمت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور آپ کو ان پر گواہ لائیں گے'' (41)

سوال 1: اس آیت کا شانِ نزول کیا ہے؟

جواب: ایک دفعہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کو قرآن مجید سنا رہے تھے۔ جب وہ اس آیت پر پہنچے: ﴿فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا﴾ ''پھر کیا حال ہوگا جب ہم ہر اُمت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور آپ کو ان پر گواہ لائیں گے۔'' فرمایا: ''بس! ٹھہرو۔'' سیدنا ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے آنکھ اٹھا کر دیکھا تو نبی ﷺ کی آنکھوں سے پانی جاری تھا۔ (صحیح بخاری: 4582)

سوال 2: قیامت کے دن نبی کریم ﷺ امت کے بارے میں شہادت دیں گے، اس کی وضاحت ﴿فَكَيْفَ ... شَهِيْدًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ﴾ ''پھر کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے'' (قیامت کے دن) ہر امت کے گواہ کی حیثیت سے اس کے رسول کو بلایا جائے گا جو گواہی دے گا کہ انہوں نے کیا اعمالِ صالحہ کیے یا کیسے کیسے کفر و سرکشی کا ارتکاب کیا تاکہ اس شہادت کے مطابق ان کا حساب ہو۔ (تیسیر الرحمٰن) جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ﴾ ''اور زمین اپنے رب کے نور سے چمک اُٹھے گی اور کتاب رکھ دی جائے گی اور انبیاء اور گواہوں کو لایا جائے گا۔'' (الزمر: 69)

(2) ﴿وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِيْ كُلِّ اُمَّةٍۭ شَهِيْدًا عَلَيْهِمْ مِّنْ اَنْفُسِهِمْ﴾ ''اور جس دن ہم ہر اُمت میں سے ان پر ایک گواہ ان ہی میں سے اُٹھائیں گے۔'' (النحل: 89)

(3) ﴿وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا﴾ ''اور آپ کو ان پر گواہ لائیں گے'' (i) ﴿وَّجِئْنَا بِكَ﴾ اور اے محمد! ہم آپ ﷺ کو لائیں گے۔ (ii) ﴿عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ﴾ آپ کی امت پر۔ (iii) ﴿شَهِيْدًا﴾ ''گواہ'' جو ایمان لایا اس کے ایمان پر، جس نے کفر کیا اس کے کفر پر اور جو نفاق میں مبتلا ہوا اس کے نفاق پر۔ (الاساس فی التفسیر: 1063/2)

سوال 3: اس آیت سے کس چیز کی طرف توجہ دلائی جا رہی ہے؟

جواب: (1) ''پھر کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے'' یہ کہہ کر اس طرف توجہ دلائی جا رہی ہے کہ آج ایمان اور عمل کا سرمایہ نہیں، کفر اور بداعمالیاں ہیں۔ اس دن کیا حال ہوگا جب ہر قوم سے گواہ اُٹھائے جائیں گے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اور اے محمد ﷺ! تمہیں امت مسلمہ پر گواہ لائیں گے۔

(2) قیامت کا منظر آنکھوں کے سامنے لایا جا رہا ہے جب ہر امت کے اعمال پر گواہ کی پیشی ہوگی۔ بخل پر، کفر پر، فخر پر، اللہ تعالیٰ کے فضل کو چھپانے پر، دکھاوے پر، بخل کی دعوت پر اور رسول ﷺ کی موجودگی پر جس کا وہ انکار کرتے تھے سب سے سچی گواہیاں ہوں گی۔ جن کا آخرت پر یقین نہیں ان کے ساتھ بھی انصاف ہوگا۔

(3) اس وقت رسول کی نافرمانی کرنے والے چاہیں گے کہ کاش! زمین پھٹ جائے اور وہ اس میں سما جائیں۔

(4) اللہ تعالیٰ کے یہاں کوئی اپنی بات چھپا نہ سکے گا۔

سوال 4: قیامت کے دن گواہی کی کیا صورت حال ہوگی؟

جواب: (1) قیامت کے دن گواہی کی صورت حال اس حقیقت پر مشتمل ہوگی کہ فیصلہ کرنے والا کامل علم، کامل عدل اور کامل حکمت کا مالک ہے اور وہ مخلوق میں سب سے زیادہ سچی شہادت کی بنیاد پر فیصلہ کرے گا۔ یہ شہادت انبیاء و مرسلین کی شہادت ہے جو وہ اپنی امتوں کے خلاف دیں گے اور جن کے خلاف فیصلہ ہوگا وہ بھی اس کا اقرار کریں گے۔ اللہ کی قسم! یہ وہ فیصلہ ہے جو تمام فیصلوں میں سب سے زیادہ عام، سب سے زیادہ عادل اور سب سے عظیم ہے۔ (تفسیر سعدی: 517/1)

(2) ساری انسانیت کی موجودگی میں جس شخص کے اعمال کا فیصلہ کرنا مطلوب ہوگا اسے اللہ تعالیٰ کی عدالت میں کھڑا کیا جائے گا۔ یہ مجرم کا مقام ہوگا۔ جن لوگوں نے دنیا میں حق کی گواہی دی ہوگی انہیں بلایا جائے گا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بولنے والے کا مقام ہوگا۔

(3) یہ ایسا ہولناک لمحہ ہوگا کہ انسان چاہے گا زمین پھٹ جائے اور وہ اس کے اندر سما جائے مگر یہ شرمندگی کام نہ آئے گی۔

(4) اللہ تعالیٰ کے یہاں ہر ایک کے قول اور عمل کا جو ریکارڈ ہوگا وہ انہیں دکھایا جائے گا۔

(5) حق کی گواہی دینے والے کو بلا کر ثابت کیا جائے گا کہ جب اس کو حق کے لیے بلایا تھا تو اس نے تکبر کی وجہ سے انکار کیا تھا۔ اس نے خود کو بڑا سمجھا اور حق کی دعوت دینے والوں کو چھوٹا جانا۔ حقیقت کو جان لینے کے باوجود محض اس لیے انکار کیا کہ انہیں اپنی بڑائی ختم ہوتی ہوئی محسوس ہوتی تھی۔ پھر محمد رسول اللہ ﷺ کو ان لوگوں پر گواہ بنا کر کھڑا کیا جائے گا اور ثابت کر دیا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ پیغام انسانیت تک پہنچا دیا گیا۔ اس طرح سے جرم ثابت کرنے کے بعد مجرموں کو جہنم میں جھونک دینے کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔

سوال 5: کیا نبی ﷺ کے شہید ہونے سے مراد حاضر و ناظر ہونا ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)شہید کے معنی گواہ ہیں۔جولوگ یہ سمجھتے ہیں کہ نبی ﷺ حاضروناظر ہیں وہ آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی صفت میں شریک سمجھتے ہیں جو کہ شرک ہے کیونکہ حاضروناظر تو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

(2)شہید کے لفظ سے یہ استدلال کہ گواہی وہی دے سکتا ہے جو حاضروناظر ہو اپنے اندر قوت نہیں رکھتا اس لیے کہ شہادت یقینی علم کی بنیاد پر ہوتی ہے اور قرآن مجید کے حقائق اور واقعات سے زیادہ یقینی علم کوئی نہیں ہوسکتا۔قرآن مجید کے علم یقینی کی بناء پر ہی امت مسلمہ کو شُھداءعلی الناس قرار دیا گیا ہے جس سے ہر فرد کے حاضروناظر ہونے کا مفہوم نہیں لیا جاسکتا۔اس طرح یہ پتہ چلتا ہے کہ نبی ﷺ کے حاضروناظر ہونے کا عقیدہ مشرکانہ اور بے بنیاد ہے۔

(3)اس شہادت کی پوری حقیقت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی شہادت سے واضح ہوجاتی ہے۔رب العزت کا فرمان ہے:﴿وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ ۗ بِحَقٍّ ؕ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ (۱۱۶) مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ؕ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ (۱۱۷)﴾”اور جب اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ معبود بناؤ، وہ کہے گا:”آپ پاک ہیں، میرا یہ کام نہ تھا کہ میں وہ بات کہتا جس کا مجھے کوئی حق نہ تھا۔اگر میں نے وہ کہا ہوتا تو یقینا آپ کے علم میں ہوتا،آپ جانتے ہیں جو میرے نفس میں ہے اور میں وہ نہیں جانتا جو آپ کے نفس میں ہے، بلاشبہ آپ ہی پوشیدہ باتوں کو خوب جاننے والے ہیں۔میں نے ان سے اس کے سوا کوئی بات نہیں کہی جس کا آپ نے مجھے حکم دیا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے اور میں ان پر گواہ تھا جب تک میں ان میں موجود تھا پھر جب تو نے مجھے اٹھالیا تو ان پر تو ہی نگران تھا اور تو ہر چیز پر گواہ ہے۔“(المائدہ:117,116)

(4)سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:”قیامت کے دن نوح علیہ السلام کو بلایا جائے گا، وہ کہیں گے:لبیک وسعدیک یارب! اللہ رب العزت فرمائے گا:”کیا تم نے میرا پیغام پہنچادیا تھا؟“نوح علیہ السلام عرض کریں گے کہ میں نے پہنچادیا تھا۔پھر ان کی امت سے پوچھا جائے گا:کیا انہوں نے میرا پیغام تمہیں پہنچایا تھا؟ وہ لوگ کہیں گے کہ ہمارے یہاں کوئی ڈرانے والا نہیں آیا۔اللہ تعالیٰ فرمائے گا (نوح علیہ السلام سے) کہ آپ علیہ السلام کے حق میں کوئی گواہی بھی دے سکتا ہے؟ وہ کہیں گے کہ محمد ﷺ اور ان کی امت میری گواہ ہے۔چنانچہ نبی ﷺ کی امت ان کے حق میں گواہی

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

دے گی کہ انہوں نے پیغام پہنچا دیا تھا اور رسول (یعنی نبی ﷺ) اپنی امت کے حق میں گواہی دیں گے (کہ انہوں نے سچی گواہی دی ہے) یہی مراد ہے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے کہ ''اور اسی طرح ہم نے تم کو امتِ وسط بنایا تا کہ تم لوگوں کے لیے گواہی دو اور رسول تمہارے لیے گواہی دیں۔'' (صحیح بخاری:4487)

﴿يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ؕ

''جس دن وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور رسول کی نافرمانی کی تمنا کریں گے کہ کاش! ان پر زمین برابر کر دی جائے

وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا﴾

اور اللہ تعالیٰ سے وہ کوئی بات بھی چھپا نہ سکیں گے'' (42)

ع 6 3

سوال 1: قیامت کے دن کافر کیا تمنا کریں گے، اس کی وضاحت ﴿يَوْمَئِذٍ ... حَدِيْثًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ﴾ ''جس دن وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور رسول کی نافرمانی کی تمنا کریں گے کہ کاش! ان پر زمین برابر کر دی جائے'' اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن کی ہولناکی کی ایک مثال بیان کی ہے کہ اس دن کافر یہ تمنا کریں گے کہ زمین پھٹ جائے اور یہ اس میں سما جائیں۔

(2) کافروں اور رسول کے نافرمانوں کی یہ آرزو کہ کاش! انہیں زمین کے ساتھ ہی ہموار کر دیا جاتا اس لیے سامنے رکھی گئی ہے کہ اس دن کوئی دل کی بات اور اپنے حالات اللہ تعالیٰ سے نہیں چھپا سکے گا۔ جب کچھ نہیں چھپے گا تو بُرا بدلہ ضرور ملے گا۔

(3) رب العزت کا ارشاد ہے: ﴿اِنَّاۤ اَنْذَرْنٰكُمْ عَذَابًا قَرِيْبًا ۚ يَّوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ وَيَقُوْلُ الْكٰفِرُ يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ تُرٰبًا﴾ ''یقیناً ہم نے تمہیں اس عذاب سے خبردار کر دیا ہے جو قریب ہی ہے، جس دن انسان وہ دیکھ لے گا جو اس کے ہاتھوں نے آگے بھیجا، اور کافر کہے گا: اے کاش! میں مٹی ہوتا۔'' (النباء:40)

(4) ﴿وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے وہ کوئی بات بھی چھپا نہ سکیں گے'' لوگ اللہ تعالیٰ سے ایک بات بھی نہ چھپا سکیں گے اور اپنے ہر گناہ کا اقرار کر لیں گے۔ (مختصر ابن کثیر:324/1)

(5) سیدنا سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ مجھے قرآن مجید کی کئی باتوں میں اختلاف معلوم ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''وہ کیسے؟ کیا قرآن میں شک ہے؟'' اس نے عرض کی: جی نہیں! شک نہیں بلکہ اختلاف، آپ نے فرمایا: ''ہاں، بتاؤ کیا اختلاف ہے؟'' اس نے عرض کی کہ قرآن مجید میں ایک جگہ تو یہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے کہ ﴿ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ﴾ ''پھر ان کا اس کے سوا کوئی عذر نہ ہو گا کہ وہ کہیں گے کہ قسم ہے اللہ ہمارے رب کی! ہم مشرک نہ تھے۔'' (الانعام:23) اور دوسری جگہ یہ ہے کہ: ﴿وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے وہ کوئی بات بھی چھپا نہ سکیں گے'' حالانکہ انہوں نے چھپا لیا ہے تو سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ان میں سے پہلی آیت کا مطلب یہ ہے کہ مشرکین روز قیامت جب یہ دیکھیں گے کہ اللہ تعالیٰ صرف اہل اسلام ہی کے گناہوں کو معاف فرما رہا ہے اور کسی گناہ کا معاف کر دینا بھی اس کے نزدیک کوئی بڑی بات نہیں لیکن وہ شرک کو ہرگز معاف نہیں فرما رہا تو مشرکین اپنے شرک ہی کا انکار کر دیں گے اور کہیں گے کہ ﴿وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ﴾ ''قسم ہے اللہ ہمارے رب کی! ہم مشرک نہ تھے۔'' (الانعام:23) اس امید سے کہ انہیں بھی معاف کر دیا جائے تو اللہ تعالیٰ ان کے مونہوں پر مہر لگا دے گا اور ان کے ہاتھ پاؤں ان کے اعمال کے بارے میں بتائیں گے، پھر یہ اللہ تعالیٰ سے کوئی بات چھپانے پر قادر نہ ہوں گے تو اس وقت: ﴿يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ۭ وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا﴾ ''وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا اور رسول کی نافرمانی کی تمنا کریں گے کہ کاش! ان پر زمین برابر کر دی جائے اور اللہ تعالیٰ سے وہ کوئی بات بھی چھپا نہ سکیں گے۔'' (تفسیر عبدالرزاق:1/457)

سوال 2: ﴿وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے وہ کوئی بات بھی چھپا نہ سکیں گے'' کی وضاحت کے لیے انسانی شعور کو کیسے متاثر کیا گیا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے حشر کے میدان کی دہشت کو انسان کی تمنا میں رکھ دیا ہے کہ اس دن لوگوں کی تمنائیں بدل جائیں گی۔ وہ انسان جو مرنا نہیں چاہتا، دنیا سے جانا نہیں چاہتا، قبر سے گھبراتا ہے کل کے دن تمنا کرے گا کہ کاش! زمین اس پر برابر کر دی جائے۔ (2) اس کیفیت میں نہ اپنے تاثرات رب سے چھپا سکیں گے نہ اپنے اعمال۔
(3) اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے کہ آج کے وقت سے فائدہ اٹھا لو۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم نماز کے قریب بھی نہ جاؤ اس حال میں کہ تم نشے میں ہو یہاں تک کہ تم جان لو جو کچھ

تَقُوْلُوْنَ وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا ۭ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تم کہتے ہو اور نہ ہی جنابت کی حالت میں مگر راستہ عبور کرنے والے ہو، یہاں تک کہ تم غسل کرلو اور اگر تم بیمار ہو یا

سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا

سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے آیا ہو یا تم نے عورتوں سے مباشرت کی ہو پھر تم پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی سے

صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿

تیمم کرو، پھر اپنے چہروں اور ہاتھوں کا مسح کرو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہی بہت معاف کرنے والا، بے حد بخشنے والا ہے" (43)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ہمارے لیے کھانا تیار کیا اور پھر ہمیں دعوت دی اور کھانے میں شراب بھی پلائی جس سے ہم نشہ میں آ گئے (اتنے میں) نماز کا وقت بھی ہو گیا۔ تو (حاضرین نے) مجھے امامت کے لیے آگے کر دیا، میں نے سورہ الکافرون کی آیت ﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ﴾ میں الفاظ ﴿لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ﴾ کی بجائے ﴿نَحْنُ نَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ﴾ پڑھ دیے۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر آیت ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ﴾ نازل فرمائی "اے ایمان والو جب تم نشہ کی حالت میں ہو تو نماز کے قریب نہ جاؤ (نہ پڑھو) حتیٰ کہ تم جان لو جو تم کہہ رہے ہو۔" (جامع ترمذی: 3026)

سوال 2: نشہ اور جنابت کی حالت میں نماز پڑھنے کی جو ممانعت کی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ... تَغْتَسِلُوْا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو" یعنی اے وہ لوگو! جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تصدیق کی ہے۔

(2) ﴿لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى﴾ "تم نماز کے قریب بھی نہ جاؤ اس حال میں کہ تم نشے میں ہو" اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو نشے کی حالت میں نماز پڑھنے سے روکا ہے کیونکہ نشے میں انسان کو اپنی بات اور حالات کا ہوش نہیں رہتا۔

(3) ﴿سُكٰرٰى﴾ یہ سکران کی جمع ہے۔ سکران شراب کے نشے میں دھت کو کہتے ہیں۔

(4) اس ممانعت میں یہ بات بھی شامل ہے کہ وہ نشے کی حالت میں نماز کی جگہوں یعنی مساجد وغیرہ کے بھی قریب نہ جائیں کیونکہ نشے کی حالت میں مسجد میں داخل ہونا منع ہے۔ اس ممانعت میں نفس نماز بھی شامل ہے۔ نشے والے شخص کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عقل کے مختل ہونے اور یہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے کہ وہ کیا کہہ رہا ہے اس کی نماز اور دیگر عبادات جائز نہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے نماز پڑھنے کے لیے اس چیز کو شرط بنایا کہ نشے والا شخص جو کچھ کہہ رہا ہو اسے اس کا علم ہو۔ (تفسیر سعدی:521/1)

(5)﴿حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ﴾ ''یہاں تک کہ تم جان لو جو کچھ تم کہتے ہو'' نماز اس وقت پڑھو جب تم جان لو کہ کیا کہہ رہے ہو۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے کہا: یعنی جو تم اپنی نماز میں پڑھتے ہو۔ (ابن ابی حاتم:959/3)

(6)﴿حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ﴾ ''یہاں تک کہ تم جان لو جو کچھ تم کہتے ہو'' یہ نشے والے انسان کی سب سے بہتر تعریف اور وضاحت ہے کہ اسے معلوم ہی نہیں ہوتا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ لہٰذا ظاہر ہے کہ جس نے شراب پی ہوگی، اس کی قراءت خلط ملط ہو جائے گی اور وہ قراءت میں تدبر اور نماز میں خشوع خضوع نہیں کر سکے گا۔ (المصباح المنیر:107/2)

(7) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب کوئی شخص نماز پڑھتے ہوئے اونگھنے لگے تو اسے چاہئے کہ نماز چھوڑ کر سو جائے اور نماز اس وقت پڑھے جب اسے یہ معلوم ہو کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ حالتِ نیند میں نماز ادا کرتے ہوئے وہ مغفرت کی دعا کرنے کی بجائے اپنے آپ کو گالیاں دینے لگے۔'' (بخاری:212)

(8)﴿وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلٍ﴾ ''اور نہ ہی جنابت کی حالت میں مگر راستہ عبور کرنے والے ہو'' جنبی کے لیے مسجد میں جانا ممنوع ہے البتہ اگر اس کا راستہ مسجد سے گزرتا ہو تو گزرنا جائز ہے۔ (تیسیر الرحمن:263) ﴿عَابِرِيْ سَبِيْلٍ﴾ سے مراد مسافر ہیں۔

(9) مستند روایتوں میں ہے کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے گھر مسجد کی طرف اس طرح کھلتے تھے کہ بغیر مسجد کے گزرے وہ باہر نہیں آ سکتے تھے اور گھروں میں غسل کے لیے پانی نہیں ہوتا تھا۔ جنابت کی حالت میں یہ مژدہ ان پر شاق گزرتا اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (ابن کثیر) (اشرف الحواشی:103/1)

(10) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ مجھے مسجد سے چٹائی پکڑا دو۔ میں نے عرض کی کہ میں حالتِ حیض میں ہوں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حیض تیرے ہاتھ میں تو نہیں ہے۔'' (مسلم:298)

(11) اسی کی رو سے حیض والی عورت مسجد سے گزر سکتی ہے اور نفاس والی عورت بھی اسی حکم میں ہے۔ (مختصر ابن کثیر:325/1)

(12)﴿حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا﴾ ''یہاں تک کہ تم غسل کر لو'' یہ جنبی کے لیے نماز کے قریب جانے سے ممانعت کی حد اور انتہا ہے۔ پس جنبی کے لیے مسجد سے صرف گزرنا جائز ہے۔ (تفسیر سعدی:519/1)

سوال 3: انسان شراب کیوں پیتے ہیں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)روحانی خلا کو پُر کرنے کے لیے۔(2)بے مقصدیت کی وجہ سے انسان شراب پیتے ہیں۔

سوال 4:اللہ تعالیٰ نے شراب جیسی عادت کا علاج کس طرح کیا؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ نے شراب جیسی عادت کا علاج نہایت نرمی، ہمدردی اور تدریج کے ساتھ کیا، بغیر جنگ لڑے، بغیر قربانی دیئے۔ابتداء میں شراب نوشی کے خلاف شعور کو بیدار کیا گیا جیسا کہ اللہ رب العزت نے فرمایا:﴿يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ۭ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۡ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا﴾ ''وہ آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں پوچھتے ہیں۔آپ کہہ دیں کہ ان دونوں میں بہت بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لیے کچھ فائدے بھی ہیں۔اوران دونوں کا گناہ ان کے فائدے سے بہت بڑا ہے۔''(البقرہ:219)

(2)لوگوں نے سمجھ لیا کہ اس کے منافع کے مقابلے میں نقصان بہت زیادہ ہے۔گناہ بڑا ہے لہٰذا اسے حرام ہونا چاہیے۔اس آیت میں نشے کے اوقات محدود کر دیئے گئے۔نماز کے اوقات قریب ہوتے ہیں، پورے دن پر پھیلے ہوئے ہوتے ہیں، ان میں اتنا وقفہ نہیں ہوتا کہ کوئی شراب پیئے اور اس کا نشہ ٹوٹ جائے۔پھر اس دور میں شراب نوشی کے خاص اوقات صبح اور شام کے تھے جو نمازوں کے اوقات ہوتے۔مسلمان کے ضمیر کو یہ فیصلہ کرنا تھا کہ نماز پڑھے یا شراب پیئے۔اس لیے وہ نماز کے حق میں فیصلہ دے کر شراب نوشی سے نجات پا گئے اور آخری حکم کے آنے تک ٹریننگ ہو چکی تھی جس میں شراب نوشی کو حرام قرار دے دیا گیا۔﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! بلاشبہ شراب اور جوا اور شرک کے لیے نصب کی گئی چیزیں اور قسمت آزمائی تیر سب گندے شیطانی کام ہیں، چنانچہ تم ان سے اجتناب کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔''(المائدہ:90)

(3)اللہ تعالیٰ نے انسان کے دل پر تقویٰ (خدا خوفی) کا نگران بٹھا دیا۔اللہ کا خوف جس دل میں بیٹھ جاتا ہے وہ کسی وقت کسی جگہ اللہ تعالیٰ سے غافل نہیں ہوتا۔اسی احساس کو قرآن حکیم نے زندہ کر کے شراب نوشی سے نجات دلائی۔

سوال 5:شراب نوشی کی حرمت کی وجہ سے اجتماعی زندگی میں جو خلا پیدا ہوتا ہے اس خلا کو اسلام کیسے پُر کرتا ہے؟

جواب:اس خلا کو اسلام ایمان کی تروتازگی سے پُر کرتا ہے۔ایک تازہ شعور کے تحت انسان جب اللہ تعالیٰ کی معرفت میں زندگی بسر کرنے لگتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے نور کو پھیلاتا ہے، پاکیزہ زندگی بسر کرتا ہے، پاکیزگی کی دعوت دیتا ہے، انسانیت کی خدمت کرتا ہے، بھلائی کے کام کرتا ہے اور اس طرح اس کے اندر روحانی خلا نہیں رہتا۔

سوال 6:غسل جنابت کا مسنون طریقہ کیا ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب نبی ﷺ غسل جنابت کرنا چاہتے تو (برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے) اپنے دونوں ہاتھ دھوتے پھر نماز کے وضو کی طرح وضو کرتے پھر انگلیاں پانی میں ڈال کر بالوں کی جڑوں کا خلال کرتے پھر دونوں ہاتھوں میں تین چلو لے کر اپنے سر پر ڈالتے پھر اپنے سارے بدن پر پانی بہاتے۔(بخاری کتاب الغسل:272)

(2) غسل جنابت کا طریقہ یہ ہے:(i) نیت کرنا۔(ii) بسم اللہ پڑھنا۔(iii) دونوں ہاتھوں کو کلائیوں تک دھونا۔(اگر برتن سے پانی لینا ہے تو پانی لینے سے پہلے ہاتھوں کو دھونا ہے) (iv) استنجاء کرنا اور شرم گاہ سے لگی ہوئی نجاست کو دھونا اور مٹی سے یا صابن سے ہاتھ مار کر ہاتھ صاف کرنا۔(v) مکمل وضو کرنا۔(پاؤں دھونے کے علاوہ) (vi) سر کو کانوں سمیت تین بار دھونا۔(vii) پہلے بدن کے دائیں حصّے پر پانی بہانا، پھر بائیں حصے پر پانی بہانا اور پورے بدن کو دھونا۔(viii) دونوں ہاتھوں سے بدن کو رگڑنا۔(ix) آخر میں دونوں پاؤں دھونا۔

سوال 7: تیمم کے احکامات کی وضاحت ﴿وَاِنْ كُنْتُمْ ... وَاَيْدِيْكُمْ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1) جن صورتوں میں تیمم جائز ہے وہ اس آیت میں بیان کی گئی ہیں۔

(2) ﴿وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى﴾ ''اور اگر تم بیمار ہو'' مریض کے لیے غسل کی رخصت ہے جب وہ زخمی ہو یا اسے چوٹ لگی ہو۔ جب چوٹ والے شخص کو جنابت لاحق ہو تو وہ غسل کرے گا اور زخمی شخص اس وقت تک حالت رخصت میں ہے جب تک زخموں کا ڈر ختم نہ ہو جائے۔(جامع البیان:116/5)

(3) پس اللہ تبارک وتعالیٰ نے مریض کے لیے تیمم کو پانی کی موجودگی اور عدم وجود، دونوں حالتوں میں علی الاطلاق جائز قرار دیا ہے اور اس بات کی علت ایسا مرض ہے جس میں پانی کا استعمال سخت تکلیف دہ ہو۔(تفسیر سعدی)

(4) ﴿اَوْ عَلٰى سَفَرٍ﴾ ''یا سفر میں ہو'' (i) مجاہد رحمہ اللہ نے کہا: مسافر کو جب پانی نہ ملے تو وہ تیمم کر کے نماز پڑھے گا۔(تفسیر جامع البیان:113/5) (ii) سفر کم ہو یا زیادہ، تیمم ہو سکتا ہے۔(الاساس فی التفسیر:1076/2)

(iii) سفر میں بھی تیمم کو مباح قرار دیا کیونکہ سفر میں پانی کے عدم وجود کا امکان ہو سکتا ہے اس لیے جب مسافر کے پاس پینے اور دیگر ضروریات سے زائد پانی نہ ہو تو اس کے لیے تیمم جائز ہے۔(تفسیر سعدی:520/1)

(5) ﴿اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ﴾ ''یا تم میں سے کوئی قضائے حاجت سے آیا ہو'' (i) ﴿الْغَآئِطِ﴾ نرم جگہ کو کہا جاتا ہے۔(ii) ﴿اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ﴾ یہ پاخانہ پیشاب کرنے سے کنایہ ہے۔(مختصر ابن کثیر:326/1)

(6) ﴿اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ﴾ ''یا تم نے عورتوں سے مباشرت کی ہو'' (i) ملامست سے جماع مراد ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فرماتے ہیں: اس سے مراد ہمبستری ہے۔(ابن ابی حاتم)(ii)اس سے وہ جنسی فعل مراد ہے جس سے غسل واجب ہوجاتا ہے۔

(7)﴿فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً﴾''پھر تم پانی نہ پاؤ'' فقہاء ﴿فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً﴾ سے استدلال کرتے ہیں کہ نماز کا وقت داخل ہونے پر پانی کی تلاش فرض ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس شخص کے لیے ﴿لَمْ يَجِدْ﴾''اس نے نہ پایا'' کا لفظ استعمال نہیں کیا جاتا جس نے تلاش نہ کیا ہو بلکہ یہ لفظ استعمال ہی تلاش کے بعد کیا جاتا ہے۔

(8)اس آیت کریمہ سے فقہاء نے یہ استدلال بھی کیا ہے کہ اگر پانی کسی پاک چیز کے اختلاط سے متغیر ہوجائے تو اس سے وضو وغیرہ جائز ہے بلکہ اس کے ذریعہ سے طہارت حاصل کرنا متعین ہے۔(تفسیر سعدی:520/1)

(9)﴿فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا﴾''تو پاک مٹی سے تیمم کرو''(i)تیمم کے معنی ارادہ کرنے کے ہیں۔ سفر میں یا جہاں پانی موجود نہ ہو یا پانی کے استعمال سے بیماری بڑھنے کا اندیشہ ہو تو پاکیزگی حاصل کرنے کے لیے پاک مٹی کا استعمال تیمم کہلاتا ہے۔(ii)﴿صَعِيْدًا﴾زمین کی ظاہری سطح کو کہتے ہیں۔(بخاری کتاب التفسیر)

(iii)جس کا غبار نہ ہو تو اس سے مسح نہیں کیا جاتا۔(تفسیر سعدی:521/1)

(iv)پانی کی عدم موجودگی میں تیمم کرنا گویا مٹی سے وضو کر کے پاکیزگی حاصل کرنا ہے۔

(10)سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''ہم لوگوں کو اور لوگوں پر تین باتوں کی وجہ سے فضیلت ملی۔ ہماری صفیں فرشتوں کی صفوں کی طرح کی گئیں، ہمارے لئے ساری زمین نماز کی جگہ ہے اور زمین کی خاک ہم کو پاک کرنے والی ہے جب پانی نہ ملے۔''(مسلم:522)

(11)سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا:''پاک مٹی مسلمان کے لیے وضو (کے پانی کے حکم میں) ہے، اگرچہ دس برس تک پانی نہ پائے، جب تم پانی پاجاؤ تو اس کو اپنے بدن پر بہالو، اس لیے کہ یہ بہتر ہے۔''(ابوداؤد:332)

(12)﴿فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ﴾''پھر اپنے چہروں اور ہاتھوں کا مسح کرو''(i)نبی ﷺ کا تیمم کا طریقہ یہ ہے کہ صرف ایک بار مٹی پر ہاتھ مار کر پھونک دینا ہے پھر دونوں ہاتھوں کو ایک دوسرے پر پھیرنا، پھر چہرے پر پھیر لینا ہے۔(ii)حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے زاد المعاد میں لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ تیمم کے لیے ایک ہی بار دونوں ہتھیلیوں اور چہرے پر ہاتھ پھیرتے تھے۔

(13)سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ایک سفر میں تھے اور ہمیں جنابت لاحق ہوگئی۔ پانی نہ ملا تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے تو نماز نہیں پڑھی اور میں نے مٹی میں اس طرح لوٹ لگائی جس طرح چوپایہ لوٹ لگاتا ہے اور نماز پڑھ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لی۔ میں نے آپ ﷺ سے اس کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''تمہیں اس طرح کافی تھا۔'' پھر آپ ﷺ نے اپنی دونوں ہتھیلیوں کو ایک بار مٹی پر مارا، پھر انہیں اپنے منہ کے قریب کیا اور ان پر پھونک ماری (زائد مٹی اڑا دی)۔ پھر آپ ﷺ نے بائیں ہاتھ سے داہنے کی پشت پر اور داہنی ہتھیلی سے بائیں ہاتھ کی پشت پر مسح کیا۔ پھر دونوں ہتھیلیوں سے اپنے چہرے کا مسح کیا۔ (بخاری:347)

(14) سیدنا عمران رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کسی سفر میں آپ ﷺ نے ایک جگہ پڑاؤ کیا۔ وضو کے لیے پانی منگوایا۔ آپ ﷺ نے وضو کیا اور نماز کے لیے اذان کہی گئی پھر آپ ﷺ نے لوگوں کو نماز پڑھائی۔ جب آپ ﷺ نے نماز سے سلام پھیرا تو ایک شخص کو علیحدہ بیٹھے دیکھا۔ آپ ﷺ نے اس سے پوچھا: ''اے فلاں! تجھے کس چیز نے لوگوں کے ساتھ نماز ادا کرنے سے روکے رکھا؟'' وہ کہنے لگا: میں جنبی ہو گیا ہوں اور پانی موجود نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے اسے فرمایا: ''تمہیں مٹی سے تیمم کر لینا چاہیے تھا وہ تجھے کافی ہو جاتا۔'' اور ایک روایت میں ہے کہ پھر آپ ﷺ نے اسے مٹی سے تیمم کرنے کا حکم دیا۔ (بخاری:348)

سوال 8: آیتِ تیمم کا شانِ نزول کیا ہے؟

جواب: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ بعض سفر (غزوہ بنی المصطلق) میں تھے۔ جب ہم مقام بیداء یا ذات الجیش پر پہنچے تو میرا ایک ہار کھو گیا (جو انہوں نے سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا سے واپس کر دینے کے وعدے پر ادھار لیا تھا)۔ رسول اللہ ﷺ اس کی تلاش میں وہیں ٹھہر گئے اور لوگ بھی آپ ﷺ کے ساتھ ٹھہر گئے۔ لیکن وہاں پانی کہیں قریب میں نہ تھا۔ لوگ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا: عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے کیا کام کیا؟ کہ رسول اللہ ﷺ اور تمام لوگوں کو ٹھہرا دیا ہے اور پانی بھی کہیں قریب میں نہیں ہے اور نہ لوگوں ہی کے ساتھ ہے۔ پھر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے، رسول اللہ ﷺ اپنا سر مبارک میری ران پر رکھے ہوئے سو رہے تھے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ تم نے رسول اللہ ﷺ اور تمام لوگوں کو روک لیا حالانکہ قریب میں کہیں پانی بھی نہیں ہے اور نہ لوگوں کے پاس ہے۔ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ والد ماجد (رضی اللہ عنہ) مجھ پر بہت خفا ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے جو چاہا انہوں نے مجھے کہا اور اپنے ہاتھ سے میری کوکھ میں کچوکے لگائے۔ رسول اللہ ﷺ کا سر مبارک میری ران پر تھا، اس وجہ سے میں حرکت بھی نہیں کر سکتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ جب صبح کے وقت اٹھے تو پانی کا پتہ تک نہ تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے تیمم کی آیت اتاری اور لوگوں نے تیمم کیا۔ اس پر اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے آل ابی بکر! یہ تمہاری کوئی پہلی برکت نہیں ہے۔ سیدہ عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے فرمایا: پھر ہم نے اس اونٹ کو ہٹایا جس پر میں سوار تھی تو ہار اسی کے نیچے مل گیا۔ (بخاری:334)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال9:﴿اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب:﴿اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا﴾ ''یقینا اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہی بہت معاف کرنے والا، بے حد بخشنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ اپنے احکامات میں انتہائی آسانیاں پیدا فرما کر اپنے مومن بندوں کے ساتھ بہت زیادہ عفو اور مغفرت کا معاملہ کرتا ہے تا کہ بندے پر اس کے احکام کی تعمیل شاق نہ گزرے اور اسے ان کی تعمیل میں کوئی حرج محسوس نہ ہو۔ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا عفو اور اس کی مغفرت ہے کہ اس نے پانی کے عدم استعمال کے عذر کے موقع پر مٹی کے ذریعے سے طہارت کو مشروع فرما کر اس امت پر رحم فرمایا اور یہ بھی اس کا عفو اور اس کی مغفرت ہے کہ اس نے گناہوں کے لیے توبہ اور انابت کا دروازہ کھولا اور انہیں اس دروازے کی طرف بلایا اور ان کے گناہ بخش دینے کا وعدہ فرمایا، نیز یہ بھی اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور اس کا عفو ہے کہ اگر بندۂ مومن زمین بھر گناہوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہو اور اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کیا ہو، تو اللہ تعالیٰ بھی اسے زمین بھر مغفرت سے نوازے گا۔ (تفسیر سعدی:1/521,522)

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ وَيُرِيْدُوْنَ

''کیا آپ نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو کتاب میں سے ایک حصہ دیا گیا وہ گمراہی خریدتے ہیں اور وہ چاہتے ہیں

اَنْ تَضِلُّوا السَّبِيْلَ﴾

کہ تم بھی راستہ گم کر دو'' (44)

سوال1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: ابن جریر، ابن ابی حاتم اور بیہقی نے ''الدلائل'' میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رفاعہ بن زید بن تابوت بڑے شیطان یہودیوں میں سے تھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کرتا تو اپنی زبان مروڑ کر بات کرتا تا کہ الفاظ کے معانی بدل جائیں اور اپنی مجلسوں میں ہمیشہ اسلام کی بدگوئی کرتا رہتا تھا تو یہ آیت نازل ہوئی۔ (تیسیر الرحمن:1/264)

سوال2: گمراہی کی وجہ سے یہود کی جو مذمت کی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿اَلَمْ تَرَ...تَضِلُّوا السَّبِيْلَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1) اس آیت میں یہود کی مذمت کی گئی ہے جو ہدایت کے بدلے گمراہی خریدتے ہیں اور مسلمانوں کو بھی گمراہ کرنا چاہتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2)﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ﴾ ''کیا آپ نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو کتاب میں سے ایک حصہ دیا گیا وہ گمراہی خریدتے ہیں'' اس سے مراد اللہ تعالیٰ کے دشمن یہود ہیں جو گمراہی خریدتے ہیں۔(جامع البیان:139/5)(3)الکتاب سے یہاں مراد تورات ہے۔(الاساس فی التفسیر:1082/2)

(4)﴿اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ﴾ ''جن کو کتاب میں سے ایک حصہ دیا گیا'' اس سے مراد یہود ہیں۔(i)انہوں نے کتاب الٰہی کا ایک حصہ گم کر دیا۔ پھر جو کتاب ان کے پاس موجود تھی اس کے مقصد اور روح سے بھی وہ بیگانہ ہو گئے تھے۔(ii)ان کو اللہ تعالیٰ کی کتاب کے الفاظ تو پڑھنے کو ملے مگر اس پر عمل کرنا نہ ملا۔(iii)الفاظ کی حد تک وہ کتاب اللہ کے حامل تھے مگر انہوں نے عمل کے معاملے میں دنیادارانہ رویہ اختیار کیا۔ چونکہ انہوں نے کتاب کو اس کے الفاظ اور روح دونوں کے اعتبار سے نہیں لیا اس لیے یہ کہا گیا کہ ''کتاب میں سے ایک حصہ دیئے گئے۔''

(5)﴿يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ﴾ ''وہ گمراہی خریدتے ہیں'' گمراہی کفر ہے جس کو انہوں نے ایمان کے بدلے خریدا ہے۔ انہوں نے نبی ﷺ اور ان کی صفات کا انکار کیا جو تورات میں آئیں تاکہ وہ اپنی قوم کا محور و مرکز رہیں، ان کے سردار رہیں اور فضیلت حاصل کریں۔(ایسر التفاسیر:266,265)

(6)وہ گمراہی خریدتے ہیں یعنی گمراہی سے بہت زیادہ محبت کرتے ہیں اور اسے ترجیح دیتے ہیں جیسے کوئی شخص اپنی محبوب چیز کی طلب میں مالِ کثیر خرچ کرنے کو ترجیح دیتا ہے۔ پس یہ لوگ ہدایت پر گمراہی کو، ایمان پر کفر کو اور سعادت پر شقاوت کو ترجیح دیتے ہیں۔(تفسیر سعدی:522/1)

(7)﴿وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ تَضِلُّوا السَّبِيْلَ﴾ ''اور وہ چاہتے ہیں کہ تم بھی راستہ گم کر دو'' یہود چاہتے ہیں کہ آپ حق کا راستہ گم کر دو جیسا کہ وہ خود گمراہ ہوئے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ آپ بھی اس کا انکار کر دو جو محمد ﷺ پر نازل ہوا ہے۔(الاساس:1082/2)(8)اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خبردار کیا ہے کہ یہودی تمہارے خلاف کیا تدابیر اختیار کرنا چاہتے ہیں۔

﴿وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَآئِكُمْ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا ۙ وَّ كَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا﴾

''اور اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کو خوب جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کافی دوست ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کافی مددگار ہے''(45)

سوال: مسلمانوں کو جو تسلی دی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿وَاللّٰهُ... نَصِيْرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَآئِكُمْ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کو خوب جانتا ہے'' اس آیت سے مسلمانوں کو تسلی دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کی چالوں سے واقف ہے اور وہ ان کی ہر سازش کو ناکام بنا دے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2) مسلمانوں کے اندر یہ احساس زندہ کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں سے بے خبر نہیں۔

(3) ﴿وَ كَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہی کافی دوست ہے'' اللہ تعالیٰ نے اس احساس کو اجاگر کیا ہے کہ حق اور باطل کی کشمکش میں تم اکیلے نہیں، ہم تمہارے ساتھ، تمہارے ولی، تمہاری مافوق الفطری طریقے سے مدد کرنے والے ہیں۔

(4) ﴿وَّ كَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہی کافی مددگار ہے'' ہم تمہاری مدد کرنے والے ہیں لہٰذا آگے بڑھو اور اللہ تعالیٰ کی کارسازی اور مدد پر بھروسہ رکھو۔

(5) اللہ تعالیٰ نے یہود کی دشمنیوں اور شرانگیزیوں پر مسلمانوں کے حوصلے برقرار رکھنے کے لیے اپنے ولی اور نصیر ہونے کا شعور دلایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کا رُخ اپنی طرف رکھنے کے لیے اپنے ولی اور نصیر ہونے کا شعور دلایا ہے۔

﴿مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا

''ان لوگوں میں سے جو یہودی ہوئے، وہ باتوں کو ان کی جگہوں سے پھیر دیتے ہیں اور وہ کہتے ہیں: ''(سمعنا) ہم نے سنا

وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَيًّا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَ

اور (عصینا) ہم نے نافرمانی کی'' (واسمع) اور تم سنو (غیر مسمع) کہ تمہیں نہ سنایا جائے اور (راعنا) ہماری رعایت کرو! اپنی زبانوں کو موڑتے ہوئے

طَعْنًا فِي الدِّيْنِ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاسْمَعْ

(کہتے ہیں) اور دین میں طعن کرتے ہوئے۔ اور اگر وہ کہتے: ''(سمعنا) ہم نے سنا (واطعنا) اور ہم نے اطاعت کی (واسمع) اور آپ سنیے

وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَقْوَمَ ۙ وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ

اور (وانظرنا) اور ہم پر نظر کرم کیجیے'' تو ان کے حق میں بلاشبہ زیادہ بہتر اور زیادہ درست ہوتا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان

فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾

پر لعنت کر دی چنانچہ ان میں سے کم ہی لوگ ایمان لاتے ہیں'' (46)

سوال: یہودی تحریف کے عادی ہیں، اس کی وضاحت ﴿مِنَ الَّذِيْنَ ... قَلِيْلًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿مِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ﴾ ''ان لوگوں میں سے جو یہودی ہوئے، وہ باتوں کو ان کی جگہوں سے پھیر دیتے ہیں'' اس جگہ ان سے مراد یہودیوں کے گمراہ علماء ہیں۔ (تفسیر سعدی: 522/1) یعنی یہودی اللہ تعالیٰ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے کلام میں تحریف کرتے ہیں۔

(2) تحریف کرنے سے مراد آیات کو توڑ پھوڑ کر ان کا مفہوم کچھ سے کچھ بنا دینا یا الفاظ کا مفہوم بدل دینا ہے۔

(3) یہود نے اصل تورات کو دو دفعہ گم کر دیا جو عبرانی زبان میں نازل ہوئی تھی۔ پھر انہوں نے تراجم پر انحصار کیا اور تحریف کے علاوہ بہت سے الحاقی مضامین کو بھی شامل کر دیا۔ مثلاً کتاب استثناء باب 34 میں ہے: ''موسیٰ خداوند کا بندہ، خداوند کے حکم کے موافق موآب کی سرزمین میں وفات پا گیا۔ اسے اس نے موآب کی ایک وادی میں بیت فغور کے مقابل گاڑا۔ پر آج کے دن تک کوئی اس کی قبر کو نہیں جانتا۔'' اس عبارت سے صاف پتہ چلتا ہے کہ یہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے مدتوں بعد شامل ہونے والا مضمون ہے۔

(4) ابن ابی حاتم نے کہا: انہوں نے تورات میں اللہ تعالیٰ کی حدود میں تحریف کی۔ (فتح القدیر:607/1)

(5) بیہقی نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول نقل کیا ہے کہ تورات میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ اس طرح تھا کہ وہ سرگیں کشادہ چشم، میانہ قامت، گھونگریالے بالوں والے خوب صورت ہوں گے۔ جب مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو علمائے یہود جل گئے اور انہوں نے کتاب کے اندر مندرجہ حلیہ بدل ڈالا اور کہنے لگے: ہم اپنے پاس نبی کا حلیہ یہ نہیں پاتے بلکہ ان کا حلیہ اس طرح ہوگا۔ دراز قامت، نیلگوں چشم اور لٹکتے ہوئے بالوں والے، اور اپنے زیردست لوگوں سے کہا کہ یہ ویسا نہیں ہے۔ زیردستوں کو دھوکہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ عوام سے ان کی روزی وابستہ تھی، ان کو اندیشہ ہوا کہ ان کے زیر اثر یہودی اگر مسلمان ہو جائیں گے تو ان کی روزی بند ہو جائے گی۔ (تفسیر مظہری:78/3)

(6) ﴿وَيَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا﴾ ''اور وہ کہتے ہیں: (سمعنا) ہم نے سنا اور (عصینا) ہم نے نافرمانی کی'' یہود کی شرارت کا ذکر ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سن کر ﴿سَمِعْنَا﴾ زبان مروڑ کر اس طرح کہتے کہ ﴿سَمِعْنَا﴾ کی بجائے ﴿عَصَيْنَا﴾ (ہم نے نافرمانی کی) سمجھ میں آتا تھا۔ یوں بات ہی بدل کر رہ جاتی کہ ہم نے سنا اور ہم نافرمانی کریں گے۔

(7) ﴿وَاسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ﴾ ''(واسمع) اور تم سنو (غیر مسمع) کہ تمہیں نہ سنایا جائے'' وہ کہتے ﴿اِسْمَعْ﴾ (ہماری بات سنئے) اور ساتھ ہی دل میں ﴿غَيْرَ مُسْمَعٍ﴾ (تم نہ سن سکو یا بہرے ہو جاؤ) کہہ دیتے۔

(8) اس سے مراد ہے کہ سنو وہ بات جو پہلے سنائی نہیں گئی۔ مجاہد نے کہا: جو تم کہتے ہو وہ قبول نہیں۔ (تفسیر الدر المنثور:300/2)

(9) اس سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے نہ سنوائے۔ (ایسر التفاسیر:266) یعنی ہم جو کہتے ہیں وہ سنو لیکن اے کاش کہ وہ نہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سنوائے جاؤ۔

(10)﴿وَّرَاعِنَا لَيًّا بِاَلْسِنَتِهِمْ﴾ ''اور (راعنا) ہماری رعایت کرو! اپنی زبانوں کو موڑتے ہوئے (کہتے ہیں)'' کبھی یہود رسول اللہ ﷺ سے ''اِسْمَعْ'' کی بجائے ''رَاعِنَا'' (ہماری رعایت کیجئے) کہتے اور زبان کو مروڑ کر ''راعینا'' (ہمارے چرواہے) کہتے۔ پھر آپس میں کہتے اگر یہ نبی ہوتا تو ہماری باتوں کی اسے اطلاع ہوجاتی۔

(11) راعنا کا اچھا استعمال: ہماری رعایت کیجئے: یہ الفاظ سننے والے کے شوق علم پر دلیل ہیں۔ راعنا کا برا استعمال: زبان کو تھوڑا سا دبا لینے سے راعینا بن گیا جس کا مطلب ہے ہمارا چرواہا۔ اللہ تعالیٰ نے مجلسی الفاظ سے بھی خارج کر دیا۔

(12)﴿وَطَعْنًا فِي الدِّيْنِ﴾ ''اور دین میں طعن کرتے ہوئے'' یہودی جو بات نبی ﷺ کا مذاق اڑانے کے لیے کہتے تھے، اللہ تعالیٰ نے اسے دین پر طعن قرار دیا اور اس طرح یہ سمجھایا کہ نبی ﷺ کی ذات دین کا اظہار ہے اس لیے ان پر طعن دین پر طعن ہے۔

(13) یہود رسول اللہ ﷺ کو ایذا دینے اور آپ ﷺ کا مذاق اڑانے کے لیے ایسی باتیں کرتے تھے۔

(14)﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَقْوَمَ﴾ ''اور اگر وہ کہتے: ''(سمعنا) ہم نے سنا (واطعنا) اور ہم نے اطاعت کی (واسمع) اور آپ سنیے اور (وانظرنا) اور ہم پر نظر کرم کیجیے'' تو ان کے حق میں بلاشبہ زیادہ بہتر اور زیادہ درست ہوتا'' یہود سے یہ کہا گیا کہ ﴿وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا﴾ کے الفاظ کو نبی ﷺ کی مجلس میں رواج دیتے تو یہ زیادہ بہتر اور درست بات ہوتی۔

(15) اگر یہ لوگ یہ کہتے کہ ہم نے آپ کی باتیں سن لیں اور مان لیں، آپ ہماری بات سنیے اور ہمیں بھی دیکھیے تو یہ ان کے لیے بہتر اور عین مناسب تھا۔ (مختصر ابن کثیر: 327/1)

(16)﴿وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ﴾ ''لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر کی وجہ سے ان پر لعنت کر دی'' اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر کی وجہ سے انہیں ہدایت سے دور کر دیا اور رسوا کر دیا۔ (تفسیر بیضاوی: 198/2)

(17) اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کو آداب رسول ﷺ کی تعلیم دی ہے اور ایسا نہ کرنے پر لعنت اور عذاب الٰہی کی وعید سنائی اور مومنوں پر تو آداب رسول ﷺ کو فرض کر دیا۔ ارشاد فرمایا: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ۗ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ ''اے ایمان والو! تم ''رَاعِنَا (ہماری رعایت کریں)'' نہ کہو بلکہ ''انْظُرْنَا (ہماری طرف نظر کرم کیجئے)'' کہو اور سنو، اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔'' (البقرہ: 104)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(18)﴿فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ ''چنانچہ ان میں سے کم ہی لوگ ایمان لاتے ہیں'' اس سے مراد یہ ہے کہ یہود میں سے ماسوائے چند لوگوں کے ایمان لانے والے نہیں۔

(19)ان کا ایمان قلت کی وجہ سے انہیں نفع نہیں دیتا اسی لیے وہ اپنے اخلاق کی اصلاح نہیں کرتے اور نہ اپنے نفوس کو پاک کرتے ہیں اور نہ دنیا اور آخرت میں کمال تک پہنچتے ہیں۔(ایسر التفاسیر:266)

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ

''اے وہ لوگو جنہیں کتاب دی گئی! اس پر ایمان لے آؤ جو ہم نے نازل کیا ہے اس کے لیے تصدیق کرنے والا ہے جو تمہارے پاس ہے اس

اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰٓى اَدْبَارِهَآ اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّآ اَصْحٰبَ السَّبْتِ ؕ

سے پہلے کہ ہم چہروں کو مٹا دیں، پھر انہیں پشتوں پر پھیر دیں یا ان پر لعنت کر دیں جیسے ہم نے سبت والوں پر لعنت کی

وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا﴾

اور اللہ تعالیٰ کا حکم ہمیشہ سے ہو کر رہنے والا ہے''(47)

سوال1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: ابن اسحاق نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علمائے یہود عبداللہ بن صوریا اور کعب بن اسید سے گفتگو کی اور فرمایا: ''اے گروہ یہود! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور ایمان لے آؤ، اللہ کی قسم! تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں تمہارے پاس جو چیز لے کر آیا ہوں، وہی سچ ہے۔'' وہ بولے: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نہیں جانتے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں یہ آیت نازل فرمائی، ''اے وہ لوگو جن کو کتاب دی گئی ہے! تم اس کتاب قرآن پر ایمان لاؤ جس کو ہم نے نازل کیا ہے۔'' (لباب النقول)(تفسیر ابن کثیر:266/1)

سوال2: قرآن حکیم پر ایمان نہ لانے پر جو وعید دی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ...مَفْعُوْلًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا﴾ ''اے وہ لوگو جنہیں کتاب دی گئی! اس پر ایمان لے آؤ جو ہم نے نازل کیا ہے، اس کے لیے تصدیق کرنے والا ہے جو تمہارے پاس ہے، اس سے پہلے کہ ہم چہروں کو مٹا دیں'' اس آیت کریمہ میں اہل کتاب کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اس عظیم کتاب پر ایمان لے آئیں جو رسول اللہ ﷺ پر اتری ہے اور ان بشارتوں کی تصدیق کرتی ہے جو ان کی کتابوں میں ہیں۔ اگر وہ ایسا نہیں کریں گے تو ہم ان کی صورتیں بدل دیں گے۔ (مختصر ابن کثیر: 328/1)

(2) اگر وہ اس قرآن پر ایمان نہیں لاتے تو گویا ان کا اپنی کتابوں پر بھی ایمان نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی کتابیں ایک دوسری کی تصدیق اور ایک دوسری کی تائید کرتی ہیں، اس لیے بعض کتابوں پر ایمان کا دعویٰ اور بعض پر ایمان نہ رکھنا محض باطل دعویٰ ہے جس کی صداقت کا ہرگز امکان نہیں ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو علم اور کتاب عطا کی اس لیے وہ اس سبب سے دوسرے لوگوں سے آگے بڑھ کر اس کی طرف سبقت کرتے۔ یہ علم اور کتاب دوسروں کی نسبت ان کے لیے زیادہ اس بات کی موجب ہیں کہ وہ آگے بڑھ کر ایمان لاتے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے عدم ایمان کی وجہ سے ان کو وعید سنائی ہے۔ (تفسیر سعدی)

(3) اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے سامنے ان کے حالات واضح کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ تمہارے جرائم تو اتنے شدید ہیں کہ تمہیں وہی سزا ملنی چاہیے جو اصحاب السبت کو دی گئی یعنی یا تو ہم تمہارے چہرے بگاڑ دیں اور انہیں پشتوں کی طرف لوٹا دیں یا لعنت کر دیں اور تمہیں بندر بنا دیں۔ لہٰذا بہتر یہی ہے کہ کسی ذلت کے مسلط ہونے سے پہلے ایمان لے آؤ۔

(4) ﴿نَّطْمِسَ وُجُوْهًا﴾ ''ہم چہروں کو مٹا دیں'' کا مطلب یہ ہے کہ (i) ہم ان کے چہروں کو مٹا کر گدھے کی طرح سپاٹ کر دیں گے۔ یہ طمس الکتاب سے نکلا ہے یعنی لکھا ہوا مٹا دیا۔ (بخاری کتاب التفسیر) (ii) طمس الشیء کے معنی ہیں: کسی چیز کی علامتیں اور اس کے اثرات مٹا دینا۔ (iii) چہرے بگاڑنے سے مراد یہ ہے کہ آنکھ، کان، ناک اور منہ کے نشانات مٹا کر برابر کر دیئے جائیں۔

(5) ابن ابی حاتم کی روایت ہے کہ ابو مسلم خلیلی، کعب الاحبار کے استاد تھے جو انہیں رسول اللہ ﷺ سے ملنے میں دیر کرنے پر ملامت کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ ابو مسلم نے کعب کو بھیجا کہ وہ دیکھ کر آئیں کہ محمد ﷺ وہی ہیں۔ کعب کہتے ہیں کہ میں نے سواری لی اور مدینہ پہنچ گیا۔ اچانک میں نے ایک تلاوت کرنے والے کو سنا، وہ اس آیت کی تلاوت کر رہا تھا۔ کہتے ہیں کہ میں بھاگا، پانی سے غسل کیا، اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا کہ کہیں میرا چہرا مسخ تو نہیں ہو گیا۔ اس کے بعد میں مسلمان ہو گیا۔ (تفسیر ابن کثیر)

(6) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا: ''قیامت سے پہلے (انسانوں کی) صورتیں بدلیں گی، وہ زمین میں دھنسیں گے اور ان پر پتھر برسیں گے۔'' (سنن ابن ماجہ: 4059، صحیحہ: 1787)

(7) سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''میری امت کے آخر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں (یعنی قیامت کے نزدیک) زمین میں دھنسنے، صورتیں بگڑ جانے اور پتھر برسنے کے واقعات ہوں گے۔" (ابن ماجہ:4060)

(8)﴿فَنَرُدَّهَا عَلٰٓى اَدْبَارِهَآ﴾ "پھر اُنہیں پشتوں پر پھیر دیں" (i) چہرے بگاڑ کر پیچھے پھیر دینے سے مراد یہ ہے کہ اگلے حصے پر نشانات ہیں جیسے ناک، کان، آنکھیں، منہ اور پچھلا حصہ سپاٹ ہے تو آگے کا حصہ بھی کیوں نہ پیچھے کی طرف موڑ دیں۔ (ii) مراد خوف ناک عذاب سے ڈرانا اور چہروں کو پیچھے کی طرف پھیر کر پیچھے کی طرف چلنے پر مجبور کرنا ہے۔ (iii) اس سے یہ مراد بھی ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے دل و دماغ سے ہدایت اور بصیرت کے آثار مٹا دے اور دوبارہ کفر و جاہلیت کی طرف لوٹا دے۔

(9) اللہ تعالیٰ نے آنکھ، کان اور منہ کی صلاحیتیں اعلیٰ مقاصد کے لیے عطا کی تھیں لیکن جب اُن سے وہ کام نہیں لیا گیا، جب کان ہوتے ہوئے یہ (یہود) بہرے بن گئے، جب آنکھیں رکھتے ہوئے اندھے بن گئے، جب زبان ہوتے ہوئے یہ گونگے بن گئے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ حق کے ساتھ مسلسل بے پروائی برتی ہے۔ ایسی ہی حالت میں اللہ تعالیٰ نے چہرے مسخ کر دینے، پشت کی طرف پھیر دینے کی دھمکی دی ہے۔ آج مسلمان یہ رویہ روا رکھیں گے تو ان کے لیے بھی رب العزت کی یہی وعید ہے۔

(10)﴿اَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّآ اَصْحٰبَ السَّبْتِ﴾ "یا ان پر لعنت کر دیں جیسے ہم نے سبت والوں پر لعنت کی" لعنت بے حسی کی آخری صورت ہے۔ جب انسان کی بے حسی اس حد تک پہنچ جائے کہ اس کو حق ناحق کی تمیز نہ رہے تو یہی لعنت ہے۔ (11) اپنے حکم کی نافرمانی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہفتے کے دن کی حرمت کو پامال کرنے والوں کو بندر بنا دیا۔

(12)﴿وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا﴾ "اور اللہ تعالیٰ کا حکم ہمیشہ سے ہو کر رہنے والا ہے" اس سے مراد ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کام تو ایسا ہے جو کر لیا گیا یعنی نہ اس کے کام سے اسے کوئی روکنے والا ہے نہ اس کی کوئی مخالفت کر سکتا ہے۔

(13) رب العزت کا ارشاد ہے: ﴿اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ﴾ "یقیناً اس کا حکم یہ ہوتا ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو وہ اسے کہہ دیتا ہے "ہو جا" تو وہ ہو جاتی ہے۔" (یٰس:82)

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ﴾

"بے شک اللہ تعالیٰ اس بات کو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور جو اس کے علاوہ ہے وہ جس کے لیے چاہے گا بخش دے گا اور

﴿وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا﴾

جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرے گا تو یقیناً اس نے بہت بڑا گناہ گھڑ لیا" (48)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال: بغیر توبہ شرک کو کبھی بھی معاف نہ کیا جائے گا، اس کی وضاحت ﴿اِنَّ اللّٰهَ ... عَظِيْمًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ﴾ ''بے شک اللہ تعالیٰ اس بات کو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے'' اللہ تعالیٰ بغیر توبہ شرک کو کبھی بھی معاف نہیں کرے گا۔ (تیسیر الرحمٰن: 265/1)

(2) رب العزت کا ارشاد ہے: ﴿وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ﴾ ''اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتا ہے تو گویا وہ آسمان سے گر گیا، پھر پرندے اسے اچک لیتے ہیں یا اسے ہوا کسی دور دراز جگہ میں گرا دیتی ہے۔'' (الحج: 31)

(3) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ فرمایا: ''یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو برابر ٹھہراؤ حالانکہ اسی نے ہی تم کو پیدا کیا ہے۔'' (بخاری: 4477)

(4) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اس حالت میں مرے کہ کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتا تھا تو وہ جہنم میں جائے گا اور میں یہ کہتا ہوں کہ جو اس حال میں مرا کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہ ٹھہراتا ہو وہ جنت میں جائے گا۔'' (صحیح بخاری: 1238)

(5) سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''میرے پاس جبرئیل علیہ السلام آئے انہوں نے مجھے یہ خوش خبری دی کہ آپ ﷺ کی امت میں سے جو اس حال میں مرا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا تھا تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔'' میں نے یہ سن کر عرض کیا: اگرچہ وہ آدمی زنا اور چوری کرتا ہو؟ فرمایا: ''خواہ وہ زنا یا چوری کرتا ہو۔'' (صحیح مسلم: 272)

(6) سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) اس شخص سے پوچھے گا جسے دوزخ کا سب سے ہلکا عذاب کیا گیا ہوگا: اگر دنیا میں تمہاری کوئی چیز ہوتی تو کیا تو اس عذاب سے نجات پانے کے لیے اسے بدلے میں دے سکتا تھا؟ وہ شخص کہے گا کہ جی ہاں۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: جب تو آدم کی پیٹھ میں تھا تو میں نے تجھ سے اس سے بھی معمولی چیز کا مطالبہ کیا تھا (روز ازل میں) کہ میرا کسی کو بھی شریک نہ ٹھہرانا، لیکن (جب تو دنیا میں آیا تو) اسی شرک کا عمل اختیار کیا۔'' (بخاری: 3334)

(7) ﴿وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾ ''اور جو اس کے علاوہ ہے وہ جس کے لیے چاہے گا بخش دے گا'' شرک سے کم تر گناہوں کی مغفرت کے لیے اللہ تعالیٰ نے بہت سے اسباب مقرر فرمائے ہیں۔ مثلاً برائیوں کو مٹانے والی نیکیاں، دنیا اور برزخ میں نیز قیامت کے روز گناہوں کا کفارہ بننے والے مصائب، اہل ایمان کی ایک دوسرے کے لیے مغفرت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی دُعائیں، شفاعت اور اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت جس کے سب سے زیادہ مستحق اہلِ ایمان وتوحید ہیں جب کہ شرک کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ شرک کرنے والے نے خود اپنے لیے مغفرت کا دروازہ بند کرلیا، اس نے خود اپنے آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کی راہیں مسدود کرلیں۔ توحید کے بغیر نیکیاں کوئی نفع نہ دیں گی، توحید کے بغیر مصائب اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچائیں گے۔ (تفسیر سعدی:525/1)

(8) سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے آدم کے بیٹے! اگر تو مجھ سے دنیا بھر کے گناہ ساتھ لے کر ملے مگر میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرایا ہو تو میں دنیا بھر کی بخشش کے ساتھ تجھ سے ملوں گا۔'' (ترمذی:3540)

(9) سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے میرے بندے! تو جب تک میری بندگی کرتا رہے گا اور مجھ سے امید قائم رکھے گا تو میں بھی تجھے معاف کرتا رہوں گا، خواہ تیرے جو بھی گناہ ہوں، اے میرے بندے! اگر تو زمین بھر گناہ لے کر میرے پاس آجائے اور ان میں شرک نہ ہو تو میں تیرے پاس اتنی ہی بخشش لے کر آؤں گا۔'' (مسند احمد:21426)

(10) سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ کے جسم مبارک پر سفید کپڑا تھا اور آپ سو رہے تھے پھر دوبارہ حاضر ہوا تو آپ بیدار ہو چکے تھے پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس بندہ نے بھی کلمہ ﴿لا إله إلا الله﴾ ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں'' کو مان لیا اور پھر اسی پر وہ مرا تو جنت میں جائے گا۔'' میں نے عرض کیا: چاہے اس نے زنا کیا ہو، چاہے اس نے چوری کی ہو؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''چاہے اس نے زنا کیا ہو، چاہے اس نے چوری کی ہو،'' میں نے پھر عرض کیا: چاہے اس نے زنا کیا ہو، چاہے اس نے چوری کی ہو؟ فرمایا: ''چاہے اس نے زنا کیا ہو، چاہے اس نے چوری کی ہو۔'' میں نے (حیرت کی وجہ سے پھر) عرض کیا: چاہے اس نے زنا کیا ہو یا اس نے چوری کی ہو؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''چاہے اس نے زنا کیا ہو چاہے اس نے چوری کی ہو، ابوذر رضی اللہ عنہ کی ناک خاک آلود ہو۔'' بعد میں جب سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ اس حدیث کو بیان کرتے تو یہ ضرور کہتے: ابوذر کی ناک خاک آلود ہو۔ (بخاری:5827)

(11) ﴿وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا﴾ ''اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرے گا تو یقیناً اس نے بہت بڑا گناہ گھڑ لیا'' اس سے بڑا کون سا ظلم ہو سکتا ہے کہ کوئی اس مخلوق کو جو مٹی سے تخلیق کی گئی، جو ہر پہلو سے ناقص ہے اور ہر لحاظ سے بذاتہ محتاج ہے، جس کا کسی بندے کو کوئی نفع ونقصان پہنچانا، اس کو زندہ کرنا، مارنا اور پھر اسے دوبارہ زندہ کرنا تو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کجا، وہ تو اپنے آپ کی بھی مالک نہیں، اس ہستی کے برابر ٹھہرائے جو ہر چیز کی خالق ہے، جو ہر لحاظ سے کامل ہے، جو بذاتہ اپنی تمام مخلوقات سے بے نیاز ہے، جس کے قبضہ قدرت میں نفع ونقصان، عطا کرنا اور محروم کرنا سب کچھ ہے۔ مخلوق کے پاس جو بھی نعمت ہے وہ اسی کی عطا وبخشش ہے۔ تب کیا اس ظلم سے بڑی کوئی اور چیز ہے؟ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے حتمی طور پر مشرک کو دائمی عذاب اور ثواب سے محرومی کی وعید سنائی۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰهُ النَّارُ﴾ ''اور یقیناً جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کیا تو یقیناً اُس پر اللہ تعالیٰ نے جنت حرام کر دی ہے اور اس کا ٹھکانہ آگ ہے۔'' (تفسیر سعدی: 526/1)

(12) یہ آیت کریمہ غیر تائب کے بارے میں ہے رہا تائب تو اللہ تعالیٰ توبہ کرنے پر شرک اور دیگر تمام گناہ بخش دیتا ہے۔ ﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ، یقیناً اللہ تعالیٰ سب کے سب گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ یقیناً وہی بڑا بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' (الزمر: 53) (تفسیر سعدی: 526/1)

(13) یہود ونصاریٰ کی طرح نام نہاد مسلمان جو شرک میں گرفتار ہیں، مصیبت کے وقت غیر اللہ کو پکارتے، اٹھتے بیٹھتے ان کے نام کا وظیفہ کرتے ہیں، ان کے نام کا روزہ رکھتے، ان کی قبروں کو پوجتے، ان کے نام پر جانور ذبح کرتے اور ان کی منتیں مانتے ہیں، وہ بھی مشرکوں کے حکم میں آتے ہیں۔ (دعوۃ القرآن)

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۭ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَاۗءُ

''کیا آپ نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنے آپ کو پاک کہتے ہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے پاک کرتا ہے اور

وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا﴾

ان پر ایک دھاگے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا'' (49)

سوال: اپنی پاکیزگی کے اظہار پر یہود کی جو مذمت کی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿اَلَمْ ... فَتِيْلًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ﴾ ''کیا آپ نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنے آپ کو پاک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہتے ہیں'' اس آیت کریمہ میں یہود و نصاریٰ کی مذمت کی گئی ہے جو ہمیشہ اپنی پاکی بیان کرتے رہتے ہیں، وہ اپنے آپ کو مقدس و معصوم سمجھتے اور اللہ کے بیٹے اور محبوب ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، ان کی تردید فرمائی کہ کسی کو پاک باز انسان قرار دینا تو اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ (دعوۃ القرآن)

(2) یہود اپنے آپ کو مقدس گروہ خیال کرتے تھے۔ انبیاء علیہم السلام کی نسل میں ہونے کی وجہ سے انہوں نے بے شمار روایتیں اور کہانیاں گھڑ لی تھیں اور یہ عقیدہ قائم کر لیا تھا کہ جو شخص یہودی ہے اس کی نجات یقینی ہے۔

(3) یہودی یا عیسائی کہتے تھے ﴿وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ''اور انہوں نے کہا کہ کوئی شخص جنت میں ہرگز داخل نہیں ہوگا مگر وہ جو یہودی یا عیسائی ہو، یہ ان کی تمنائیں ہیں، آپ کہہ دیں کہ اپنی دلیل لاؤ اگر تم سچے ہو۔'' (البقرہ:111)

(4) آج مسلمان بھی اپنے آپ کو پاک قرار دیتے ہیں۔ مسلمان اپنے آپ کو سیّد اور آل سیّد قرار دے کر کہتے ہیں کہ ہم پشت در پشت پاک لوگ ہیں۔ کچھ لوگ بہشتی دروازے سے گزر کر اپنے آپ کو گناہوں سے پاک سمجھ لیتے ہیں۔

(5) اپنے نفس کو رذائل سے اور برے اخلاق سے پاک صاف کرنا چاہئے اور یہ بہت مبارک عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے کارہائے نبوت میں ﴿وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ﴾ (البقرہ:139) فرمایا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کے موافق جو شخص اپنے نفس کو رذائل، برے اخلاق اور برے اعمال سے پاک کرے اللہ تعالیٰ نے اس کی تعریف میں فرمایا: ﴿قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى﴾ ''یقیناً کامیاب ہو گیا وہ جو پاک ہو گیا۔'' (الاعلیٰ:14) (انوار البیان:690/1)

(6) اپنے نفس کی پاکیزگی کا دعویٰ کرنے کو اسلام جائز قرار نہیں دیتا۔ فرمایا: ﴿فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى﴾ ''سو اپنے نفس کی پاکیزگی کے دعوے نہ کرو۔ وہ زیادہ جاننے والا ہے، اس کو جس نے تقویٰ اختیار کیا۔'' (النجم:32)

(7) سیدنا عبدالرحمن بن ابی بکرہ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کے پاس ایک آدمی کا ذکر کیا گیا۔ آدمی نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! فلاں، فلاں کام میں اللہ کے رسول ﷺ کے بعد کوئی بھی اس سے بہتر نہیں ہے۔ تو نبی ﷺ نے فرمایا: ''تجھ پر افسوس ہے کہ تو نے اپنے ساتھی کی گردن کاٹ دی۔'' آپ نے یہ جملہ کئی مرتبہ دہرایا پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم میں سے کوئی آدمی اپنے بھائی کی تعریف ضرور کرنا چاہے تو اسے چاہیے کہ وہ فرمائے: میں گمان کرتا ہوں کہ وہ ایسا ہی ہے اور وہ اس پر یہ بھی رائے رکھے کہ میں اللہ کے مقابلے میں کسی کو بہتر نہیں سمجھتا۔'' (صحیح مسلم:7502)

(8) منہ پر تعریف کرنے والوں کا مقصد عام طور پر اپنے ممدوح کی مبالغہ آمیز ناجائز تعریف اور خوشامد وغیرہ کر کے ان سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ناجائز طور پر مالی فائدہ حاصل کرنا یا ان کی نظر میں بلند مقام حاصل کرنا ہوتا ہے۔ یہ عمل اخلاقی طور پر غلط ہے۔ (دعوۃ القرآن)

(9) سیدنا ابو معمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی کھڑا ہوا۔ وہ امیروں میں سے ایک امیر آدمی کی بڑی تعریف کرنے لگا تو سیدنا مقداد رضی اللہ عنہ اس آدمی کے منہ پر مٹی ڈالنے لگے اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں حکم فرمایا کہ بہت زیادہ تعریف کرنے والے کے چہروں پر مٹی ڈال دیں۔ (صحیح مسلم:3002)

(10) رسول اللہ ﷺ نے تو ایسا نام رکھنا بھی ناپسند فرمایا ہے جس سے تعریف کا پہلو نکلتا ہو۔ سیدہ زینب بنت ابی سلمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میرا نام ''برہ'' تھا پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اپنی تعریف مت کرو، اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ تم میں سے نیک کون ہے۔'' لوگوں نے عرض کیا: پھر ہم اس کا کیا نام رکھیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''زینب نام رکھو۔'' (مسلم:5609)

(11) ہاں اگر کوئی شخص واقعی قابل تعریف ہو اور اپنی تعریف سن کر اس شخص کے کسی قسم کے فتنے وغیرہ میں مبتلا ہونے کا خطرہ نہ ہو اور نہ تعریف کرنے والے کا مقصد ہی ناجائز فائدہ حاصل کرنا ہو تو ایسی تعریف کرنا جائز ہے جس طرح کہ خود رسول اللہ ﷺ نے اپنے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کی تعریف ان کی موجودگی میں فرمائی۔ واللہ اعلم! (دعوۃ القرآن)

(12) ﴿بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ﴾ ''بلکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے، پاک کرتا ہے'' اللہ تعالیٰ کے پاک کرنے سے مراد دل کی، عمل کی اور زندگی کی پاکیزگی ہے۔

(13) یہ آیت ثابت کرتی ہے کہ کسی گروہ سے وابستگی کسی کو پاکیزہ نہیں بناتی بلکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے پاک کرتا ہے۔

(14) اللہ تعالیٰ دلوں اور عملوں کو خوب جانتا ہے۔ اس لیے وہ فیصلہ دے سکتا ہے کہ پاک کون ہے۔

(15) اللہ تعالیٰ اس کو پاک کرنا چاہتا ہے جو پاک ہونے کی خواہش رکھتا ہو، جو پاک ہونے کا ارادہ کرے اور جو پاک ہونے کے لیے کوششیں شروع کر دے۔

(16) ﴿وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا﴾ ''اور ان پر ایک دھاگے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا'' مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں: فتیل کھجور کی گٹھلی کو کہتے ہیں۔ (جامع البیان:5/153)

(17) اللہ تعالیٰ انسان اور انسان میں عدل کی بنیاد پر فرق کرتا ہے۔ یہ فرق گروہ کی بنیاد پر نہیں۔ وہ کسی پر ظلم نہیں کرتا۔

ع 7 5 4

﴿اُنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ۭ وَكَفٰى بِهٖٓ اِثْمًا مُّبِيْنًا﴾

''آپ دیکھیں! وہ اللہ تعالیٰ پر کیسے جھوٹ باندھتے ہیں اور اس کو اتنا ظاہر گناہ ہی کافی ہے'' (50)

سوال: یہود اللہ تعالیٰ پر کیسے جھوٹ باندھتے تھے، اس کی وضاحت ﴿اُنْظُرْ ... مُّبِيْنًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: (1) یہود اپنی پاکیزگی کا دعویٰ کر کے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے تھے۔

(2) ﴿اُنْظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ﴾ ''آپ دیکھیں! وہ اللہ تعالیٰ پر کیسے جھوٹ باندھتے ہیں'' یہاں حیرت واستعجاب کے طور پر کہا گیا ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے بارے میں جھوٹی باتیں کرنے میں کتنے جری ہیں۔ (تیسیر الرحمٰن: 265/1)

(3) انہوں نے اپنے نفوس کی پاکیزگی کا دعویٰ کر کے اللہ تعالیٰ پر افتراء پردازی کی ہے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ پر سب سے بڑا بہتان ہے۔ اور ان کے تزکیہ نفوس کا مضمون یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا موقف حق اور مسلمانوں کا موقف باطل ہے اور یہ سب سے بڑا جھوٹ ہے۔ حق کو باطل اور باطل کو حق بنانا حقائق کو بدلنے کے مترادف ہے۔ (تفسیر سعدی: 527/1)

(4) اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے کا یہاں مطلب یہ ہے کہ یہود جھوٹ گھڑ کر اللہ تعالیٰ کے ذمے لگاتے ہیں۔

(5) ﴿وَكَفٰى بِهٖۤ اِثْمًا مُّبِيْنًا﴾ ''اور اس کو اتنا ظاہر گناہ ہی کافی ہے'' جو لوگ اپنے آپ کو پاک کہتے ہیں وہ اپنے دین کے بارے میں خود بھی دھوکے میں مبتلا ہیں اور دوسروں کو بھی دھوکہ دیتے ہیں۔ وہ اپنے نفس کی پاکیزگی کا دعویٰ کر کے اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کے لیے اتنا ظاہر گناہ ہی کافی ہے۔ ان کے ظاہر گناہ میں جھوٹ، دھوکہ اور خود فریبی وغیرہ شامل ہے۔

(6) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جھوٹ سے بچو کیونکہ جھوٹ فسق و فجور کی طرف لے جاتا ہے اور فسق و فجور کے کام آگ کی طرف لے جاتے ہیں۔'' (بخاری: 6094)

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ

''کیا آپ نے نہیں دیکھا ان لوگوں کی طرف جو کتاب میں سے ایک حصہ دیئے گئے؟ وہ بتوں پر اور باطل معبود پر ایمان رکھتے ہیں

وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰۤؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا﴾

اور ان لوگوں کے لیے کہتے ہیں جنہوں نے کفر کیا: ''یہ ان لوگوں سے زیادہ ہدایت کے راستے پر ہیں جو ایمان لائے'' (51)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: ابن جریر نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ کعب بن اشرف یہودی کفار قریش کو مسلمانوں کے خلاف جنگ پر آمادہ کرنے کے لیے مکہ گیا تو قریش نے اس سے کہا کہ تم اہل مدینہ میں سب سے معزز اور ان کے سردار ہو، ذرا اس حقیر و ذلیل آدمی کو دیکھو تو سہی جو اپنی قوم سے بھی الگ ہو گیا ہے اور اس زعم میں مبتلا ہے کہ وہ ہم سے بہتر ہے حالانکہ حاجیوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی خدمت کرنا، انہیں پانی پلانا اور بیت اللہ کی نگرانی کرنا ہمارا کام ہے۔ یہ سن کر کعب نے کہا کہ تم لوگ اس سے بہتر ہو تو اللہ تعالیٰ نے ﴿اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ﴾ اور یہ آیت نازل فرمائی اور کعب بن اشرف اور اس جیسے اللہ اور رسول ﷺ کے دیگر دشمنوں کا راز فاش کیا، اور ان کا کفر واضح کر دیا۔ اس واقعہ کو امام احمد نے محمد بن عدی سے اور ابن حبان نے اپنی کتاب "الصحیح" میں روایت کیا ہے۔ بعض روایتوں میں آتا ہے کہ کعب بن اشرف اور حُیَیّ بن اخطب غزوۂ احد کے بعد مکہ کے مشرکین کو مسلمانوں کے خلاف ایک بڑی فیصلہ کن جنگ پر آمادہ کرنے کے لیے گئے تھے۔ (تیسیر الرحمٰن: 266,265/1)

سوال 2: یہود جبت اور طاغوت پر ایمان لاتے ہیں اور کافروں کو مسلمانوں پر فوقیت دیتے ہیں، اس کی وضاحت ﴿اَلَمْ تَرَ ... سَبِيْلًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ﴾ "کیا آپ نے نہیں دیکھا اُن لوگوں کی طرف جو کتاب میں سے ایک حصہ دیئے گئے؟" اس سے مراد یہودی ہیں جو اہلِ کتاب ہیں لیکن جبت اور طاغوت پر ایمان رکھتے ہیں اور کافروں کو مسلمانوں پر فوقیت دیتے ہیں۔

(2) ﴿يُؤْمِنُوْنَ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ﴾ "وہ بتوں پر اور باطل معبود پر ایمان رکھتے ہیں" جبت توہمات، خرافات، بے اصل اور بے فائدہ چیزوں کے لیے ایک جامع لفظ ہے۔ اس میں جادو ٹونے، ٹوٹکے، جنتر منتر، رَمل، جفر، فال گیری، نجوم، شگون، کہانت (جوتش) مہورت اور ہاتھ کی لکیروں کا علم، تعویذ گنڈے، نقش، ستاروں کے انسانی زندگی پر اثرات وغیرہ سب شامل ہیں۔

(3) "جبت" سے مراد: بت، کاہن، جادوگر، جادو اور ہر وہ چیز ہے جس کی اللہ تعالیٰ کے علاوہ عبادت کی جائے۔ (تیسیر الرحمٰن: 266)

(4) "طاغوت" سے مراد: کاہن، شیطان، ہر گمراہ کن شے، بت، سرداران یہود، اور ہر وہ چیز ہے جس کی اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کی جاتی ہے۔ (تیسیر الرحمٰن: 266)

(5) جابر نے کہا: "طاغوت" بڑے ظالم مشرک قسم کے سردار لوگ جن کے یہاں جاہلیت میں لوگ مقدمات لے جاتے تھے۔ ایک ایسا سردار قبیلہ جہینہ میں تھا، ایک قبیلہ اسلم میں تھا اور ہر قبیلہ میں ہی ایک ایسا طاغوت ہوتا تھا۔ یہ وہی کاہن تھے جن کے پاس شیطان (غیب کی خبریں لے کر) آیا کرتے تھے۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ "الجبت" سے مراد جادو ہے اور الطاغوت سے مراد شیطان ہے۔ عکرمہ نے کہا کہ الجبت حبشی زبان میں شیطان کو کہتے ہیں اور الطاغوت بمعنی کاہن آتا ہے۔ (بخاری کتاب التفسیر)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(6)اللہ تعالیٰ کے سوادوسرے جھوٹے معبودوں کی پیروی کرنا شیطان ہی کی پیروی کرنا ہے۔اس لیے وہ بھی طاغوت میں شامل ہے۔

(7)اللہ تعالیٰ کی کتاب رکھنے والی قوم جب زوال کا شکار ہوتی ہے تو عمل کی بجائے جھوٹی توقعات (جو انہیں اپنے عقیدے کے بارے میں لاحق ہوتی ہیں) میں جینے لگتی ہے۔تب نتیجے کے طور پر ان میں توہمات پھلنے پھولنے لگتے ہیں۔جو چیز حقیقی عمل کے ذریعے ملتی ہے وہ ان کو عملیات، جھوٹے عقیدوں اور سفلی اعمال کے راستے پانے کی کوشش کرتے ہیں۔ایسے افراد دین کے معاملے میں کچھ پاکیزہ کاموں اور برکت والی شخصیات کے ساتھ نسبت کو اپنے لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں نجات کا معاملہ بنا لیتے ہیں۔اس طرح ان کا حال یہ ہوتا ہے کہ زبان سے دین کا اقرار کرتے ہیں لیکن عملی طور پر اپنی زندگی شیطان کے حوالے کر دیتے ہیں۔ایسے لوگ دین کی دعوت دینے والوں کے سخت دشمن ہو جاتے ہیں۔

(8)﴿وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰٓؤُلَآءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا﴾ ''اور ان لوگوں کے لیے کہتے ہیں جنہوں نے کفر کیا: ''یہ ان لوگوں سے زیادہ ہدایت کے راستے پر ہیں جو ایمان لائے'' یہودی کافروں سے کہتے تھے کہ مسلمانوں کی نسبت آپ صحیح راستے پر ہو۔وہ جہالت، بے دینی اور بے عملی کی وجہ سے دین میں کافروں کو مسلمانوں پر ترجیح دیتے تھے۔

سوال3: یہود مشرکین کے دین کو مسلمانوں کے دین پر کیوں ترجیح دیتے تھے؟

جواب:(1)یہودی مسلمانوں کی مخالفت کے لیے اسلام کی تعلیمات اور اس کی رخصتوں کو جواز بنایا کرتے تھے۔اسلام نے جن پابندیوں کو توڑا اور جن ناروا تشدّدات کو ختم کیا انہیں وہ اپنی شریعت کے خلاف سمجھتے تھے۔مثلاً اسلام نے ناپاکی اور جنابت کی حالت میں پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمم کی اجازت دی تو انہوں نے کہا کہ جو شخص مٹی پر ہاتھ مار کر نماز پڑھ لینے کی اجازت دیتا ہو وہ جس دین کی دعوت دیتا ہے بھلا خدائی دین کیسے ہو سکتا ہے؟

(2)یہودیوں نے ہمیشہ حق اور باطل کے درمیان باطل کو ترجیح دی ہے۔

(3)یہودیوں کو ہمیشہ اہل حق کے مقابلے میں اہلِ باطل اچھے لگتے ہیں۔

سوال4: یہودیوں کا اسلام کے خلاف آج کیسا رویہ ہے؟

جواب:(1)آج یہودی کہتے ہیں کہ وہ اپنے میڈیا کی قوت سے ہر اسلامی تحریک کو ناکام بنا سکتے ہیں۔

(2)اگر آج یہ کھل کر اہلِ باطل کی حمایت نہ کر سکیں تو خفیہ طریقے اختیار کرتے ہیں تاکہ اسلام کو جڑ سے ختم کر سکیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ ۖ وَمَن يَلْعَنِ اللَّهُ فَلَن تَجِدَ لَهُ نَصِيرًا﴾

"یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے اور جس پر اللہ تعالیٰ لعنت کرتا ہے تو اس کے لیے آپ ہرگز کوئی مددگار نہ پائیں گے" (52)

سوال 1: یہود پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے، اس کی وضاحت ﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ ... نَصِيرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ﴾ "یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے" یہود کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ حقیقت واضح فرمائی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لعنت زدہ ہیں اور جس پر اللہ تعالیٰ لعنت کر دے اس کا کوئی مددگار نہیں ہو سکتا۔

(2) لعنت یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مدد سے دور کر دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد سے محرومی کے بعد انسان کی ایمانی زندگی کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ حق اور ناحق کی تمیز اس کے اندر ختم ہو جاتی ہے۔ کھلی نشانیاں آنے کے بعد بھی اس کے اندر حق کا اعتراف کرنے کی تمیز باقی نہیں رہتی۔

(3) یہود اللہ تعالیٰ کی لعنت کے مستحق اس لیے ہوئے کہ انہوں نے بت پرستوں کو ان مسلمانوں پر فوقیت دی جو رسول اللہ ﷺ پر ایمان لائے تھے، اور دین اسلام اور رسول اللہ ﷺ کی صداقت کا علم رکھتے ہوئے ایسی بات اس لیے کہی تاکہ مشرکینِ مکہ ان کا ساتھ دیں۔ چنانچہ بظاہر ان کی سازش کامیاب رہی اور مکہ اور اطراف و جوانب کے کفار مسلمانوں کے خلاف ٹوٹ پڑے اور غزوۂ احزاب کے لیے جمع ہو گئے اور مسلمانوں اور شہرِ مدینہ کو اتنا بڑا خطرہ لاحق ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ کو کافروں سے بچاؤ کے لیے مدینہ منورہ کے اردگرد خندق کھودنا پڑی، لیکن اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی حفاظت فرمائی اور محض اپنے رحم و کرم سے دشمنوں کو مار بھگایا۔ (تیسیر الرحمٰن)

(4) ﴿وَمَن يَلْعَنِ اللَّهُ فَلَن تَجِدَ لَهُ نَصِيرًا﴾ "اور جس پر اللہ تعالیٰ لعنت کرتا ہے تو اس کے لیے آپ ہرگز کوئی مددگار نہ پائیں گے" مددگار کسی کے مصالح کی حفاظت کرتا ہے اور ناپسندیدہ یا ضرر پہنچانے والے افراد یا اعمال سے بچاتا ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے محروم کر دے اسے پھر کوئی مددگار نہیں ملے گا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ناراضگی اور رحمت سے دور کر دینے کی انتہا ہے۔ (5) اللہ تعالیٰ لوگوں کے اعمال کی بنیاد پر ہی انہیں اپنی رحمت سے محروم کرتے ہیں۔

(6) لعنت جس قدر بری چیز ہے اسی قدر اس کے کرنے پر پابندیاں بھی عائد کی گئی ہیں۔ کسی مسلمان پر لعنت کرنا حرام ہے اور کافر پر بھی صرف اس صورت میں کی جا سکتی ہے جبکہ اس کا کفر پر مرنا یقینی ہو۔ رسول اللہ ﷺ کے اس کے متعلق یہ ارشادات ہیں: سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مومن وہ نہیں ہے جو طعنہ باز اور لعنت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باز ہو، اور نہ ہی بدگو۔‘‘ (ترمذی:1977)

سوال 2: آج مغربی ممالک یہودیوں کے مددگار ہیں، آج اللہ تعالیٰ کا وعدہ کیسے پورا ہوگا؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ صرف ان لوگوں کی مدد کرتے ہیں جو اس طرح ایمان لائیں جس طرح ایمان لانے کا حق ہے، اسلامی نظام کی اس طرح اطاعت کریں جس طرح اطاعت کا حق ہے اور جو اپنے تمام فیصلے اسلامی شریعت کے مطابق کریں۔

(2) مسلمانوں کو یہودیوں کے مددگاروں سے خوف نہیں کھانا چاہیے۔ ہمیشہ اسلام کی مخالف قوتوں نے یہود کی مدد کی ہے، یہ کوئی نئی بات نہیں۔

(3) مسلمانوں کو ایک بار تجربہ کرنا چاہیے، صحیح مسلمان بن جائیں پھر دیکھیں کہ کیا یہودیوں کو عیسائیوں، ہندوؤں اور مشرکوں کی مدد کوئی فائدہ دیتی ہے۔

﴿اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ فَاِذًا لَّا يُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِيْرًا﴾

’’یا ان کے لیے حکومت میں کوئی حصہ ہے؟ تب وہ لوگوں کو کھجور کی گٹھلی کے شگاف برابر بھی نہ دیں گے۔‘‘ (53)

سوال: یہودیوں کے بخل کی وضاحت ﴿اَمْ لَهُمْ ... نَقِيْرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ﴾ ’’یا ان کے لیے حکومت میں کوئی حصہ ہے؟‘‘ اس سے مراد یہ ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ کے اقتدار اور اختیار میں ان کا کوئی حصہ ہے؟

(2) ﴿فَاِذًا لَّا يُؤْتُوْنَ النَّاسَ نَقِيْرًا﴾ ’’تب وہ لوگوں کو کھجور کی گٹھلی کے شگاف برابر بھی نہ دیں گے‘‘ ﴿النَّاسَ﴾ سے یہاں مسلمان مراد ہیں اور ﴿نَقِيْرًا﴾ سے مراد وہ شگاف ہے جو گٹھلی کی پشت پر ہوتا ہے۔

(3) یہودیوں کے بخل کی مثال دی گئی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کی بادشاہت میں سے ان کا کوئی حصہ ہوتا تو یہ کھجور کی گٹھلی کے شگاف جتنا بھی مسلمانوں کو نہ دیتے۔ اگر ایسا ہوتا تو لوگ بھوک سے ہلاک ہو جاتے۔

(4) اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے بخل کا حال بیان کیا ہے کہ اگر ان کے پاس حکومت ہوتی تو شدت بخل کی وجہ سے کھجور کی گٹھلی کے شگاف کے برابر بھی کوئی چیز کسی کو نہ دیتے۔ (تیسیر الرحمٰن: 266/1)

﴿اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ

’’یا وہ لوگوں سے اس پر حسد کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے عطا کیا ہے تو یقیناً ہم نے اولاد ابراہیم کو

’’ محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ‘‘

www.KitaboSunnat.com

الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا﴾

کتاب وحکمت دی ہے اور ہم نے انہیں عظیم بادشاہت سے بھی نوازا'' (54)

سوال 1: آخری نبی کی نبوت پر یہود کے حسد کی وضاحت ﴿اَمْ يَحْسُدُوْنَ ... فَضْلِهٖ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اَمْ يَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰى مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ﴾ ''یا وہ لوگوں سے اس پر حسد کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے عطا کیا ہے'' یہود کی صفتِ بخل کے بیان کے بعد ان کی ایک دوسری بری خصلت ''حسد'' کو بیان کیا جا رہا ہے۔ ﴿النَّاسَ﴾ لوگوں سے مراد نبی کریم ﷺ اور مومنین ہیں۔

(تیسیر الرحمٰن: 266/1)

(2) اس سے مراد یہ ہے کہ شاید انہیں اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ سے اس بات پر حسد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل یعنی نبوت سے نوازا ہے جس کی وجہ سے جاہل عربوں کو روشنی، یقین اور اطمینان ملا۔ یہودیوں کو اس بات پر حسد ہوا کہ جاہل عرب اب ثقافت اور تجارت میں ہم سے برتر ہو جائیں گے۔

(3) علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ شارح مسلم، حسد کی تعریف اس طرح کرتے ہیں: دوسرے آدمی کی نعمت کے زوال کی خواہش کرنا حسد کہلاتا ہے اور یہ حرام ہے۔ (مسلم)

(4) نبی ﷺ کا ارشاد ہے: ''تم آپس میں بغض اور حسد نہ کرو اور نہ ہی ایک دوسرے سے پشت پھیرو، بلکہ اللہ کے بندے اور بھائی بن جاؤ اور کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ ترک تعلق کرے۔'' (مسلم: 6526)

(5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کسی بندے کے دل میں ایمان اور حسد جمع نہیں ہو سکتے۔'' (نسائی: 111)

(6) سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تمہاری طرف (بھی) پہلی قوموں کا مرض چپکے سے چل پڑا ہے، اور وہ حسد ہے اور بغض ایسی خصلت ہے جو مونڈ دینے والی ہے، میں یہ نہیں کہتا کہ وہ بالوں کو مونڈتی ہے، بلکہ دین کو مونڈ دیتی ہے۔'' (ترمذی: 2510) حسد خواہ دنیاوی کمال پر ہو یا دینی کمال پر دونوں حرام ہیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ کے قول ﴿اَمْ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّنَ الْمُلْكِ﴾ سے امر اول کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے، ﴿الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ﴾ سے امر ثانی کی طرف۔ (معارف القرآن: 440,439/2)

(7) حسد دو طرح کے لوگ کرتے ہیں (i) جن کے پاس نعمت نہ ہو وہ حسد کرتے ہیں۔ (ii) جن کے پاس اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ہوں پھر وہ حسد کریں تو یہ شر اور بگاڑ ہے اور یہ بگاڑ یہودیوں کے حصے میں آیا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(8)﴿فَقَدْ اٰتَيْنَآ اٰلَ اِبْرٰهِيْمَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا﴾ ''تو یقیناً ہم نے اولاد ابراہیم کو کتاب وحکمت دی ہے اور ہم نے انہیں عظیم بادشاہت سے بھی نوازا'' اس سے مراد یہ ہے کہ تمہارا یہ غم وغصہ اور حسد درست نہیں ہے کہ نبوت بنی اسماعیل میں کیوں چلی گئی کیونکہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے زمانے سے ہی ان پر یہ فضل وکرم رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کتاب، حکمت (نبوت) اور اقتدار عطا کیا تھا لیکن انہوں نے اس فضل کی کوئی قدر نہیں کی۔ جن پر اللہ تعالیٰ نے اتنا فضل کیا ہو ان کے لیے تو یہ رویہ درست ہی نہیں کہ وہ انکار کریں اور کفر کریں۔

(9)﴿الْكِتٰبَ﴾ سے مراد تورات ہے۔

(10)﴿وَالْحِكْمَةَ﴾ سے مراد احکام شریعت کا علم ہے۔ اس سے مراد نصیحت اور سمجھ بھی ہے۔

(11)﴿وَاٰتَيْنٰهُمْ مُّلْكًا عَظِيْمًا﴾ ''اور ہم نے انہیں عظیم بادشاہت سے بھی نوازا'' سیدنا یوسف علیہ السلام، داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کو بادشاہت دی۔ (الاساس فی التفسیر: 1085/2)

سوال 2: کتاب وحکمت کے ساتھ حکومت کے ذکر میں کیا حکمت ہے؟

جواب: حکومت، سلطنت اور خلافت کتاب وحکمت کے نتائج میں سے ہیں۔ جب بھی کسی قوم کو اللہ تعالیٰ کتاب اور حکمت عطا کریں اور وہ سچی شکر گزاری کے ساتھ اسے قبول کر لیں تو اللہ تعالیٰ اسے خلافت بھی عطا کرتے ہیں۔ یہود کا حسد اسی وجہ سے تھا کہ وہ جانتے تھے کہ زمین کی بادشاہت قرآنِ حکیم کے ساتھ بندھی ہوئی ہے۔

﴿فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ ؕ وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا﴾

''پھر اُن میں سے کوئی ہے جو اس پر ایمان لایا اور ان میں سے کوئی ہے جو اس سے منہ موڑ گیا اور جلانے کو جہنم ہی کافی ہے'' (55)

سوال: ﴿فَمِنْهُمْ ... سَعِيْرًا﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب (1)﴿فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ بِهٖ﴾ ''پھر اُن میں سے کوئی ہے جو اس پر ایمان لایا'' یہود میں سے کوئی ہے جو ایمان لایا یعنی نبی ﷺ پر۔

(2) اس سے مراد قرآن مجید بھی ہے یعنی یہود میں سے کچھ ہیں جو محمد ﷺ پر اور قرآن مجید پر ایمان لائے ہیں۔

(3)﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ صَدَّ عَنْهُ﴾ ''اور ان میں سے کوئی ہے جو اس سے منہ موڑ گیا'' اور کچھ ہیں جو اس پر ایمان لانے سے رُک گئے ہیں۔

(4) یہود کے منہ موڑنے کا سبب گناہوں کے برے اثرات ہیں۔ مسلسل گناہ کرنے کی وجہ سے ان کے دل سخت ہو گئے،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کے بارے میں سرکشی اختیار کرتے رہے حتیٰ کہ وہ خود اللہ تعالیٰ ہی سے باغی ہو گئے۔ اب جب ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان کی زندگی کو بدلنے کے لیے، ان کی ہدایت کے لیے محمد ﷺ اور قرآن مجید آئے تو وہ اس سے منہ موڑ گئے۔

(5) یہود نے خود بھی منہ پھیرا اور لوگوں کی اکثریت کا رخ پھیرنے کی بھی کوشش کی۔ (ایسر التفاسیر:270)

(6) ﴿وَ كَفٰى بِجَهَنَّمَ سَعِيْرًا﴾ ''اور جلانے کو جہنم ہی کافی ہے'' جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ سے لوگوں کو روکا، خود اس سے منہ موڑ گئے ان کے جلانے کے لیے جہنم کافی ہے۔ جس نے حسد کیا، کفر کیا اور بخل اور مکر سے اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکا اس کے لیے جہنم کی آگ ہی کافی ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا ؕ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ

''بلاشبہ جن لوگوں نے ہماری آیات کا کفر کیا بہت جلد ہم انہیں آگ میں ڈالیں گے، جب کبھی ان کی کھالیں گل سڑ جائیں گی تو ہم انہیں

بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا﴾

اس کے علاوہ کھالیں بدل دیں گے تا کہ وہ عذاب چکھیں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' (56)

سوال: اللہ تعالیٰ کی کتابوں اور رسولوں کا کفر کرنے والوں کی سزا کی وضاحت ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ... حَكِيْمًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کی کتابوں اور رسولوں کا کفر کرنے والوں کو جہنم کی آگ میں جو سزا دی جائے گی، اس آیت میں اس کا بیان ہے۔

(2) ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا﴾ ''بلاشبہ جن لوگوں نے ہماری آیات کا کفر کیا بہت جلد ہم انہیں آگ میں ڈالیں گے'' یہاں کفر کرنے والوں سے مراد یہودی ہیں جنہوں نے نبی ﷺ کی نبوت کا انکار کیا۔

(3) کفر کرنے والوں سے مراد انبیاء علیہم السلام کی دعوت کا انکار کرنے والے ہیں۔

(4) ﴿بِاٰيٰتِنَا﴾ اس سے مراد وہ دلائل ہیں جو راہ نمائی کرتے ہیں کہ یہ دین حق ہے اور ان میں سب سے عمدہ دلائل قرآن مجید کے ہیں۔ (تفسیر منیر:123/3)

(5) ﴿سَوْفَ نُصْلِيْهِمْ نَارًا﴾ ''بہت جلد ہم انہیں آگ میں ڈالیں گے'' اللہ تعالیٰ کی آیات اور اس کے رسولوں کا کفر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرنے والوں کی سزا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں جہنم کی آگ میں داخل کریں گے جو انہیں چاروں طرف سے گھیر لے گی۔

(6) اس سے مراد تحقیق وقوع ہے یعنی یہ عذاب ضرور آ کے رہے گا۔ اس کے وقوع و تحقیق میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ (سراج البیان:205/1) (7) ﴿كُلَّمَا﴾ ''جب کبھی'' سے مراد ہے کہ یہ ایک بار نہیں، دو بار نہیں، مسلسل عمل ہے جو ہوتا رہے گا۔

(8) ﴿نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ﴾ ''ان کی کھالیں گل سڑ جائیں گی'' اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ آگ سے گلیں گی۔ گلنے کے عمل کی ہولناکی کا اندازہ لگائیں۔ دنیا میں آج اگر کسی کی کھال جلتی ہے تو اس کے اوپر چھالے بنتے ہیں اور اس کے اندر پیپ بھر جاتی ہے۔ گلنے کا عمل کتنا خوف ناک ہے!

(9) ﴿بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا﴾ ''تو ہم انہیں اس کے علاوہ کھالیں بدل دیں گے'' اس میں جہنم کے عذاب کی سختی اور دوام کا ذکر ہے۔ کھالوں کی یہ تبدیلی دن میں بیسیوں مرتبہ عمل میں آئے گی۔

(10) اس آیت میں ﴿كُلَّمَا نَضِجَتْ﴾ کا منظر اتنا خوف ناک ہے کہ انسان کا خیال ادھر ادھر ہونے نہیں پاتا اور پھر کھال کی تبدیلی ''تو ہم انہیں اس کے علاوہ کھالیں بدل دیں گے'' کا عمل جو تعجب انگیز بھی ہے اور غیر معمولی بھی۔ کھال بدل جائے پھر گل جائے پھر بدل جائے، پھر گل جائے اور کبھی یہ سلسلہ نہ رکے، یہ نتیجہ ہے کتاب اور حکمت سے منہ موڑنے کا۔

(11) ﴿لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ﴾ ''تاکہ وہ عذاب چکھیں'' وہ کفر اور عناد کا بار بار مظاہرہ کرتے ہیں اور یہ کفر اور عناد ان کا وصف اور عادت بن گیا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ ان کو بار بار عذاب کا مزہ چکھائے گا تاکہ ان کو پورا پورا بدلہ مل جائے۔ (تفسیر سعدی)

(12) کھالوں کی تبدیلی اس لیے کی جائے گی کہ ان کی تکلیف میں کمی کی بجائے کچھ اضافہ ہی ہوتا رہے کیونکہ جلی ہوئی کھال کو جلانے سے تکلیف نسبتاً کم ہوتی ہے۔ (تیسیر القرآن:417,416/1)

(13) امام اعمش نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کا قول بیان کیا ہے کہ جب ان کی کھالیں جل جائیں گی تو انہیں کاغذ کی طرح سفید کھالیں دے دی جائیں گی۔ (تفسیر طبری) سیدنا حسن بصری رحمہ اللہ کا قول ہے کہ ایک دن میں ان کی کھالیں ستر ہزار مرتبہ گل اور جل جائیں گی۔ دوسری روایت میں یہ ذکر ہے کہ جب ان کی کھالیں جل جائیں گی اور جہنم کی آگ ان کے گوشت کو کھا لے گی تو ان سے کہا جائے گا کہ پھر اپنی پہلی حالت پر لوٹ آؤ تو وہ لوٹ آئیں گے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم:983/3)

(14) سیدنا ربیع بن انس رحمہ اللہ فرماتے ہیں: پہلی کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ ان کی کھالیں چالیس ہاتھ یا چھہتر (76) ہاتھ ہوں گی اور ان کے پیٹ اتنے بڑے ہوں گے کہ اگر ان میں پہاڑ رکھا جائے تو سما جائے، جب ان کھالوں کو آگ کھا لے گی تو اور کھالیں آ جائیں گی۔ (تفسیر ابن کثیر:596/1)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(15) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کافر کی داڑھ یا کافر کا دانت احد پہاڑ کے برابر ہوگا۔ اس کی کھال تین رات کی مسافت کے برابر ہوگی۔'' (صحیح مسلم:7185)

(16) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کافر کی جلد کی موٹائی بیالیس (42) ہاتھ ہوگی اور اس کی داڑھ احد کی مثل ہوگی اور جہنم میں اس کی بیٹھک کا احاطہ اتنا ہوگا جیسا کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان کا فاصلہ۔'' (جامع ترمذی:2577)

(17) دوسری کھال اس لیے عطا کی جائے گی کیونکہ بیرونی جلد زیادہ تکلیف محسوس کرتی ہے۔

(18) ﴿اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيْزًا حَكِيْمًا﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہی سب پر غالب، کمال حکمت والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے کھالوں کے جلنے، پکنے اور بدلنے سے اپنے عزیز ہونے کا شعور دلایا ہے کہ یقیناً وہ غلبہ رکھنے والا، زبردست ہے۔ وہ اپنے انتقام پر غالب ہے۔

(19) اللہ تعالیٰ نے اہل جہنم کے لیے ہمیشگی کی سزا سے یہ شعور دلایا ہے کہ اس کے فیصلے حکمت پر مبنی ہوتے ہیں۔ کفر کی سزا جہنم ہے اور یقیناً یہ اللہ تعالیٰ کا حکیمانہ فیصلہ ہے۔

﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا

''اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک اعمال کیے انہیں جلد ہی ہم ایسے باغات میں داخل کریں گے جن کے نیچے سے

الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ لَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۫ وَّنُدْخِلُهُمْ

نہریں جاری ہوں گی، ہمیشہ رہنے والے ہیں ان میں ہمیشہ ہمیشہ، ان کے لیے اس میں نہایت پاک صاف بیویاں ہوں گی اور ہم انہیں

ظِلًّا ظَلِيْلًا﴾

بہت گھنے سائے میں داخل کریں گے'' (57)

سوال 1: سعادت مندوں کے بہترین انجام کی وضاحت ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ... ظَلِيْلًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اس آیت میں سعادت مندوں اور خوش نصیب لوگوں کے بہترین انجام کا ذکر ہے کہ وہ سدا بہار جنتوں میں ہوں گے۔

(2) ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''اور وہ لوگ جو ایمان لائے'' یعنی جو شرک اور نافرمانیاں چھوڑ کر ایمان لائے۔ (ایسر التفاسیر:270)

(3) جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم، قرآن، ساری کتابوں اور رسولوں پر ایمان لائے۔ (تفسیر قاسمی:241/5)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4)﴿وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ ''اورانہوں نے نیک اعمال کیے'' اس سے مراد اطاعت کے کام ہیں جو اخلاص کے ساتھ ان کے اوران کے رب کے مابین ہیں۔(تفسیر قاسمی:241) وہ واجبات اور مستحبات پر عمل کرتے ہیں۔(تفسیر سعدی:531/1)

(5)﴿سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا﴾ ''انہیں جلد ہی ہم ایسے باغات میں داخل کریں گے جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی، ہمیشہ رہنے والے ہیں ان میں ہمیشہ ہمیشہ'' سعادت مندوں کا انجام جنت کی بہاریں اور طرح طرح کی نہریں ہیں جہاں چاہیں لے جائیں، خوش کن نعمتیں، نہ زوال، نہ فنا کا ڈر اور نہ کمی کا اندیشہ، ہمیشہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے۔

(6) رب العزت نے فرمایا:﴿مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّاۗءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ۭ وَلَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ﴾ ''جنت کی مثال جس کا متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے اس میں پانی کی نہریں ہیں جو بدلنے والا نہیں اور دودھ کی نہریں ہیں جس کا مزہ تبدیل نہیں ہوا اور شراب کی نہریں ہیں جو پینے والوں کے لیے لذیذ ہیں اور خوب صاف کیے ہوئے شہد کی نہریں ہیں اور ان کے لیے اس میں ہر طرح کے پھل ہیں اور اُن کے رب کی طرف سے بخشش ہے۔''(محمد:15)

(7) سیدنا حکیم بن معاویہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جنت میں پانی، شہد، دودھ اور شراب کے دریا ہیں جن سے نہریں پھوٹتی ہیں۔''(جامع ترمذی:2571)

(8)﴿لَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ﴾ ''اُن کے لیے اس میں نہایت پاک صاف بیویاں ہوں گی'' جنت میں خوب صورت پاکیزہ بیویاں ملیں گی جو بول و براز، حیض و نفاس، بے ہودہ عادات اور گناہوں سے پاک ہوں گی۔

(9) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:﴿فِيْهِنَّ خَيْرٰتٌ حِسَانٌ (۷۰) فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ (۷۱) حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِي الْخِيَامِ (۷۲) فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ (۷۳) لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَاۗنٌّ (۷۴)﴾ ''ان میں کئی خوب سیرت، خوب صورت عورتیں ہیں۔ تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ گوری سیاہ آنکھوں والی عورتیں، خیموں میں روکی ہوئی ہیں۔ تو اے جن وانس! تم دونوں اپنے رب کی کن کن نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟ ان سے پہلے کسی انسان اور کسی جن نے اُنہیں چھوا تک نہیں۔''(الرحمٰن:70-74)

(10) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''قیامت کے روز جنت میں سب سے پہلے داخل ہونے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

والے گروہ کے چہروں کی چمک چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوگی۔ دوسرا گروہ آسمان میں بہت زیادہ چمکنے والے ستاروں کی طرح خوبصورت ہوگا۔ان میں سے ہر ایک کی دو دو بیویاں ہونگی اور ہر بیوی پر 70 جوڑے ہوں گے۔اس کے باوجود ان کے پیچھے سے اسکی پنڈلی کا مغز نظر آ رہا ہوگا۔'' (جامع ترمذی:2535)

(11)﴿وَّنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا﴾ ''اور ہم انہیں بہت گھنے سائے میں داخل کریں گے'' اس سے مراد گھنی چھاؤں، سکون، آرام ہے یعنی کوئی دکھ نہیں، بیماری نہیں، حسرت نہیں۔

(12)رب العزت نے فرمایا:﴿وَاَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ۙ مَآ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ (۲۷) فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ (۲۸) وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ (۲۹) وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ (۳۰)﴾ ''اور دائیں ہاتھ والے، کیا ہی خوب ہیں دائیں ہاتھ والے! وہ بیریوں میں ہوں گے جن کے کانٹے دور کیے گئے ہیں۔اور تہ بہ تہ لگے ہوئے کیلوں میں ہوں گے۔اور پھیلی ہوئی چھاؤں میں۔'' (الواقعہ:27-30)

(13)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''جنت میں ایک درخت ہے جس کے سائے میں ایک سوار سو سال تک چل سکے گا اور اگر تمہارا جی چاہے تو یہ آیت پڑھ لو﴿وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ﴾ 'اور پھیلی ہوئی چھاؤں میں۔'' (بخاری:3252)

سوال2:ایمان اور اعمالِ صالحہ کا کیا تعلق ہے؟

جواب:(1)ایمان اور اعمال صالحہ کے ساتھ انسان جنت میں داخل ہو سکتا ہے۔

(2)اگر ایمان ہو اور عمل نہ ہو یعنی بے عملی یا بد عملی ہو تو ایسے ایمان کے ساتھ جنت میں داخلہ ممکن نہ ہوگا۔ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ لازم و ملزوم ہیں۔

(3)اگر کوئی شخص ایسے اعمال کرتا ہے جو اعمال صالحہ کے زمرے میں آتے ہوں مگر وہ ایمان نہیں رکھتا تو اللہ تعالیٰ کے یہاں ایسی نیکیوں کی قدر و قیمت نہیں ہے۔یہ اعمال دنیا میں شہرت اور نیک نامی کا ذریعہ بن سکتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے ہاں قابلِ قبول نہیں ہوں گے۔

سوال3:اللہ تعالیٰ ایمان کے بغیر اعمال صالحہ کو قبول کیوں نہیں کرتے؟

جواب:ایمان کے بغیر اعمال صالحہ یا تو دنیوی مفادات کی وجہ سے ہوتے ہیں یا قومی اخلاق اور عادات ان کی بنیاد ہوتے ہیں۔جہاں تک دنیوی مفادات کا تعلق ہے تو اچھے اَخلاق کی قیمت دنیا میں حاصل کرنا ہے تو دنیا میں اس کا بدلہ مل جائے گا۔اگر قومی اَخلاق و عادات ہیں تو قوم کی اچھی نمائندگی ہو جائے گی مگر آخرت میں اس کا کوئی اجر نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ سے بدلہ لینے کی نیت ہوتی تو بدلہ مل جاتا اور نیت کے نہ ہونے کی وجہ سے ہی تو ایمان نہیں ہوتا۔اس لیے ایمان کے بغیر اعمال

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صالحہ قابل قبول نہیں ہیں۔

سوال 4: اس آیت میں ایمان اور اعمال صالحہ کی جزا کا جو منظر دکھایا گیا ہے، اس کی وضاحت کریں؟

جواب: مستقبل میں ملنے والی جزا کو اللہ تعالیٰ نے ہماری آنکھوں کے سامنے مجسم منظر کی صورت میں اس طرح پیش کیا ہے۔ (1) ایمان اور عمل صالحہ کی وجہ سے سرسبز و شاداب باغات میں داخلہ ہو رہا ہے۔

(2) باغات میں نہریں رواں ہیں۔ (3) یہ مقام دائمی اور اطمینان بخش ہے۔

(4) باغات میں گھنی چھاؤں ہے۔ یہ منظر دل کو اپنی گرفت میں لے کر ایمان کے ساتھ عمل صالح کے لیے تیار کرتا ہے۔

یا ارحم الراحمین! ہم آپ سے جنت کا سوال کرتی ہیں۔

﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ۙ وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ

''یقیناً اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو ان کے حق داروں کے سپرد کر دو اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو

النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو، یقیناً اللہ تعالیٰ تمہیں اس کے ذریعے بہت ہی اچھی نصیحت کرتا ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ

كَانَ سَمِيْعًا بَصِيْرًا﴾

ہمیشہ سے ہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے'' (58)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: اس آیت کے شان نزول میں مروی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ فتح کیا اور اطمینان کے ساتھ بیت اللہ شریف میں آئے تو اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر طواف کیا۔ حجر اسود کو اپنی لکڑی سے چھوتے تھے۔ اس کے بعد سیدنا عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہما کو جو کعبہ کی کنجی بردار تھے، بلایا، ان سے کنجی طلب کی۔ انہوں نے دینا چاہی، اتنے میں سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! اب یہ مجھے سونپئے تاکہ میرے گھرانے میں زمزم کا پانی پلانا اور کعبہ کی کنجی رکھنا دونوں ہی باتیں رہیں۔ یہ سنتے ہی سیدنا عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ روک لیا۔ نبی کریم ﷺ نے دوبارہ طلب کی، پھر وہی واقعہ ہوا، آپ ﷺ نے سہ بارہ طلب کی۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ کہہ کر دے دی کہ اللہ تعالیٰ کی امانت آپ کو دیتا ہوں۔ نبی کریم ﷺ کعبہ کا دروازہ کھول اندر گئے۔۔۔۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ کعبہ سے باہر آئے تو لمبا خطبہ دیا۔ اس خطبہ کو پورا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کر کے آپ بیٹھے ہی تھے جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر کہا، حضور چابی مجھے عنایت فرمائی جائے تا کہ بیت اللہ کی چوکیداری کا اور حاجیوں کو زمزم پلانے کا منصب دونوں یکجا ہو جائیں لیکن آپ ﷺ نے انہیں نہ دی۔ مقام ابراہیم کو کعبہ کے اندر سے نکال کر آپ ﷺ نے کعبہ کی دیوار سے ملا کر رکھ دیا اور لوگوں سے کہہ دیا کہ تمہارا قبلہ یہی ہے پھر آپ ﷺ طواف میں مشغول ہو گئے ابھی وہ چند پھیرے ہی پھرے تھے جو جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور آپ نے اپنی زبان مبارک سے اس آیت کی تلاوت شروع کی، اس پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میرے ماں باپ نبی کریم ﷺ پر فدا ہوں، میں نے تو اس سے پہلے آپ کو اس آیت کی تلاوت کرتے نہیں سنا۔ اب آپ ﷺ نے سیدنا عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہما کو بلایا اور انہیں کنجی سونپ دی اور فرمایا: ''آج کا دن وفا کا نیکی اور سلوک کا دن ہے۔'' (سیرہ ابن ہشام: 42/4، حسن)

سوال 2: امانت ادا کرنے کے حکم کی وضاحت ﴿اِنَّ اللّٰهَ ... اِلٰٓى اَهْلِهَا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو ان کے حق داروں کے سپرد کر دو'' اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو تاکید کی ہے کہ وہ امانتوں کی سختی سے حفاظت کریں اور ان کی ادائیگی میں ذرا بھی کوتاہی نہ کریں۔

(2) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''امانت والے کی امانت ادا کرو اور جو خیانت کرے اس کے ساتھ خیانت نہ کرو۔'' (مسند احمد: 414/3)

(3) حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ کلمہ ''امانت'' تمام قسم کی امانتوں کو شامل ہے، چاہے وہ اللہ تعالیٰ کے حقوق ہوں جیسے نماز، زکوٰۃ اور روزہ وغیرہ اور چاہے بندوں کے آپس میں حقوق ہوں۔ جو انہیں دنیا میں ادا نہیں کرے گا تو مسلم و احمد کی روایت کردہ ایک صحیح حدیث کے مطابق انہیں قیامت میں ادا کرے گا یہاں تک کہ بے سینگ کی بکری کا قصاص سینگ والی بکری سے لیا جائے گا۔ (تیسیر الرحمٰن: 268/1)

(4) فقہاء کہتے ہیں کہ جس کسی کے پاس کوئی امانت رکھی جائے اس پر اس کی حفاظت کرنا واجب ہے۔ چونکہ امانت کی حفاظت کئے بغیر اس کو واپس ادا کرنا ممکن نہیں اس لئے حفاظت واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد ﴿اِلٰٓى اَهْلِهَا﴾ ''اس کے مالک کی طرف'' میں اس بات کی دلیل ہے کہ امانت صرف اسی شخص کو لوٹائی جائے اور ادا کی جائے جو اس کا مالک ہے اور وکیل مالک ہی کے قائم مقام ہے۔ (تفسیر سعدی) (5) رب العزت نے فرمایا: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ وَتَخُوْنُوْٓا اَمٰنٰتِكُمْ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم اللہ تعالیٰ اور رسول کی خیانت نہ کرو اور اپنی امانتوں میں بھی خیانت نہ کرو، حالانکہ تم جانتے ہو۔'' (الانفال: 27)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(6) سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: بہت کم ایسا ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے خطاب فرمایا ہو اور یہ نہ ارشاد فرمایا ہو: ''اس کا کوئی ایمان نہیں جو امانت دار نہیں اور اس کا کوئی دین نہیں جو عہد کا پابند نہیں۔'' (مشکوۃ المصابیح، شعب الایمان: 15)

(7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''منافق کی علامتیں تین ہیں: جب بات کرے جھوٹ بولے، جب وہ وعدہ کرے اس کے خلاف کرے اور جب اس کو امین بنایا جائے تو خیانت کرے۔'' (بخاری: 33)

(8) سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو حدیثیں ارشاد فرمائیں۔ ایک کا ظہور تو میں دیکھ چکا ہوں اور دوسری کا منتظر ہوں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''امانت لوگوں کے دلوں کی گہرائیوں میں اترتی ہے۔ پھر قرآن مجید سے، پھر حدیث سے اس کی مضبوطی ہوتی جاتی ہے۔'' اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے اس کے اٹھ جانے کے متعلق ارشاد فرمایا: ''آدمی ایک نیند سوئے گا اور (اسی میں) امانت اس کے دل سے ختم ہو جائے گی اور اس بے ایمانی کا ہلکا نشان پڑ جائے گا۔ پھر ایک اور نیند لے گا تو اب اس کا نشان چھالے کی طرح ہو گا جیسے تو پاؤں پر ایک چنگاری کا نشان لڑھکائے تو ظاہر میں ایک چھالا پھول آتا ہے اس کو پھولا دیکھتا ہے پر اندر کچھ نہیں ہوتا پھر حال یہ ہو جائے گا کہ صبح اٹھ کر لوگ خرید و فروخت کریں گے اور کوئی شخص امانت دار نہیں ہو گا۔ کہا جائے گا کہ بنی فلاں میں ایک امانت دار شخص ہے۔ کسی شخص کے متعلق کہا جائے گا کہ کتنا عقل مند ہے، کتنا بلند حوصلہ ہے اور کتنا بہادر ہے حالانکہ اس کے دل میں رائی برابر بھی ایمان (امانت) نہیں ہو گا۔'' (صحیح بخاری: 6497)

(9) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں بیٹھے ہوئے ان سے باتیں کر رہے تھے۔ اتنے میں ایک دیہاتی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور پوچھنے لگا کہ قیامت کب آئے گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی گفتگو میں مصروف رہے بعض لوگ (جو مجلس میں تھے) کہنے لگے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیہاتی کی بات سنی لیکن پسند نہیں کی اور بعض کہنے لگے کہ نہیں بلکہ آپ نے اس کی بات سنی ہی نہیں۔ جب آپ اپنی باتیں پوری کر چکے تو میں سمجھتا ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا: ''وہ قیامت کے بارے میں پوچھنے والا کہاں گیا؟'' اس (دیہاتی) نے کہا (حضور) میں موجود ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب امانت (ایمان داری دنیا سے) اٹھ جائے تو قیامت قائم ہونے کا انتظار کر۔'' اس نے کہا: ایمان داری اٹھنے کا کیا مطلب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب (حکومت کے کاروبار) نالائق لوگوں کو سونپ دیئے جائیں تو قیامت کا انتظار کر۔'' (صحیح بخاری: 59)

سوال 3: امانت سے کیا مراد ہے۔ کون کون سی امانتیں ہیں جو انسان کے سپرد ہیں؟

جواب: ہر وہ چیز جس پر انسان کو امین بنایا جائے اور اس کے انتظام کی ذمہ داری اس کے سپرد کی جائے، امانت کہلاتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 4: اس آیت میں امانت کا اِطلاق کن کن اُمور پر ہوتا ہے؟

جواب: (1) امانت میں ایک تو وہ امانتیں شامل ہیں جو کسی کے پاس رکھوائی گئی ہوں۔ ان کے بارے میں یہ حکم ہے کہ مطالبے پر بحفاظت لوٹا دی جائیں۔

(2) عہدے ان لوگوں کو دیئے جائیں جو اہل ہوں یعنی خاندانی، سیاسی، وطنی، نسلی اور لسانی بنیادوں یا کوٹہ سسٹم کی بنیاد پر کسی کو عہدہ دینا اللہ تعالیٰ کے اس حکم کے خلاف ہے۔

(3) سیدنا عبدالرحمان بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کبھی تم حکومت کا عہدہ طلب نہ کرنا کیونکہ اگر بلا مانگے تمہیں یہ مل جائے گا تو اس میں تمہاری من جانب اللہ مدد کی جائے گی، لیکن اگر مانگنے پر ملا تو سارا بوجھ تم ہی پر ڈال دیا جائے گا اور اگر تم کوئی قسم کھالو اور اس کے سوا کوئی اور بات بہتر نظر آئے تو وہی کرو جو بہتر ہو اور قسم کا کفارہ ادا کرو۔'' (بخاری: 6722)

(4) سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے ابوذر! میں تجھے ضعیف اور ناتواں خیال کرتا ہوں اور میں تیرے لیے وہی پسند کرتا ہوں جو اپنے لیے پسند کرتا ہوں۔ تم دو آدمیوں پر بھی حاکم نہ بننا اور نہ مال یتیم کا والی بننا۔'' (مسلم: 4720)

سوال 5: فیصلوں میں انصاف کے حکم کی وضاحت ﴿وَاِذَا حَكَمْتُمْ ... بَصِيْرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) رب العزت نے فیصلوں میں انصاف کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: ﴿وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ﴾ ''اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو'' امانت کا سب سے اہم پہلو انصاف ہے۔ حکومت کے استحکام کی پہلی بنیاد امانت ہے اور دوسری بنیاد عدل و انصاف ہے۔ لہٰذا کسی قوم کی دشمنی تمہارے عدل و انصاف پر اثر انداز نہ ہو۔ اسی لیے فرمایا: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ۡ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا ۟ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ کے لیے خوب قائم رہنے والے، انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ، اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں ہرگز اس بات کا مجرم نہ بنا دے کہ تم عدل نہ کرو، عدل کرو یہی تقویٰ کے زیادہ قریب ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ، جو بھی تم عمل کرتے ہو یقیناً اللہ تعالیٰ اس سے پوری طرح باخبر ہے۔'' (المائدہ: 8)

(2) اللہ تعالیٰ نے عدل و انصاف کی تعریف فرمائی ہے اور کہا کہ یہ بڑی اچھی چیز ہے جس کے برتنے کی اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تلقین کر رہا ہے، چاہے وہ حکام ہوں یا رعایا، اس لیے کہ پر امن اور شریفانہ زندگی کا دارومدار اسی پر ہے کہ مسلم سوسائٹی میں انصاف کا چلن اور عدل کا دور دورہ ہو۔ (تیسیر الرحمٰن:208/1)

(3) یہ حکم ان کے درمیان قتل کے مقدمات، مالی مقدمات اور عزت وآبرو کے مقدمات خواہ یہ چھوٹے ہوں یا بڑے، سب کو شامل ہے اور اس کا اطلاق قریب، بعید، صالح، فاجر، دوست اور دشمن سب پر ہوتا ہے۔ (تفسیر سعدی:532/1)

(4) یہاں خاص طور پر حکمرانوں کو عدل وانصاف کا حکم دیا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''حاکم جب تک ظلم نہ کرے اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہوتا ہے۔ جب وہ ظلم کا ارتکاب شروع کر دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس کے نفس کے حوالے کر دیتا ہے۔'' (ابن ماجہ:2312) (5) انصاف ہر انسان کا حق ہے جو اسے انسان ہونے کی حیثیت میں ملتا ہے۔

(6) انصاف انسان کے لیے ہے، اس کا اصول سارے انسانوں کو متحد کرنا ہے۔ یہ ذمہ داری اسلامی ریاست نے پوری کرنی ہے۔

(7) یہ انصاف انسانیت کو مسلمانوں کے دور اول کی حکومت میں ملا، اس سے پہلے اور اس کے بعد انسانیت نے گم کر دیا۔

(8) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سات طرح کے آدمی ہوں گے جن کو اللہ تعالیٰ اس دن اپنے سائے میں جگہ دے گا جس دن اس کے سائے کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔ ان میں سے پہلا شخص انصاف کرنے والا بادشاہ ہے۔'' (بخاری:660)

(9) انصاف کرنے والے رحمٰن کے دائیں جانب، اللہ تعالیٰ کے نزدیک نور کے منبروں پر ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کے دونوں دائیں ہاتھ ہیں۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو اپنی رعایا اور اہل وعیال میں عدل وانصاف کرتے ہوں گے۔ (مسلم:4721)

(10) ﴿إِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ تمہیں اس کے ذریعے بہت ہی اچھی نصیحت کرتا ہے'' اللہ تعالیٰ امانتوں کو ان کے اہل کے سپرد کرنے اور انصاف کرنے کی نصیحت کر رہے ہیں۔

(11) یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے اوامر ونواہی کی مدح وتعریف ہے کیونکہ یہ اوامر ونواہی دنیا وآخرت کے مصالح کے حصول اور دنیا وآخرت کی مضرتوں کو دور کرنے پر مشتمل ہیں کیونکہ ان اوامر ونواہی کو مشروع کرنے والی ہستی سمیع وبصیر ہے جس سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں ہے۔ وہ اپنے بندوں کے مصالح کو جانتا ہے جو وہ خود نہیں جانتے۔ (تفسیر سعدی:532/1)

(12) ﴿إِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًا بَصِيْرًا﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے امانتیں ان کے اہل کے سپرد کرنے اور عدل کرنے کے لیے اپنے سمیع اور بصیر ہونے کا شعور دلایا ہے تاکہ لوگ اللہ تعالیٰ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے سننے اور دیکھنے کی وجہ سے امانت دار اور عادل بن جائیں اور معاشرہ جنت نشاں ہو جائے۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور اللہ تعالیٰ کے رسول کی اطاعت کرو اور اپنے میں سے حکم دینے والوں کی اطاعت

تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ

کرو، پھر اگر کسی چیز پر تم آپس میں جھگڑ پڑو تو اس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دو، اگر تم اللہ تعالیٰ اور

الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا﴾ ع 8 5

آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو، یہ بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے زیادہ اچھا ہے'' (59)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: (1) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ آیت ''اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اور اپنے میں سے حاکموں کی'' سیدنا عبداللہ بن حذافہ بن قیس بن عدی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں ایک مہم پر بطور افسر کے روانہ کیا تھا۔ (صحیح بخاری: 4584)

(2) سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے ایک دستہ بھیجا اور اس پر انصار کے ایک شخص کو امیر بنایا اور لوگوں کو حکم دیا کہ ان کی اطاعت کریں۔ پھر امیر فوج کے لوگوں پر غصہ ہوئے اور کہا کہ کیا نبی کریم ﷺ نے تمہیں میری اطاعت کا حکم نہیں دیا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ضرور دیا ہے۔ اس پر انہوں نے کہا کہ میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ لکڑی جمع کرو اور اس سے آگ جلاؤ اور اس میں کود پڑو۔ لوگوں نے لکڑی جمع کی اور آگ جلائی، جب کودنا چاہا تو ایک دوسرے کو لوگ دیکھنے لگے اور ان میں سے بعض نے کہا کہ ہم نے نبی کریم ﷺ کی فرمانبرداری آگ سے بچنے کے لیے کی تھی، کیا پھر ہم اس میں خود ہی داخل ہو جائیں۔ اسی دوران میں آگ ٹھنڈی ہو گئی اور امیر کا غصہ بھی جاتا رہا۔ پھر نبی کریم ﷺ سے اس کا ذکر کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر یہ لوگ اس میں کود پڑتے تو پھر اس میں سے نہ نکل سکتے۔ اطاعت صرف اچھی باتوں میں ہے۔'' (بخاری: 7145)

سوال 2: معروف میں امیر کی اطاعت کے حکم کی وضاحت ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا ... مِنْكُمْ﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ﴾''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور اللہ تعالیٰ کے رسول کی اطاعت کرو اور اپنے میں سے حکم دینے والوں کی اطاعت کرو'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مسلمان کو سننا اور بات ماننا لازم ہے خواہ وہ اسے پسند ہو یا ناپسند ہو جب تک گناہ کا حکم نہ دیا جائے پھر جب گناہ کا حکم دیا جائے تو نہ سنے اور نہ مانے۔'' (مختصر ابن کثیر:334)(مسلم:4763)

(2)﴿اَطِيْعُوا اللّٰهَ﴾''اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو'' جو کچھ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فیصلے کیے ہیں ان کی اطاعت کریں۔

(3)﴿وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ﴾''اور اللہ تعالیٰ کے رسول کی اطاعت کرو'' جو کچھ آپ ﷺ اور قرآن وسنت کے مابین ہے اسکی اطاعت کرو۔ (تفسیر قاسمی:255/5)

(4)﴿وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ﴾''اور اپنے میں سے حکم دینے والوں کی اطاعت کرو'' اس سے بااختیار حاکم لوگ مراد ہیں۔ (بخاری کتاب التفسیر)﴿اُولِي الْاَمْرِ﴾ سے مراد حاکم اور اُمراء بھی ہیں، علماء اور فقہاء بھی ہیں۔

(5)﴿اُولِي الْاَمْرِ﴾ سے مراد لوگوں پر مقرر کردہ حکام، امراء اور اصحاب فتویٰ ہیں کیونکہ لوگوں کے دینی اور دنیاوی معاملات اس وقت تک درست نہیں ہو سکتے جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی فرماں برداری کرتے ہوئے اولوالامر کی اطاعت نہیں کرتے مگر اس شرط کے ساتھ کہ اولوالامر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا حکم نہ دیں اور اگر وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا حکم دیں تو خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی فرماں برداری ہرگز جائز نہیں۔ شاید یہی سر نہاں ہے کہ اولوالامر کے حکم کی اطاعت کے وقت فعل کو حذف کر دیا گیا ہے اور اولوالامر کی اطاعت کو رسول کی اطاعت کے ساتھ ذکر فرمایا کیونکہ رسول اللہ ﷺ صرف اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا حکم دیتے ہیں لہٰذا جو کوئی رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتا ہے۔ رہے اولوالامر تو ان کی اطاعت کے لیے یہ شرط عائد ہے کہ ان کا حکم معصیت نہ ہو۔ (تفسیر سعدی:532/1)

(6)سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سنو اور اطاعت کرو خواہ تم پر کسی ایسے حبشی غلام کو ہی عامل بنایا جائے جس کا سر منقیٰ کی طرح چھوٹا ہو۔'' (بخاری:7142)

(7)سیدنا حارث اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''تمہیں پانچ چیزوں کا حکم دیتا ہوں اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کا حکم دیا ہے۔ (i) امیر جماعت کی بات غور سے سننا (ii) اس کے حکم کی اطاعت کرنا (iii) جہاد کرنا (iv) راہ خدا میں وطن چھوڑنا (v) جماعت بن کر رہنا۔'' (ترمذی:2863)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(8) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''امام (خلیفہ) ڈھال ہے۔ اس کے پیچھے سے لڑا جاتا ہے اور اس کے ذریعہ سے امان دی جاتی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے تقویٰ کا حکم کرے اور عدل وانصاف کرے تو اس کی وجہ سے اسکے لیے ثواب ہوگا اور اگر وہ اس کے علاوہ (برائی) کا حکم کرے تو یہ اس پر وبال ہوگا۔'' (صحیح مسلم:4772)

(9) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی اور جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔ امام کی مثال ڈھال جیسی ہے کہ اس کے پیچھے رہ کر اس کی آڑ میں (یعنی اس کے ساتھ ہو کر) جنگ کی جاتی ہے اور اسی کے ذریعہ (دشمن کے حملہ سے) بچا جاتا ہے، پس اگر امام تمہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے کا حکم دے اور انصاف کرے اس کا ثواب اسے ملے گا لیکن اگر بے انصافی کرے گا تو اس کا وبال اس پر ہوگا۔'' (صحیح بخاری:2957)

(10) سیدنا عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تمہارے حاکموں میں سے بہتر وہ ہیں جن سے تم محبت کرتے ہو اور وہ تم سے محبت کرتے ہیں اور تمہارے لیے دعائے مغفرت کرتے ہیں اور تم ان کے لیے دعائے مغفرت کرتے ہو اور تمہارے حاکموں میں سے برے حاکم وہ ہیں جن سے تم دشمنی رکھتے ہو اور وہ تم سے بغض رکھتے ہوں اور تم انہیں لعنت کرو اور وہ تمہیں لعنت کریں۔'' عرض کیا گیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہم انہیں تلوار کے ساتھ قتل نہ کر دیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''نہیں! جب تک وہ تم میں نماز قائم کرتے رہیں اور جب تم اپنے حاکموں میں کوئی ایسی چیز دیکھو جسے تم ناپسند کرتے ہو تو ان کے اس فعل کو ناپسند کرو اور اطاعت وفرمانبرداری سے ہاتھ مت کھینچو۔'' (صحیح مسلم:4804)

(11) سیدنا یحییٰ بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے دادا سے سنا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: ''اگر تم پر کسی غلام کو عامل مقرر کیا جائے اور وہ تمہاری کتاب کے مطابق حکم دے تو اس کی بات سنو اور اطاعت کرو۔'' (صحیح مسلم:4758)

(12) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میرے بعد بعض کام ایسے دیکھو گے جو تم کو برے لگیں گے۔'' صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اس سلسلے میں کیا حکم فرماتے ہیں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''انہیں ان کا حق ادا کرو اور اپنا حق اللہ تعالیٰ سے مانگو۔'' (بخاری:7052)

(13) سیدنا تمیم داری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دین خیر خواہی کا نام ہے۔'' ہم نے عرض کیا: کس چیز کی؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی، اس کی کتاب کی، اس کے رسول کی، مسلمانوں کے ائمہ کی اور تمام مسلمانوں کی۔'' (صحیح مسلم:196)

سوال 3: ﴿أُولِي الْأَمْرِ﴾ کی خصوصیات کیا ہیں؟

جواب: (1) وہ لوگ جن کے اندر اسلام اور ایمان کی شرائط پائی جاتی ہوں۔

(2) جو قانون سازی کا اور اطاعت کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو دیتے ہوں۔

(3) جو صرف اللہ تعالیٰ سے ہدایات اخذ کرتے ہوں۔ (4) جو بصیرت اور اجتہاد کی صلاحیت کے مالک مومنین ہوں۔

سوال 4: ﴿أُولِي الْأَمْرِ﴾ کی اطاعت کی کیا حدود ہیں؟

جواب: (1) ﴿أُولِي الْأَمْرِ﴾ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے دائرے میں احکامات دیں تو اطاعت ہوگی۔

(2) ایسا کوئی حکم نہ دیں جس کے خلاف کوئی نص صریح موجود ہو۔

(3) ان کے احکامات شریعت کے اصولوں کے خلاف نہ ہوں۔

سوال 5: کیا ﴿أُولِي الْأَمْرِ﴾ کی اطاعت بھی مستقل ہے؟

جواب: (1) ﴿أُولِي الْأَمْرِ﴾ کی اطاعت مستقل نہیں ہے۔ سیدنا نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت نہیں ہے۔'' (مشکوٰۃ:3696)

(2) ﴿أُولِي الْأَمْرِ﴾ کی اطاعت معصیت میں نہیں۔ اطاعت صرف معروف میں ہے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں اطاعت نہیں ہے۔ اطاعت تو نیکی میں ہوتی ہے۔'' (مسلم:4765)

(3) ﴿أُولِي الْأَمْرِ﴾ کی اطاعت رسول ﷺ کی اطاعت کے ساتھ مشروط ہے۔ ﴿أُولِي الْأَمْرِ﴾ سے مراد اگر علماء اور فقہاء ہوں تو ان کی اطاعت بھی اس لیے ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے دین کی طرف راہ نمائی کرتے ہیں لیکن ان کی اطاعت بھی اسی وقت تک کی جائے گی جب تک وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی سنت کے مطابق حکم دیں گے۔

(4) طیبی نے لکھا ہے کہ ﴿وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ﴾ فعل کا اعادہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ رسول کی اطاعت مستقل ہے اور ﴿أُولِي الْأَمْرِ﴾ میں فعل کا عدم اعادہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان کی اطاعت مشروط ہے۔ اگر ان کا حکم قرآن وسنت کے مطابق ہوگا تو اطاعت کی جائے گی ورنہ نہیں۔ (تیسیر الرحمٰن)

سوال 6: کیا اس آیت سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کے علاوہ کسی اور کو بھی واجب الاطاعت قرار دیا گیا ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: اللہ تعالیٰ نے کسی اور شخصیت کو واجب الاطاعت قرار نہیں دیا۔ جو لوگ تیسری اطاعت کو واجب کرتے ہیں وہ قرآنِ مجید کے واضح حکم کی مخالفت کرتے ہیں۔ اس تیسری اطاعت کی وجہ سے اُمت کا اتحاد ممکن نہیں رہا۔

سوال 7: اختلاف کے وقت کتاب وسنت کی طرف رجوع کے حکم کی وضاحت ﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ ... تَاْوِيْلًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ﴾ ''پھر اگر کسی چیز پر تم آپس میں جھگڑ پڑو تو اس کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دو'' مجاہد رحمہ اللہ نے کہا: ﴿اِلَى اللّٰهِ﴾ سے مراد کتاب اللہ کی طرف اور ﴿وَالرَّسُوْلِ﴾ سے مراد سنت نبوی کی طرف۔ (جامع البیان: 179/5)

(2) اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے کہ دین کے اصول وفروع میں سے جس چیز کے بارے میں بھی لوگوں میں اختلاف ہو تو اس اختلاف کے ختم کرنے کے لیے کتاب وسنت کی طرف رجوع کیا جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ﴾ ''اور جس کسی بات میں تم کچھ بھی اختلاف کرو تو اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ ہی کے سپرد ہے'' (الشوریٰ: 10) پس کتاب وسنت جو فیصلہ کریں اور جس فیصلے کے صحیح ہونے کی گواہی دیں تو وہی حق ہے اور حق کے بعد تو پھر گمراہی ہی باقی رہ جاتی ہے۔ (المصباح المنیر: 127/2)

(3) ﴿اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾ ''اگر تم اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو'' یعنی تمہارے ایمان کا تقاضا ہے کہ آپس کے جھگڑوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف لوٹا دو۔ جو شخص باہمی جھگڑوں کو قرآن وسنت کی طرف نہیں لوٹاتا اس کا اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں۔

(4) ﴿ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا﴾ ''یہ بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے زیادہ اچھا ہے'' اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا فیصلہ بہتر ہے، سب سے زیادہ عدل وانصاف کا حامل اور لوگوں کے دین اور دنیا اور ان کی عاقبت کی بھلائی کے لیے سب سے اچھا فیصلہ ہے۔ (تفسیر سعدی: 533/1) یہ دستور تمہارے لیے اچھا ہے۔ ان اصولوں میں دنیا کی بھلائی بھی ہے اور آخرت میں بھی اس کا انجام اچھا ہوگا۔ دنیا میں اسی دستور میں فرد، سوسائٹی اور پوری دنیا کی زندگی کی بہتری ہے۔

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ

''کیا تم نے ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھا جو دعویٰ کرتے ہیں کہ یقیناً وہ ایمان لائے اس پر جو آپ پر نازل کیا گیا اور اس پر بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ ؕ

جوآپ سے پہلے نازل کیا گیا وہ ارادہ رکھتے ہیں کہ آپس کے فیصلے غیر اللہ کی طرف لے جائیں حالانکہ انہیں حکم دیا گیا ہے کہ اس کا کفر

وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ﴾

کریں اور شیطان ارادہ رکھتا ہے کہ انہیں بہکا کر گمراہ کر دے، بہت دُور کا گمراہ کرنا" (60)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: ابن اسحاق، ابن المنذر اور ابن ابی حاتم وغیرہ نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ جلاّس بن صامت، مقصب بن قشیر اور رافع بن زید منافقین کو ان کی قوم کے بعض مسلمانوں نے ایک قضیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلنے کو کہا، تو انہوں نے کاہنوں کے پاس جانا پسند کیا، جس کے بعد یہ آیت ﴿اِلَّآ اِحْسَانًا وَّتَوْفِيْقًا﴾ تک نازل ہوئی۔ (تیسیر الرحمٰن)

سوال 2: قرآن وحدیث چھوڑ کر غیروں سے جھگڑوں کے فیصلے کروانے والے مسلمان نہیں، اس کی وضاحت ﴿اَلَمْ تَرَ ... بَعِيْدًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ﴾ "کیا تم نے ان لوگوں کی طرف نہیں دیکھا جو دعویٰ کرتے ہیں کہ یقیناً وہ ایمان لائے اس پر جو آپ پر نازل کیا گیا اور اس پر بھی جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا" جو لوگ الہامی کتابوں پر ایمان لانے کے دعوے دار ہیں اور اپنے جھگڑے قرآن وحدیث کو چھوڑ کر دوسروں کے پاس لے جانا چاہتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں ان کے ایمان کی نفی کی ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 1/335)

(2) یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جو اپنا فیصلہ یہودیوں کے یا قریش کے سرداروں کی طرف لے جانا چاہتے تھے۔

(3) یہ عام حکم ہے۔ اس میں وہ سب لوگ شامل ہیں جو کتاب وسنت سے منہ موڑ کر فیصلوں کے لیے کسی اور کی طرف جاتے ہیں۔

(4) ﴿اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ﴾ سے مراد منافق ہیں ﴿وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ﴾ سے مراد یہودی ہیں۔ (قرطبی: 3/182)

(5) ﴿يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ﴾ "وہ ارادہ رکھتے ہیں کہ آپس کے فیصلے غیر اللہ کی طرف لے جائیں" اس سے مراد منافق ہیں جو جان بوجھ کر اپنے فیصلے طاغوت سے کرواتے ہیں حالانکہ انہیں اس سے کفر کا حکم دیا گیا تھا۔

(6) ﴿تَحَاكُمُ اِلَى الْحَاكِمِ﴾ کے معنی ہیں: اپنا معاملہ حاکم کے آگے پیش کرنا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(7) ہر وہ شخص جو شریعت الٰہی کے بغیر فیصلے کرتا ہے طاغوت ہے۔(تفسیر سعدی:534/1)

(8) منافق ان لوگوں کے پاس فیصلے کروانے لے جاتے تھے جو کتاب وسنت کی مخالفت کرتے تھے یہاں طاغوت سے یہی مراد ہے۔(الاساس فی التفسیر:1105/2)

(9) مدینہ کے ابتدائی زمانے میں اختلافی معاملات کے فیصلوں کے لیے دو عدالتیں پائی جاتی تھیں: (i) یہ عدالتیں یہودی سرداروں کی تھیں جو پہلے سے چلی آ رہی تھی۔ (ii) رسول اللہ ﷺ کی عدالت جو ہجرت کے بعد قائم ہوئی تھی۔

(10) مسلمانوں میں سے کمزور ایمان والے (منافق) جب اپنے مقدمے کو کمزور پاتے اور وہ محسوس کرتے کہ رسول اللہ ﷺ کی عدالت سے وہ اپنی مرضی کا فیصلہ نہ کروا سکیں گے تو وہ کعب بن اشرف یہودی کی عدالت میں چلے جاتے۔

(11) ﴿وَقَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ﴾ ''حالانکہ انہیں حکم دیا گیا ہے کہ اس کا کفر کریں'' اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ طاغوت کا انکار کریں اور تمام معاملات میں شریعت کی پیروی کریں۔ جو ایمان کے دعوے کے بعد طاغوت کے فیصلے کو قبول کرتا ہے اس کا ایمان کا دعویٰ جھوٹا ہے۔

(12) ان کا یہ رویہ اور ایمان کیسے اکٹھے ہو سکتے ہیں کیونکہ ایمان اس امر کا تقاضا کرتا ہے کہ تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ کی شریعت کی پیروی کی جائے اور اس کی تحکیم کو قبول کیا جائے۔ پس جو کوئی مومن ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کے فیصلے کو چھوڑ کر طاغوت کے فیصلے کو قبول کرتا ہے وہ جھوٹا ہے۔ یہ سب کچھ اس وجہ سے ہے کہ شیطان نے ان کو گمراہ کر دیا ہے۔ (تفسیر سعدی) (13) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے فیصلے پر راضی نہ ہونا اور کسی طاغوت سے فیصلہ لینا کفر ہے۔

(14) ﴿وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا﴾ ''اور شیطان ارادہ رکھتا ہے کہ انہیں بہکا کر گمراہ کر دے، بہت دُور کا گمراہ کرنا'' شیطان یہ چاہتا ہے کہ ان کے اور حق کے درمیان دور کی مسافت ہو جائے۔

(15) شیطان یہ چاہتا ہے کہ لوگ ایمان کی حدود اور شرائط سے نکل جائیں اسی لیے اللہ تعالیٰ اس چھپی ہوئی حقیقت کو کھول رہے ہیں تاکہ یہ لوگ باز آ جائیں۔

سوال 2: طاغوت کیا ہے؟

جواب: (1) ابوبکر الجزائری لکھتے ہیں: '' ہر وہ چیز طاغوت ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت سے پھیر دے خواہ وہ انسان ہو یا شیطان یا ان دونوں کے علاوہ کوئی اور چیز۔''(ایسر التفاسیر:130/1)

(2) محمد بن عبدالوہاب کہتے ہیں: طاغوت تو بہت ہیں مگر ان کے سردار پانچ ہیں: (i) ابلیس (اللہ تعالیٰ اس پر لعنت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرے)(ii)جس کی اللہ تعالیٰ کے سوا عبادت کی جائے اور وہ اس پر خوش ہو۔(iii)جو لوگوں کو اپنی عبادت کی طرف بلائے۔(iv)جو علمِ غیب میں سے کسی چیز کا دعویٰ کرے۔(v)جو اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ تعلیمات کے خلاف فیصلے کرے۔(حاشیۃ الاصول الثلاثۃ:148/1)

سوال3: طاغوت کا انکار کرنے سے کیا مراد ہے؟

جواب:(1)طاغوت کے ساتھ کفر یہ ہے کہ غیر اللہ کی عبادت اور شیطان کی اطاعت چھوڑ دی جائے۔(2)طاغوت کا انکار ہوگا تو ایمان لانے کا موقع ملے گا۔(البقرۃ:257) اللہ تعالیٰ کی عبادت صرف طاغوت کے انکار کے ذریعے ہو سکتی ہے۔

سوال4: جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے فیصلے کا انکار کر دیتا ہے اس کی کیا حیثیت ہے؟

جواب: جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے فیصلے کا انکار کر دیتا ہے ایسا شخص اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ

''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے اور رسول کی طرف آؤ تو آپ منافقوں کو دیکھیں گے

يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا﴾

وہ تم سے منہ موڑتے ہیں، صاف منہ موڑنا''(61)

سوال1: جب منافقوں کو قرآن وحدیث کی طرف بلایا جاتا ہے تو ان کا کیا طرزِ عمل ہوتا ہے، اس کی وضاحت ﴿وَاِذَا ... صُدُوْدًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ﴾''اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس کی طرف جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے اور رسول کی طرف آؤ'' اس سے مراد یہ ہے کہ جب منافقوں کو مقدمات کا فیصلہ کروانے کے لیے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے حکم کی طرف آئیں یعنی ان سے فیصلہ لیں تو وہ آپ ﷺ کے پاس مقدمات لانے سے گریز کرتے ہیں۔

(2)﴿رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا﴾''تو آپ منافقوں کو دیکھیں گے وہ تم سے منہ موڑتے ہیں، صاف منہ موڑنا'' یعنی جب منافقوں کو قرآن وحدیث کی طرف بلایا جاتا ہے تو وہ اس سے منہ موڑتے ہیں اور تکبر میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3) قرآن وسنت سے منہ موڑنا دراصل اللہ تعالیٰ ہی سے منہ موڑنا ہے۔ اس شخص کی بدنصیبی کا کیا ٹھکانہ ہے جو اپنے پیدا کرنے والے سے، اپنے ہادی اور رہنما سے، اپنی ہدایت سے اور اپنی فلاح سے منہ موڑ کر ہمیشہ کی بربادی، بدبختی اور ہلاکت کا سودا کرلے۔

(4) رب العزت نے اسی حقیقت کو واضح فرمایا: ﴿وَيَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ۭ وَمَآ اُولٰۗىِٕكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ (47) وَاِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ (48)﴾ ''اور وہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ اور رسول پر ایمان لائے اور ہم نے اطاعت کی پھر اس کے بعد ان میں سے ایک گروہ پھر جاتا ہے اور یہ لوگ ہرگز ایمان لانے والے نہیں ہیں۔ اور جب انہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے تو اچانک ان میں سے ایک گروہ منہ موڑنے والا ہوتا ہے۔'' (النور: 48,47)

سوال 2: منافق اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کے رسول ﷺ سے فیصلہ لینے سے کیوں کتراتے ہیں؟

جواب: (1) منافق اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کو دل سے نہیں مانتے۔

(2) منافق اپنے دل کی مرضی کے مطابق فیصلہ چاہتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے عہدِ مبارک میں جس مقدمے میں انہیں توقع ہوتی کہ فیصلہ ان کے خلاف ہوگا اس کو رسول اللہ ﷺ کے پاس لانے سے گریز کرتے۔ یہی نفاق کی علامت ہے۔

سوال 3: آج کے اس دور میں جو لوگ شریعت کے نفاذ کے مخالف ہیں اپنے موقف کے لیے وہ کیا دلائل دیتے ہیں؟

جواب: آج کے اس دور میں جو لوگ شریعت کے نفاذ کے مخالف ہیں اپنے موقف کے لیے یہ دلیل دیتے ہیں کہ

(1) اگر اللہ تعالیٰ کا قانون نافذ ہوا تو لوگوں کے درمیان مخالفت پیدا ہوجائے گی۔

(2) اگر اللہ تعالیٰ کا قانون نافذ ہوا تو لوگ مصیبت میں مبتلا ہوجائیں گے۔

(3) شریعت کے قانون میں انسان کے لیے مشکلات ہیں۔

﴿فَكَيْفَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ثُمَّ جَاۗءُوْكَ يَحْلِفُوْنَ ۚ﴾

''پھر کیا حال ہوتا ہے جب ان کو اس وجہ سے مصیبت پہنچتی ہے جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا؟ پھر وہ آپ کے پاس اللہ تعالیٰ کی

﴿بِاللّٰهِ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّآ اِحْسَانًا وَّتَوْفِيْقًا﴾

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

قسمیں کھاتے ہوئے آتے ہیں کہ ہم نے تو محض بھلائی اور آپس میں ملانے کے سوا کچھ نہیں چاہا تھا" (62)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: ضحاک اور مقاتل کہتے ہیں کہ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی جنہوں نے مسجد ضرار بنائی پھر جب اللہ تعالیٰ نے ان کا نفاق ظاہر کر دیا اور اس مسجد کو گرانے کا حکم دیا تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے اس معاملے سے اپنے آپ کو الگ کرنے کے لیے قسمیں کھائیں کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور کتاب کی موافقت کے سوا مسجد بنانے کا اور کوئی مقصد نہیں تھا۔ (تفسیر سمرقندی: 314/1)

سوال 2: منافقوں کی جو مذمت کی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿فَكَيْفَ ... وَّتَوْفِيْقًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اس آیت میں منافقوں کی مذمت ہے کہ جب وہ اپنے برے اعمال کی وجہ سے مصائب میں پھنس جاتے ہیں تو آپ کے پاس دوڑے دوڑے آتے ہیں اور آپ کو خوش کرنے کے لیے قسمیں کھاتے ہیں۔

(2) ﴿فَكَيْفَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ﴾ "پھر کیا حال ہوتا ہے جب ان کو اس وجہ سے مصیبت پہنچتی ہے" منافقوں پر یہ مصیبت آتی تھی کہ تمام لوگوں پر اُن کی اصلیت کھل جاتی تھی اور اسلامی معاشرے میں منافقوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔

(3) اسلامی معاشرے میں منافقوں کا سوشل بائیکاٹ ہو جاتا تھا۔ اس طرح وہ مصیبت میں پھنس جاتے تھے۔ لوگوں میں انہیں قبولیت حاصل نہیں ہوتی تھی۔

(4) بعض اوقات طاغوتی عدالت میں ظلم ہوتا تو انہیں افسوس ہوتا کہ اسلامی عدالت میں جاتے تو انصاف ملتا۔

(5) بعض اوقات اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایسی آزمائشیں آتیں کہ یہ غور و فکر کریں اور سچے ایمان کے راستے پر آ جائیں۔

(6) ﴿بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ﴾ "جو ان کے ہاتھوں نے آگے بھیجا" منافقوں پر یہ مصیبت ان کے نفاق کی وجہ سے آتی تھی، انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے نفرت کی تھی۔ (ابن ابی حاتم: 992/3)

(7) ﴿ثُمَّ جَآءُوْكَ يَحْلِفُوْنَ ۖ بِاللّٰهِ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّآ اِحْسَانًا وَّتَوْفِيْقًا﴾ "پھر وہ آپ کے پاس اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھاتے ہوئے آتے ہیں کہ ہم نے تو محض بھلائی اور آپس میں ملانے کے سوا کچھ نہیں چاہا تھا" وہ قسمیں کھا کر کہتے تھے کہ ہم طاغوت کی عدالت میں جانا نہیں چاہتے تھے مگر رواج کے مطابق فیصلے کروا کے صلح صفائی چاہتے تھے۔

(8) وہ اپنے اندرونی ارادوں کو چھپانا چاہتے تھے کہ شاید اس کشمکش کا نتیجہ کفار کی فتح کی شکل میں نکلے اور ان کی منافقت کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پالیسی کامیاب ہوجائے۔

﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِي قُلُوبِهِمْ ۖ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ

''یہی لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ ان کے دلوں میں ہے چنانچہ آپ ان سے منہ موڑ لیں اور انہیں وعظ ونصیحت کریں

وَقُل لَّهُمْ فِي أَنفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيغًا﴾

اور ان کے لیے ان کے دلوں میں بہت اثر کرنے والی بات کریں'' (63)

سوال 1: ﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ ... قُلُوبِهِمْ﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿أُولَٰئِكَ﴾ میں منافقین کی طرف اشارہ ہے۔

(2) ﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِي قُلُوبِهِمْ﴾ ''یہی لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ ان کے دلوں میں ہے'' باطل کی طرف جھکاؤ اور اپنے اسلام کا اظہار کرنا اور اپنے عذر پر قسمیں کھانا یہ سب ان کے دلوں کے نفاق میں سے ہے۔ (تفسیر قاسمی: 270/5) (3) زجاج نے کہا: اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ وہ منافق ہیں۔ (فتح القدیر: 616/1)

(4) اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کے حال کو جانتا ہے اگرچہ وہ اپنی نیتوں اور ارادوں کو چھپانا چاہتے ہیں۔

سوال 2: منافقوں کے بارے میں جو تلقین کی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿فَأَعْرِضْ ... بَلِيغًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے منافقین کے بارے میں تلقین کی ہے: ﴿فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ﴾ ''چنانچہ آپ ان سے منہ موڑ لیں'' پہلی سٹیج پر ان منافقین سے چشم پوشی کرو، ان کے ساتھ نرمی برتو۔

(2) ﴿وَعِظْهُمْ﴾ ''اور انہیں وعظ ونصیحت کریں'' ان کو نصیحت کرو اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراؤ، ان کی تعلیم وتربیت کرو۔

(3) ﴿وَقُل لَّهُمْ فِي أَنفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيغًا﴾ ''اور ان کے لیے ان کے دلوں میں بہت اثر کرنے والی بات کریں'' قولِ بلیغ سے مراد پہنچنے والی بات، دل لگتی بات، دل کے اندر اُترنے والی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ انہیں ایسی نصیحت کیجئے کہ بات ان کے دل کے اندر اُتر جائے۔

(4) مصلحت کا تقاضا یہ ہے کہ آپ ابھی انہیں کوئی سزا نہ دیں اور صرف اشارے کے ذریعے دھمکی اور نصیحت پر ہی اکتفا کریں اور انہیں کوئی ایسی بات کہہ جائیں جو ان کے دلوں پر اثر انداز ہو، جو انہیں مغموم بنا دے اور ان کے دلوں میں خوف سما جائے، مثلاً یہ کہیے کہ نفاق کا انجام بہت برا ہوتا ہے اور کبھی قتل تک کی نوبت آجاتی ہے اور یہ کہ ان کے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مشرکین کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔(تیسیر الرحمٰن)

(5)اس آیت کریمہ میں اس بات کی دلیل ہے کہ گناہ گار کے ساتھ اگر اعراض کیا جائے تو پوشیدہ طور پر اس کے لیے خیر خواہی کا اہتمام ضرور کیا جائے اور اس کو نصیحت کرنے میں پوری کوشش سے کام لیا جائے جس سے وہ اپنا مقصد حاصل کر سکے۔(تفسیر سعدی:1/535,534)

سوال3: دشمنوں کی سازشوں کو ناکام بنانے کے لئے کیسی کوشش کرنے کا حکم دیا گیا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے حکم دیا کہ ان سے درگزر کریں، وعظ و نصیحت اور قولِ بلیغ کے ذریعے ایمان والوں کی اصلاح کی کوششوں کو جاری رکھیں۔ سازشوں سے بچانے کے لئے یہ عمل مستقل جاری رہے گا۔

سوال4: اللہ تعالیٰ نصیحت کے ذریعے توبہ پر کیوں مائل کرنا چاہتے ہیں؟

جواب: (1)اس لئے کہ منافقین سیدھے راستے پر آجائیں۔(2) تاکہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی پناہ میں امن کی زندگی گزاریں۔(3)اگرچہ انہوں نے طاغوت سے فیصلے لیے لیکن توبہ کا دروازہ کھلا ہے۔ابھی وقت ہے پلٹ سکتے ہیں لیکن شرط یہ ہے کہ رسول ﷺ کی اطاعت کریں۔

﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ

''اور ہم نے ہر رسول کو محض اس لیے بھیجا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے اور بلاشبہ اگر وہ آپ کے پاس

اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ

آجاتے جنہوں نے خود پر ظلم کیا تھا، پھر وہ اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگتے اور رسول ان کے لیے بخشش مانگتا تو وہ

لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا﴾

اللہ تعالیٰ کو یقیناً بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم والا پاتے''(64)

سوال1: رسول کی اطاعت واجب ہے، اس کی وضاحت ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا ... رَّحِيْمًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ ''اور ہم نے ہر رسول کو محض اس لیے بھیجا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے'' یعنی اللہ تعالیٰ اپنا رسول اسی لیے بھیجتا ہے کہ اس کے حکم کی اطاعت کی جائے، اسے دل سے تسلیم کیا جائے۔قوم پر رسول کی اطاعت واجب ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2) رسول اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے کے لیے بھیجے جاتے ہیں۔

(3) رسول اس لیے بھیجے جاتے ہیں تا کہ تمام انسان ان سے اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ طریقۂ زندگی سیکھیں اور اس پر عمل کریں۔

(4) رسول دائمی اطاعت کے لیے بھیجے جاتے ہیں۔

(5) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے اعمال ضائع نہ کرو۔'' (محمد:33)

(6) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: سب سے اچھی بات کتاب اللہ ہے اور سب سے اچھا طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے اور سب سے بُری (دین میں) نئی بات (بدعت) پیدا کرنا ہے اور بلاشبہ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ آ کر رہے گی اور تم پروردگار سے بچ کر کہیں نہیں جا سکتے۔ (صحیح بخاری:7277)

(7) اس آیت میں عصمتِ انبیاء علیہم السلام کا اثبات ہے یعنی وہ اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے، حکم دینے اور منع کرنے میں ہر لغزش سے پاک ہیں کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے لوگوں کو انبیاء کرام علیہم السلام کی مطلق اطاعت کا حکم دیا ہے۔ اگر وہ منصبِ تشریع میں خطا سے پاک نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ ان کی مطلق اطاعت کا حکم نہ دیتا۔ (تفسیر سعدی:535/1)

(8) ﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى (٣) اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى (٤)﴾ ''اور وہ اپنی خواہش نفس سے نہیں بولتا، یہ تو ایک وحی ہے جو اُس پر نازل کی جاتی ہے۔'' (النجم:4,3)

(9) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس شخص نے میری اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔'' (بخاری:7137)

(10) رسولوں کو بھیجا تو اس لیے جاتا ہے کہ لوگ ان کی اطاعت کریں لیکن رسولوں کے بارے میں انسانوں میں یہ غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں: (i) رسولوں سے ایک روحانی تعلق قائم ہو جس کے لیے اطاعت غیر ضروری ہے۔ (ii) رسولوں سے صرف عبادت کے طریقے سیکھے جاتے ہیں۔ (iii) رسول بگڑی بنا دیتے ہیں۔ (iv) رسول غیب کا علم رکھتے ہیں۔ (v) رسول کی سفارش سے بڑے سے بڑے مجرم بھی معاف کر دیئے جائیں گے۔ (vi) رسول کو جب چاہیں اپنے پاس حاضر کر سکتے ہیں اور ان سے جو دُعائیں مانگی جائیں مثلاً رزق، اولاد، مصائب کو دور کرنے کی، وہ پوری کر دیتے ہیں۔ (vii) رسول کے عقیدت مند بن جائیں اور الفاظ کے گلدستے پیش کرتے رہیں۔

(11) ﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ﴾ ''اور بلاشبہ اگر وہ آپ کے پاس آ جاتے جنہوں نے خود پر ظلم کیا تھا'' ان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

منافقین نے رسول اللہ ﷺ کی بجائے کاہنوں اور طاغوتوں کو اپنا فیصلہ کرنے والا مان کر اپنے آپ پر بڑا ظلم کیا کہ نفاق کے عذاب کے ساتھ ایک اور عذابِ الٰہی کے مستحق بنے۔ (تیسیر الرحمٰن)

(12) ﴿فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ﴾ ''پھر وہ اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگتے اور رسول ان کے لیے بخشش مانگتا'' اللہ تعالیٰ سے استغفار کرنا انسان کے لیے کافی ہے لیکن چونکہ اُن لوگوں نے جھگڑوں کے فیصلے دوسروں کے پاس لے جا کر آپ ﷺ کے مقام اور مرتبے میں کمی کی تھی اس لیے اس کے ازالے کے لیے رسول اللہ ﷺ کے پاس جانے کی تاکید کی گئی ہے۔

(13) آیت کا تعلق منافقین کے ایک خاص واقعہ سے ہے جس کا بیان ہو چکا کہ نفاق کی بیماری میں مبتلا ہونے کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کی بجائے کاہنوں کو اپنا فیصل مانا، ورنہ عام حالات میں توبہ کے لیے یہ شرط نہیں تھی کہ مسلمان رسول اللہ ﷺ کے پاس آتے اور ان کے ساتھ رسول اللہ ﷺ بھی ان کے لیے دُعائے مغفرت کرتے۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں ایسا اور کوئی واقعہ نہیں ملتا۔ (تیسیر الرحمٰن)

(14) ﴿لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا﴾ ''تو وہ اللہ تعالیٰ کو یقیناً بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا، نہایت رحم والا پاتے'' اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ کوئی کسی وقت بھی توبہ کرے اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے، کوئی کسی وقت بھی لوٹے اللہ تعالیٰ رحم کرنے والا ہے۔ توبہ و مغفرت کا دروازہ کھلا ہے۔ جس شخص کا ارادہ ہو، آگے بڑھے اور توبہ کا دروازہ کھول لے۔

(15) اللہ تعالیٰ نے ان صفات کا شعور اس لیے دلایا ہے کیونکہ لوگوں نے اپنے فیصلے طاغوت سے کروا کر اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا۔

سوال 2: خواہش پرستی اور مصلحت کوشی کی زندگی اختیار کرنے میں انسان کیا چیز کھو بیٹھتا ہے؟

جواب: (1) خواہش پرستی اور مصلحت کوشی کی زندگی اختیار کر کے انسان صراطِ مستقیم کھو بیٹھتا ہے۔

(2) انسان وہ راستہ کھو بیٹھتا ہے جس پر چل کر انسان اپنے رب تک جا پہنچتا ہے۔

سوال 3: انسان پر اگر صراطِ مستقیم واضح ہو یعنی وہ علم رکھتا ہو، پھر وہ کیسے گمراہ ہو جاتا ہے؟

جواب: (1) جب انسان اپنی سوچ کو کچھ تحفظات کا پابند کر لیتا ہے تو وضاحت کے باوجود صراط مستقیم نہیں دیکھتا۔

(2) جب انسان دین کو اپنی خواہشات اور مصلحتوں کے مطابق پڑھتا ہے۔

(3) جب انسان کے ذہن میں دین کا خود ساختہ تصور قائم ہوتا ہے۔

(4) جب انسان ایمان چاہتا ہو لیکن وہ خواہشات اور مصلحتوں سے باہر نہ آ سکے تب وہ ایمان سے محروم ہو جاتا ہے اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صراط مستقیم اس سے گم ہو جاتا ہے۔

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا

''پس! تیرے رب کی قسم! وہ مومن نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ وہ آپ کو اس معاملے میں فیصلہ کرنے والا مان لیں، جو ان کے درمیان

فِيٓ أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾

جھگڑا پڑ جائے پھر آپ جو فیصلہ کر دیں اس پر وہ اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہ پائیں اور وہ اسے تسلیم کر لیں، پوری طرح تسلیم کرنا'' (65)

سوال 1: اس آیت کا شانِ نزول کیا ہے؟

جواب: سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کا ایک انصاری (ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ) سے مقامِ حرّہ کی ایک نالی کے بارے میں جھگڑا ہو گیا (کہ اس سے کون اپنے باغ کو پہلے سینچنے کا حق رکھتا ہے)۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''زبیر! پہلے تم اپنا باغ سینچ لو پھر اپنے پڑوسی کو جلدی پانی دے دینا۔'' اس پر ان انصاری صحابی رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! اس لیے کہ یہ آپ ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی ہیں؟ یہ سن کر نبی ﷺ کے چہرۂ مبارک کا رنگ بدل گیا اور آپ ﷺ نے فرمایا: ''زبیر! اپنے باغ کو سینچو اور پانی اس وقت تک روکے رکھو کہ منڈیر تک بھر جائے پھر اپنے پڑوس کے لیے چھوڑو۔'' (پہلے رسول اللہ ﷺ نے انصاری کے ساتھ اپنے فیصلے میں رعایت رکھی تھی) لیکن اس مرتبہ آپ ﷺ نے سیدنا زبیر رضی اللہ عنہ کو صاف طور پر ان کا پورا حق دے دیا کیونکہ انصاری نے ایسی بات کہی تھی جس سے آپ ﷺ کا غصے میں آنا قدرتی تھا۔ زبیر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میرا خیال ہے کہ یہ آیات اسی سلسلے میں نازل ہوئی تھیں: ''تیرے رب کی قسم! وہ مومن نہیں ہو سکتے جب تک وہ اپنے باہمی جھگڑوں میں آپ سے فیصلہ نہ کروائیں۔ پھر آپ جو فیصلہ کر دیں اس پر اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہ پائیں اور اسے دل و جان سے تسلیم کریں۔'' (بخاری: 4585)

سوال 2: ایمان کی تکمیل رسول اللہ ﷺ کو بخوشی جج مان لینے میں ہے، اس کی وضاحت ﴿فَلَا ... تَسْلِيمًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ایمان کی تکمیل کے لیے شرط ہے کہ نبی ﷺ کو تنازعات میں جج مانا جائے۔

(2) رب العزت نے فرمایا: ﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ﴾ ''پس! تیرے رب کی قسم! وہ مومن نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ وہ آپ کو اس معاملے میں فیصلہ کرنے والا مان لیں، جو ان کے درمیان جھگڑا پڑ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

جائے'' اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات اقدس کی قسم کھاتے ہوئے فرمایا کہ یہ لوگ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ اپنے جھگڑوں میں اس کے رسول کو حکم تسلیم نہ کریں۔ یعنی ہر اس معاملے میں رسول اللہ ﷺ کو حکم اور فیصل تسلیم کریں جس میں اجماعی مسائل کے برعکس ان کے درمیان کسی قسم کا کوئی اختلاف واقع ہو کیونکہ اجماعی مسائل کتاب وسنت کی دلیل پر مبنی ہوتے ہیں۔ پھر اس تحکیم کو تسلیم کرنا ہی کافی قرار نہیں دیا بلکہ یہ شرط بھی عائد کی کہ آپ کو حکم تسلیم کرنا محض اغماض کے پہلو سے نہ ہو بلکہ ان کے دلوں میں کسی قسم کی تنگی اور حرج نہ ہو اور اس تحکیم کو ہی کافی قرار نہیں دیا جب تک کہ وہ شرح صدر، اطمینان نفس، ظاہری اور باطنی اطاعت کے ساتھ آپ کو فیصل تسلیم نہ کر لیں۔ پس آپ کو حکم تسلیم کرنا اسلام کے مقام میں ہے، اس تحکیم میں تنگی محسوس نہ کرنا ایمان کے مقام میں ہے اور آپ کے فیصلے پر تسلیم ورضا احسان کے مقام میں ہے۔ جس کسی نے ان مراتب کو مکمل کر لیا اس نے دین کے تمام مراتب کی تکمیل کر لی اور جس نے اس کا التزام کیے بغیر اس تحکیم کو ترک کر دیا وہ کافر ہے اور جس نے التزام کرنے کے باوجود اس تحکیم کو ترک کر دیا وہ دیگر گناہ گاروں کی مانند ہے۔ (تفسیر سعدی:1/536)

(3) شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قرآن، سنت اور اجماع کے ذریعہ یہ ثابت شدہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں پر اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت کو فرض کیا ہے۔ اوامر ونواہی میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے علاوہ اس امت پر کسی کی اطاعت کو فرض نہیں کیا ہے۔ اسی لیے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (جو نبی ﷺ کے بعد امت کے سب سے افضل انسان تھے) کہا کرتے تھے کہ میں جب تک اللہ تعالیٰ کی اطاعت کروں تم لوگ میری اطاعت کرو اور میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کروں تو تم لوگ میری اطاعت نہ کرو۔ تمام علمائے امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کوئی معصوم نہیں، اسی لیے بہت سے ائمہ کرام نے کہا ہے کہ ہر آدمی کی کوئی بات لی جائے گی اور کوئی چھوڑ دی جائے گی، سوائے رسول اللہ ﷺ کے، یہی وجہ ہے کہ فقہی مذاہب کے چاروں مشہور ائمہ نے لوگوں کو ہر بات میں اپنی تقلید کرنے سے منع فرمایا تھا۔ (تیسیر الرحمن:1/273)

(4) ﴿ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ﴾ ''پھر آپ جو فیصلہ کر دیں اس پر وہ اپنے دلوں میں کوئی تنگی نہ پائیں'' رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ وہ ربانی فیصلہ ہے جس کے برحق ہونے کا دل میں اعتقاد رکھنا ضروری ہے اور عمل کے ذریعے بھی اس پر ایمان رکھنے کا ثبوت فراہم کرنا ضروری ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ لوگوں کا ظاہر وباطن اسے تسلیم کر لے اور اس کی حقانیت کے بارے میں دل کے کسی گوشے میں بھی شبہ باقی نہ رہے۔ (تیسیر الرحمن)

(5) آیت کا مطلب یہ ہے کہ نبی ﷺ کے کسی فیصلے سے اختلاف کرنا تو دور کی بات ہے اس پر دل میں گھٹن محسوس کرنا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بھی ایمان کے خلاف ہے۔

(6) یہ آیت منکرینِ حدیث کے علاوہ ان لوگوں کے لیے بھی لمحہ فکریہ ہے جن کے امام یا پیر کے خلاف کوئی آیت یا حدیث آجائے تو وہ صرف دل میں ہی تنگی محسوس نہیں کرتے بلکہ ماننے سے بھی صاف انکار کر دیتے ہیں کہ کیا ہمارے امام کو اس آیت وحدیث کا علم نہ تھا؟ یا پھر اس کی تاویل کرنے، اسے ضعیف بنانے یا اسے منسوخ قرار دینے کے لیے اپنی ساری قوت صرف کر دیتے ہیں۔ (دعوۃ القرآن)

(7) ﴿وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ ''اور وہ اسے تسلیم کرلیں، پوری طرح تسلیم کرنا'' وہ رسول اللہ ﷺ کے فیصلے پر سرِ تسلیم خم کر دیں۔

(8) خاندان، برادریوں، قوموں، وطن اور زمین کی وابستگیوں سے اُوپر اُٹھ کر اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ سے وابستگی کا ثبوت دیں۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک (پورا) مومن نہیں ہوسکتا جب تک اس کو مجھ سے محبت اپنے باپ اور اپنی اولاد اور سب لوگوں سے زیادہ نہ ہو۔'' (بخاری:14)

(9) ﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ۗ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا﴾ ''اور کسی مومن مرد اور کسی مومن عورت کو یہ حق نہیں کہ جب اللہ تعالیٰ اور اُس کا رسول کسی معاملے کا فیصلہ کر دیں تو اُن کے لیے خود اپنے معاملے میں اختیار ہو اور جو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو یقیناً وہ گمراہ ہو گیا، واضح گمراہ ہونا۔'' (الاحزاب:36)

(10) زبیر بن عربی نے بیان کیا کہ ایک شخص نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے حجر اسود کے بوسہ دینے کے متعلق پوچھا تو انہوں نے بتلایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس کو بوسہ دیتے دیکھا ہے۔ اس پر اس شخص نے کہا: اگر ہجوم ہو جائے اور میں عاجز ہو جاؤں تو کیا کروں؟ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اس اگر وگر کو یمن میں جا کر رکھو میں نے تو رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ اس کو بوسہ دیتے تھے۔ (بخاری:1611)

(11) سالم نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان نقل کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے: ''تمہاری خواتین جب مسجد جانا چاہیں تو انہیں مسجد میں جانے سے نہ روکو۔'' سیدنا بلال بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی زبانی یہ حدیث سننے کے بعد کہا: واللہ! ہم ان خواتین کو باز رکھیں گے جس پر سیدنا عبداللہ نے ان کو سخت برا بھلا کہا، میں نے انہیں کبھی (کسی کو) اتنا برا بھلا کہتے نہیں سنا۔ پھر اس کے بعد فرمایا: ''میں تو رسول اللہ ﷺ کی حدیث تم کو بتلا رہا ہوں اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تم کہتے ہو کہ ہم خواتین کو باز رکھیں گے۔'' (مسلم:442)

(12) سیدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو کنکری پھینکتے دیکھا تو فرمایا کہ کنکری نہ پھینکو کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے کنکری پھینکنے سے منع فرمایا ہے یا (انہوں نے بیان کیا کہ) نبی کریم ﷺ کنکری پھینکنے کو پسند نہیں کرتے تھے اور کہا: ''اس سے نہ شکار کیا جا سکتا ہے اور نہ دشمن کو کوئی نقصان پہنچایا جا سکتا ہے البتہ یہ کبھی کسی کا دانت توڑ دیتی ہے اور آنکھ پھوڑ دیتی ہے۔'' اس کے بعد بھی انہوں نے اس شخص کو کنکریاں پھینکتے دیکھا تو کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی حدیث تمہیں سنا رہا ہوں کہ آپ ﷺ نے کنکری پھینکنے سے منع فرمایا یا کنکری پھینکنے کو ناپسند کیا اور تم اب بھی پھینکے جا رہے ہو، میں تم سے اتنے دنوں تک کلام نہیں کروں گا۔ (بخاری:5479)

(13) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری امت کے سارے لوگ جنت میں جائیں گے، سوائے ان لوگوں کے جنھوں نے انکار کیا'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ! کس نے انکار کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی (اس نے انکار کیا)۔'' (صحیح بخاری:7280)

(14) آپ ﷺ کی اتباع میں امن، فلاح، عزت، کفایت، نصرت، ولایت، تائید، دنیا و آخرت میں اچھی زندگی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی مخالفت میں ذلت، پستی، خوف، گمراہی، رسوائی، دنیا و آخرت کی بدبختی ہے۔

(15) فخر الدین رازی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کی قسم کھا کر کہا ہے کہ کوئی آدمی مومن ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ اس کے اندر مندرجہ ذیل شرطیں نہ پائی جائیں: (i) رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ سے راضی ہونا۔ (ii) دل میں اس بات کا یقین رکھنا کہ رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ ہی برحق ہے۔ (iii) رسول اللہ ﷺ کے فیصلہ کو قبول کرنے میں ذرا سا بھی تردد سے کام نہ لینا۔ اس کے بعد لکھا کہ رسول اللہ ﷺ کی ہر صحیح حدیث اس آیت کے ضمن میں آتی ہے، اور وہ شخص جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہے اس پر واجب ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ہر صحیح حدیث کو قبول کرے اور مذہبی تعصب کی وجہ سے کسی حدیث کو رد نہ کرے، ورنہ اس آیت میں مذکور وعید اس کو بھی شامل ہوگی۔ (تیسیر الرحمن:1/272)

﴿وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ

''اور اگر واقعتاً ہم ان پر فرض کر دیتے کہ اپنے آپ کو قتل کر دو یا اپنے گھروں سے نکل جاؤ تو وہ ایسا نہ کرتے

اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ ۭ وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ

مگر ان میں سے بہت تھوڑے لوگ اور اگر واقعتاً وہ اس پر عمل کرتے جس کی انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو یقیناً ان کے لیے بہت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا﴾

بہتر اور زیادہ ثابت قدم رکھنے والا ہوتا" (66)

سوال: ﴿وَلَوْ اَنَّا ... تَثْبِيْتًا﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنِ اقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَوِ اخْرُجُوْا مِنْ دِيَارِكُمْ مَّا فَعَلُوْهُ﴾ "اور اگر واقعتاً ہم ان پر فرض کر دیتے کہ اپنے آپ کو قتل کر دو یا اپنے گھروں سے نکل جاؤ تو وہ ایسا نہ کرتے" اگر یہ حکم دیا جاتا کہ ایک دوسرے کو قتل کر دو یا گھروں سے نکل جاؤ تو یہ احکامات فرائض کے طور پر نافذ ہو جاتے پھر عمل نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے یہ احکامات عائد نہیں کیے۔

(2) ﴿اِلَّا قَلِيْلٌ مِّنْهُمْ﴾ "مگر ان میں سے بہت تھوڑے لوگ" قلیل سے مراد وہ لوگ ہیں جو ان میں سے اخلاص والے ہیں۔ (الاساس فی التفسیر: 1108/2)

(3) ﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ﴾ "اور اگر واقعتاً وہ اس پر عمل کرتے جس کی انہیں نصیحت کی جاتی ہے" انہیں شریعت کی اتباع اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی نصیحت کی جاتی ہے۔ (تفسیر فتح القدیر: 619/1)

(4) ﴿لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ﴾ "تو یقیناً ان کے لیے بہت بہتر ہوتا" دنیا اور آخرت میں ان کے لیے بہتر ہوتا۔ (تفسیر قرطبی: 187/3)

(5) ﴿وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا﴾ "اور زیادہ ثابت قدم رکھنے والا ہوتا" اس کے معنی یقین اور تصدیق کے ہیں۔ (تفسیر ثعلبی: 259/2)

(6) جو حکم ہم نے انہیں دیئے ہیں وہ نہایت آسان اور محض ان کی خیر خواہی کے لیے ہیں اگر نصیحت مانیں اور ان احکام پر چلیں تو نفاق جاتا رہے گا، ایمان کامل نصیب ہوگا۔ اس امر کو غنیمت سمجھیں۔ (اشرف الحواشی: 107/1)

(7) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر انہوں نے اس چیز پر عمل کیا ہوتا جس کی انہیں نصیحت کی گئی ہے یعنی تمام اوقات کے مطابق ان کے لیے جو اعمال پیش کیے گئے ہیں، ان کے لیے اپنی ہمتیں صرف کرتے، ان کے انتظام اور ان کی تکمیل کے لیے ان کے نفوس پوری کوشش کرتے اور جو چیز انہیں حاصل نہیں ہو سکتی اس کے لیے کوشش نہ کرتے اور اس کے درپے نہ ہوتے اور بندے کے لیے یہی مناسب ہے کہ وہ اپنے حال پر غور کرے، جس کو قائم کرنا لازم ہے اس کی تکمیل میں جدوجہد کرے پھر بتدریج تھوڑا تھوڑا آگے بڑھتا رہے یہاں تک کہ جو دینی اور دنیاوی علم و عمل اس کے لیے مقدر کیا گیا ہے اسے حاصل کر لے۔ یہ اس شخص کے برعکس ہے جو اس معاملے پر ہی نظریں جمائے رکھتا ہے جہاں تک وہ نہ پہنچ سکا اور نہ اس کو اس کا حکم دیا گیا تھا کیونکہ وہ تفریق ہمت، سستی اور غم و نشاط کی بنا پر اس منزل تک نہیں پہنچ سکا۔ پھر ان کو جو نصیحت کی گئی ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس پر عمل کرنے سے جو نتائج نکلتے ہیں ان کے چار مراتب ہیں: (i) بھلائی کا حصول۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ﴾ ''تو یقیناً ان کے لیے بہت بہتر ہوتا'' (ii) ثابت قدمی اور اس میں اضافے کا حصول۔ (iii) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَّاِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّآ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾ ''اور تب ہم انہیں یقیناً اپنی جانب سے اجرِ عظیم عطا کرتے'' (iv) صراطِ مستقیم کی طرف راہنمائی۔ (تفسیر سعدی: 538,537/1)

﴿وَّاِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّآ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾

''اور تب ہم انہیں یقیناً اپنی جانب سے اجرِ عظیم عطا کرتے'' (67)

سوال 1: اس آیت کا شانِ نزول کیا ہے؟

جواب: ابن جریر نے سدی سے روایت کیا ہے کہ جس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو ثابت بن قیس بن شماس انصاری اور ایک یہودی نے آپس میں فخر کیا۔ یہودی کہنے لگا: اللہ کی قسم! جب اللہ تعالیٰ نے ہم پر خودکشی فرض کی تو ہم نے خودکشی کر لی، ثابت بولے: اللہ کی قسم! اگر ہم پر بھی خودکشی فرض کی جاتی تو ہم ایسا کر لیتے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔ (تفسیر ابن عباس: 276/1)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے کس صورت میں اجرِ عظیم کا وعدہ کیا ہے، اس کی وضاحت ﴿وَّاِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ ... عَظِيْمًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّاِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّآ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾ ''اور تب ہم انہیں یقیناً اپنی جانب سے اجرِ عظیم عطا کرتے'' اجرِ عظیم سے مراد آخرت کا اجر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے کام کرنے کی صورت میں جس کی نصیحت کی جاتی ہے ثابت قدمی اور بہتری کے ساتھ اجرِ عظیم کا وعدہ کیا ہے۔

(2) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لایا، نماز قائم کی، رمضان کے روزے رکھے تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اسے جنت میں داخل کرے۔ خواہ اس نے ہجرت کی ہو یا وہیں مقیم رہا ہو جہاں اس کی پیدائش ہوئی تھی۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا ہم اس کی اطلاع لوگوں کو نہ دے دیں؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جنت میں سو درجے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے راستے میں جہاد کرنے والوں کے لیے تیار کیا ہے، ہر دو درجوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان و زمین کے درمیان ہے۔ پس جب تم اللہ تعالیٰ سے سوال کرو تو فردوس کا سوال کرو کیونکہ وہ درمیانہ درجے کی جنت ہے اور بلند ترین اور اس کے اوپر رحمان کا عرش ہے اور اسی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سے جنت کی نہریں نکلتی ہیں۔'' (بخاری:7423)

(3) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''بلاشبہ (عام) جنتی بالاخانوں کے رہنے والوں کو اپنے اوپر اس طرح دیکھیں گے جیسے تم (دنیا میں) چمکدار ستارہ کو دیکھتے ہو جو آسمان کے کناروں میں مشرق یا مغرب کی جانب دور نظر آ رہا ہو اور یہ ان کے آپس کے فرق مراتب کی وجہ سے ہوگا۔'' صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ تو انبیاء کرام کے رہنے کی جگہیں ہوں گی جہاں اور کوئی نہ پہنچے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! انبیاء کرام کے علاوہ وہ لوگ ان میں رہیں گے جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور پیغمبروں کی تصدیق کی۔'' (بخاری:461/1)

﴿وَّلَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا﴾

''اور لازماً ہم انہیں سیدھے راستے پر چلنے کی ہدایت دیتے'' (68)

سوال: اللہ تعالیٰ نے سیدھے راستے پر گامزن کرنے کا وعدہ کس صورت میں کیا ہے، اس کی وضاحت ﴿وَّلَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّلَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا﴾ ''اور لازماً ہم انہیں سیدھے راستے پر چلنے کی ہدایت دیتے'' اللہ تعالیٰ نے نصیحت پر عمل کرنے کی صورت میں سیدھے راستے پر گامزن کرنے کا وعدہ کیا ہے۔

(2) یعنی ہم انہیں دین حق پر ثبات عطا کرتے اور ان کے دلوں کو ہدایت عطا کرتے۔

(3) صراط مستقیم سے مراد اسلام ہے جو کمال کا راستہ ہے اور دونوں زندگیوں کی سعادت ہے اور ہدایت سے مراد توفیق ہے۔

﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ

''اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا تو وہ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا،

النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا﴾

نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں اور صالحین میں سے! اور یہی بہترین ساتھی ہیں'' (69)

سوال 1: اس آیت کا شانِ نزول بتائیں؟

جواب: (1) ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ کو اپنی جان سے، اپنے اہل سے اور اپنے بچوں سے بھی زیادہ محبوب رکھتا ہوں۔ میں گھر میں ہوتا ہوں لیکن شوق زیارت مجھے بے قرار کر دیتا ہے، صبر نہیں ہو سکتا، دوڑتا

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

بھاگتا آتا ہوں اور دیدار کر کے چلا جاتا ہوں لیکن جب مجھے آپ کی اور اپنی موت یاد آتی ہے اور اس کا یقین ہے کہ آپ جنت میں نبیوں کے سب سے بڑے اونچے درجے میں ہوں گے تو ڈر لگتا ہے کہ پھر میں نبی کریم ﷺ کے دیدار سے محروم ہو جاؤں گا، آپ ﷺ نے تو کوئی جواب نہیں دیا لیکن یہ آیت نازل ہوئی۔ (طبرانی کبیر: 12559/12، حسن بالشواھد) (مجمع الزوائد: 10937)

(2) معالم التنزیل لکھتے ہیں کہ سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے ان کو رسول اللہ ﷺ سے بہت محبت تھی اور آپ ﷺ کی زیارت کے بغیر صبر نہیں کر سکتے تھے۔ ایک دن حاضر خدمت ہوئے تو ان کے چہرے کا رنگ بدلا ہوا تھا جس کی وجہ سے رنج و غم کا اثر ظاہر ہو رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے دریافت فرمایا: ''تمہارا رنگ کس چیز نے بدل دیا؟'' عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! نہ مجھے کوئی مرض ہے، نہ کوئی تکلیف ہے صرف اتنی بات ہے کہ مجھے آپ کی ملاقات کا بہت زیادہ شوق ہوا اور اس کے بغیر مجھے چین نہ آیا اور اپنے اندر بہت سخت وحشت محسوس کرتا رہا پھر مجھے آخرت یاد آ گئی اس پر یہ خیال آیا کہ میں وہاں آپ کو نہ دیکھ سکوں گا اور اگر جنت میں داخلہ نہ ملا تو کبھی بھی آپ کو نہ دیکھ سکوں گا اس پر آیت بالا نازل ہوئی۔ معلوم ہوا کہ باوجود درجات مختلف ہونے کے اہل جنت کی آپس میں معیت اور ملاقات ہوگی۔ (معالم التنزیل: 450/1)

سوال 2: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنے والے انعام یافتہ لوگوں کے ساتھ ہوں گے، اس کی وضاحت ﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ ... رَفِيْقًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ﴾ ''اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا'' یعنی فرائض ادا کریں اور نواہی سے اجتناب کریں۔ (تفسیر خازن: 397/1)

(2) ﴿فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ﴾ ''تو وہ ان کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا'' جس نے وہ عمل کیا جس کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے حکم دیا ہے اور اسے ترک کر دیا جس سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے منع فرمایا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے عزت کے گھر میں بسائے گا اور انعام یافتہ لوگوں یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کا ساتھ عطا فرمائے گا۔

(3) ﴿اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ﴾ اللہ تعالیٰ نے جو انعام کیا وہ اللہ تعالیٰ پر ایمان، اس کی معرفت، اس کی محبت اور ناراضگی کی معرفت اور اس کے پسند کے کاموں کی توفیق اور اس کی ناراضگی کے کاموں کو چھوڑنے کی توفیق ہے۔ جہاں تک آخرت کے انعامات کا تعلق ہے تو وہ نعمتوں والے گھر میں جگہ پانا ہے۔ (ایسر التفاسیر: 276)

(4) اللہ تعالیٰ کا انعام جنت میں داخلہ اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیے گئے وعدوں کا پالینا ہے۔ (تفسیر فتح القدیر: 619/1)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(5) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اگر دو بندوں نے اللہ تعالیٰ کے لیے آپس میں محبت کی، اگر ان میں سے ایک شخص مشرق میں تھا اور دوسرا مغرب میں تھا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان دونوں کو جمع فرمائیں گے اور ارشاد ہوگا کہ یہ ہے وہ شخص جس سے تو میرے لیے محبت کرتا تھا۔'' (مشکوۃ المصابیح:427)

(6) سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کا اس شخص کے بارے میں کیا ارشاد ہے جو ایک جماعت سے محبت رکھتا ہے لیکن ان سے میل نہیں ہو سکا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ﴿اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ﴾ ''انسان اس کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت رکھتا ہے۔'' (بخاری:6169)

(7) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی ﷺ سے قیامت کے بارے میں پوچھا اور کہا کہ قیامت کب آئے گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو نے اس کے لیے تیاری کر رکھی ہے؟'' اس نے کہا: نہیں! سوائے اس کے کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو (روزِ قیامت) انہی کے ساتھ ہوگا جن سے محبت رکھتا ہے۔'' سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ سن کر ہم اتنا خوش ہوئے کہ اس طرح کسی بات پر ہم خوش نہیں ہوئے تھے۔ کہتے ہیں کہ میں نبی ﷺ اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے محبت رکھتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ اس محبت کی وجہ سے ان کے ساتھ ہوں گا اگرچہ میں ان کے (نیک) اعمال کی طرح (نیک) اعمال نہ کر سکا۔ (بخاری:3688)

(8) ﴿مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ﴾ ''نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں اور صالحین میں سے'' اس آیت میں چار قسم کے انعام یافتہ لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے:

(i) ﴿مِّنَ النَّبِيّٖنَ﴾ انبیاء: جو اپنی اُمت کے افضل ترین افراد تھے۔

(ii) ﴿وَالصِّدِّيْقِيْنَ﴾ صدیق: جو ہمیشہ سچ بولنے والا، حق کی گواہی دینے والا، حق کا ساتھ دینے والا ہو۔ صدیقین وہ لوگ ہیں جنہوں نے اس وحی کی کامل تصدیق کی جو رسول لے کر آئے تھے اور انہوں نے حق کو جان لیا اور یقین کامل کے ساتھ اس کی تصدیق کی اور پھر اپنے قول و فعل، حال اور اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دے کر اس حق کو قائم کیا۔ (تفسیر سعدی:539/1)

صدیقیت سے مراد ایمان اور اطاعت کا کمال ہے۔ رب العزت کا ارشاد ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصِّدِّيْقُوْنَ ۚ وَالشُّهَدَآءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ لَهُمْ اَجْرُهُمْ وَنُوْرُهُمْ ۭ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ﴾ ''اور جو اللہ تعالیٰ پر اور اُس کے رسولوں پر ایمان لائے، وہی لوگ بہت سچے ہیں اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہی اللہ تعالیٰ کے پاس گواہی دینے والے ہیں، اُن کے لیے ان کا اجر اور اُن کا نور ہے اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا یہی لوگ دوزخی ہیں۔'' (الحدید:19) رسول اللہ ﷺ نے اپنے سفرِ معراج کے بارے میں قریش کو اطلاع دی تو اکثر لوگوں نے کہا کہ واللہ! یہ تو صاف ناقابلِ قبول ہے۔ بہت سے لوگ جنہوں نے اسلام اختیار کر لیا تھا مرتد ہو گئے۔ لوگ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے کہا: اے ابوبکر! کیا تمہیں اپنے دوست کے متعلق اب بھی حسنِ ظن ہے؟ وہ تو دعویٰ کرتا ہے کہ آج کی رات وہ بیت المقدس پہنچا، وہاں نماز پڑھی اور مکہ واپس آیا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: واللہ! اگر انہوں نے ایسا کہا تو سچ کہا۔ پھر وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور آپ ﷺ سے تفصیلات سنیں۔ کہتے جاتے تھے: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ''اے ابوبکر! تم صدیق ہو۔'' غرض اسی دن آپ ﷺ نے انہیں ''صدیق'' کا لقب عطا فرمایا۔ (سیرت ابن ہشام)

(iii) ﴿وَالشُّهَدَآءِ﴾ ''اور شہید'' جو اپنی جان دے کر یہ ثابت کرتا ہے کہ جس چیز پر وہ ایمان لایا تھا وہ سچ ہے۔

(iv) ﴿وَالصّٰلِحِيْنَ﴾ ''اور صالحین'' جو اللہ تعالیٰ کے حقوق اور بندوں کے حقوق کا مکمل طور پر خیال رکھے اور ان میں کسی قسم کی سستی اور کوتاہی نہ کرے۔

(9) ﴿وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا﴾ ''اور یہی بہترین ساتھی ہیں'' اس سے مراد جنت کے اچھے رفیق ہیں۔

(10) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو نبی مرض الموت میں بیمار ہوتا ہے تو اسے دنیا اور آخرت کا اختیار دیا جاتا ہے۔'' چنانچہ مرض الموت میں جب نبی ﷺ کی آواز گلے میں پھنسنے لگی تو میں نے سنا کہ آپ ﷺ فرما رہے تھے: ''ان لوگوں کے ساتھ جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا ہے یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ'' اس لیے میں سمجھ گئی کہ آپ ﷺ کو اختیار دیا گیا ہے (اور آپ ﷺ نے ﴿اللّٰهم بالرفيق الاعلىٰ﴾ کہہ کر آخرت کو پسند فرمایا۔) (بخاری:4586)

(11) سیدنا ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں رات رسول اللہ ﷺ کے پاس گزارتا تھا اور آپ ﷺ کے استنجاء اور وضو کے لیے پانی لایا کرتا تھا۔ آپ ﷺ نے ایک رات فرمایا: ''مانگو!'' میں نے کہا: ''میں جنت میں آپ ﷺ کی رفاقت کا سوال کرتا ہوں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کے علاوہ اور کچھ؟'' میں نے عرض کیا: ''بس یہی۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو اپنے معاملے میں سجود کی کثرت کے ساتھ میری مدد کر۔'' (مسلم:1094)

(12) ﴿اَللّٰهُمَّ اِنِّيْٓ اَسْئَلُكَ اِيْمَانًا لَّا يَرْتَدُّ وَنَعِيْمًا لَّا يَنْفَدُ وَمُرَافَقَةَ مُحَمَّدٍ فِيْٓ اَعْلٰى جَنَّةِ الْخُلْدِ﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اے اللہ! میں تجھ سے کبھی نہ پھرنے والے ایمان کا سوال کرتا ہوں اور ایسی نعمت کا جو کبھی ختم نہ ہو اور جنتِ خلد کے اعلیٰ درجوں میں محمد ﷺ کی رفاقت کا۔'' (ابن حبان:604/2436)

﴿ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا﴾

''یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور اللہ تعالیٰ کافی ہے، سب کچھ جاننے والا ہے'' (70)

سوال 1: ﴿ذٰلِكَ الْفَضْلُ ... عَلِيْمًا﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ﴾ ''یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے'' اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جنت میں انبیاء، صدیقین اور شہداء کی رفاقت اللہ کے فضل و کرم سے ملے گی، عبادتوں کی وجہ سے نہیں۔ عبادتیں تو ایک بہانہ ہوں گی۔ (تیسیر الرحمٰن)

(2) یہ اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے انہیں اس کی توفیق سے نوازا، اس کے حصول میں ان کی مدد کی اور انہیں اتنا زیادہ ثواب عطا کیا کہ ان کے اعمال وہاں تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔ (تفسیر سعدی)

(3) ﴿وَ كَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کافی ہے، سب کچھ جاننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے احوال کا علم رکھتا ہے اور وہ جانتا ہے کہ ان میں سے کون ان اعمال صالحہ کے ذریعے سے جن پر ان کے دل اور اعضاء متفق ہوں، ثواب جزیل (زیادہ اجر) کا مستحق ہے۔ (تفسیر سعدی:539/1)

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا﴾

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے بچاؤ کا سامان لے لو، چنانچہ تم دستوں میں نکلو یا اکٹھے ہی نکل پڑو'' (71)

سوال 1: ان آیات کا سبب نزول کیا ہے؟

جواب: یہ آیات غزوۂ احد کے بعد اور غزوۂ اَحزاب سے پہلے نازل ہوئیں۔ احد کی شکست کے بعد اردگرد کے قبائل کی ہمتیں بلند ہو گئی تھیں۔ مسلمان ہر طرف سے خطرات میں گھرے ہوئے تھے۔ آئے دن یہ پتہ چلتا تھا کہ فلاں قبیلے نے بغاوت کر دی ہے، فلاں قبیلے نے مسلمان مبلغین کو مار ڈالا ہے۔ ان حالات میں مسلمانوں کی طرف سے ہمہ وقت تیاری کی ضرورت تھی تاکہ اسلام کا دفاع کیا جا سکے اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ (تیسیر القرآن:425/1)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سوال 2: دشمن کے مقابلے کے لیے تیاری کے حکم کی وضاحت ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ ... جَمِيْعًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اپنے بچاؤ کا سامان لے لو'' اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے دشمن کے مقابلے کے لیے تیاری رکھیں۔

(2) اس آیت میں محمد ﷺ کی امت کے مخلص لوگوں سے خطاب ہے، انہیں جہاد کا، فی سبیل اللہ نکلنے کا اور اسلام کی حمایت کا حکم دیا گیا ہے۔ (تفسیر فتح القدیر: 620/1)

(3) یہ حکم ان تمام اسباب کو شامل ہے جو دشمن کے خلاف جنگ میں مدد دیتے ہیں، جن کے ذریعے سے دشمن کی چالوں اور سازشوں کو ناکام بنایا جاتا اور اس کی قوت کو توڑا جاتا ہے مثلاً قلعہ بندیوں اور خندقوں کا استعمال، تیراندازی اور گھڑسواری سیکھنا، ان تمام صنعتوں کا علم حاصل کرنا جو دشمن کے خلاف جنگ میں مدد دیتی ہیں، وہ علوم سیکھنا جن کے ذریعے سے دشمن کے خارجی اور داخلی حالات اور ان کی سازشوں سے باخبر رہا جا سکے اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کے لیے نکلنا۔ (تفسیر سعدی: 540/1)

(4) اس حکم کا مقصد یہ ہے کہ اپنے لیے ساز و سامان بھی تیار کرو تا کہ دشمن کا مقابلہ کر سکو اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کے لیے بھی زیادہ سے زیادہ لوگوں کو تیار رکھو۔ اسی بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ ﴿وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ﴾ ''اور جو تم استطاعت رکھتے ہو ان کے (مقابلے) کے لیے قوت سے اور گھوڑے باندھنے سے تیاری کرو، تم اس سے اللہ تعالیٰ کے دشمن کو اور اپنے دشمن کو اور ان کے علاوہ دوسروں کو خوف زدہ کرو گے، جنہیں تم نہیں جانتے، اللہ تعالیٰ ان کو جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو چیز بھی تم خرچ کرو گے وہ پوری پوری تمہاری طرف لوٹا دی جائے گی اور تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔'' (الانفال: 60)

(5) سہیل نے کہا: جو شخص یہ کہتا ہے کہ توکل اسباب کو چھوڑ کر ہوتا ہے وہ سنت رسول پر طعن کرتا ہے کیونکہ اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ۠ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''سو جو مال غنیمت تم نے حاصل کیا ہے اُس میں سے کھاؤ، حلال اور پاک ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' (الانفال: 69، تفسیر منیر: 162/3)

(6) ﴿فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا﴾ ''چنانچہ تم دستوں میں نکلو یا اکٹھے ہی نکل پڑو'' (i) ﴿ثُبَاتٍ﴾ سے مراد ٹکڑیاں، دستے اور سواروں کی جماعت ہے۔ (ii) ﴿اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا﴾ ''یا اکٹھے ہی نکل پڑو'' یعنی سب نکل پڑو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(7)اسلام اور مسلمانوں کے وجود کے لیے جنگ ناگزیر تھی کیونکہ اردگرد بے شمار مخالفتیں تھیں جن میں وہ گھرے ہوئے تھے۔

(8)مدینہ کی اسلامی ریاست کے اندر منافقین اور یہودی مسلمانوں کے خلاف گہری سازشیں کر رہے تھے اس لیے حکم دیا گیا کہ چھوٹے دستوں کی شکل میں نکلو یا بڑے لشکر (فوج) کی صورت میں جیسے ضرورت پیش آئے۔

(9)رب العزت کا فرمان ہے:﴿اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾''اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکلو ہلکے ہو یا بوجھل اور اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرو، یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔''(التوبہ:41)

(10)سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ عرض کیا گیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کون شخص سب سے افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''وہ مومن جو اللہ کے راستے میں اپنی جان اور مال سے جہاد کرے۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: اور اس کے بعد کون؟ فرمایا:''وہ مومن جو پہاڑ کی کسی گھاٹی میں رہنا اختیار کرے، اللہ تعالیٰ کا خوف رکھتا ہو اور لوگوں کو چھوڑ کر اپنی برائی سے ان کو محفوظ رکھے۔''(صحیح بخاری:2786)

(11)سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''جس کی موت واقع ہوگئی اور اس نے جہاد نہ کیا اور نہ اس کے دل میں اس کی تمنا ہوئی تو وہ نفاق کے شعبہ پر مرا۔''(صحیح مسلم:4931)

(12)بعض مفسرین نے کہا: یہ آیت جہاد کے واجب ہونے اور بچاؤ کا سامان ساتھ لینے کے واجب ہونے پر دلیل ہے۔(تفسیر قاسمی: 304/5)

﴿وَاِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ ۚ فَاِنْ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالَ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ

''اور بلاشبہ تم میں یقیناوہ بھی ہے جو نکلنے میں ضرور بہ ضرور دیر لگائے گا، چنانچہ اگر تمہیں کوئی مصیبت آپہنچے تو کہے گا:''یقیناً اللہ تعالیٰ

عَلَيَّ اِذْ لَمْ اَكُنْ مَّعَهُمْ شَهِيْدًا﴾

نے مجھ پر انعام کیا جب کہ میں ان کے ساتھ موجود نہ تھا''(72)

سوال1: جہاد سے پیچھے رہنا منافقوں کی نشانی ہے، اس کی وضاحت﴿وَاِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ﴾کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ﴾''اور بلاشبہ تم میں یقیناوہ بھی ہے جو نکلنے میں ضرور بہ ضرور دیر لگائے گا'' لڑائی کے لیے نکلنے میں دیر لگانے سے مراد یہ ہے کہ جنگ کے لیے نکلنے میں نقصان کا اندیشہ نظر آئے تو عذر تلاش کرنا،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دوسروں کی ہمت توڑنا اور ایسی باتیں کرنا جس سے خود بھی رُکیں اور دوسروں کو بھی روکیں۔ ایسا کرنا منافقوں کی نشانی ہے۔

(2) یہ خطاب منافقوں کے لیے ہے۔ جنگ کے دوران ان کا جو کردار ہوتا ہے اسے بے نقاب کیا گیا ہے۔

(3) عبداللہ بن ابی نے غزوہ احد کے موقع پر لوگوں کو بھڑکایا تھا اور منافقوں کو ساتھ لے کر راستے سے واپس چلا گیا تھا۔

سوال 2: مسلمانوں کو مصیبت پہنچنے پر منافقوں کا کیا رویہ ہوتا ہے، اس کی وضاحت ﴿فَاِنْ اَصَابَتْكُمْ ... شَهِيْدًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) میدان جنگ میں مسلمانوں کو مصیبت پہنچنے پر منافق جنگ سے اپنی غیر حاضری کو نعمت محسوس کرتے ہیں۔ ﴿فَاِنْ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ﴾ ''چنانچہ اگر تمہیں کوئی مصیبت آپہنچے'' مقاتل نے کہا: اس سے مراد دشمن سے پہنچنے والی مصیبت اور زندگی کی سختیاں اور تنگیاں ہیں۔ (ابن ابی حاتم: 999/3) دشمن سے مصیبت شکست یا قتل کی صورت میں پہنچتی ہے۔

(2) ﴿قَالَ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ اِذْ لَمْ اَكُنْ مَّعَهُمْ شَهِيْدًا﴾ ''تو کہے گا: یقیناً اللہ تعالیٰ نے مجھ پر انعام کیا جب کہ میں ان کے ساتھ موجود نہ تھا'' جب منافقوں نے سنا کہ مسلمانوں کو یہ مصیبت آئی کہ دشمنوں نے قتل کیا یا انہیں زخم پہنچے تو وہ اپنی جنگ میں عدم موجودگی کو نعمت سمجھتے ہیں۔

(3) اپنی ضعف عقل اور ضعف ایمان کی وجہ سے سمجھتا ہے کہ جہاد سے جی چرا کر پیچھے بیٹھ رہنا نعمت ہے حالانکہ یہی تو مصیبت ہے۔ وہ نہیں جانتا کہ حقیقی نعمت تو اس بڑی نیکی کی توفیق ہے جس کے ذریعے سے ایمان قوی ہوتا ہے اور اس کی وجہ سے بندہ عذاب وخسران سے محفوظ ہوتا ہے اور اس جہاد میں ثواب اور رب کریم ووہاب کی رضا حاصل ہوتی ہے۔ رہا جہاد چھوڑ کر بیٹھ رہنا تو اگرچہ پیچھے رہنے والا تھوڑا سا آرام تو کر لیتا ہے مگر اس آرام کے بعد طویل دکھ اور بڑی تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور وہ اس عظیم اجر وثواب سے بھی محروم ہو جاتا ہے جو مجاہدین کو حاصل ہوتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 541/1)

(4) رب العزت نے اسی رویے کی ایک اور جگہ وضاحت فرمائی ہے۔ ﴿اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۚ وَاِنْ تُصِبْكَ مُصِيْبَةٌ يَّقُوْلُوْا قَدْ اَخَذْنَآ اَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ وَيَتَوَلَّوْا وَّهُمْ فَرِحُوْنَ﴾ ''اگر آپ کو کوئی بھلائی پہنچے تو ان کو بُری لگتی ہے اور اگر آپ کو کوئی مصیبت پہنچے تو کہتے ہیں کہ بلاشبہ ہم نے اپنے معاملے میں پہلے ہی احتیاط اختیار کر لی تھی اور اس حال میں پلٹتے ہیں کہ وہ خوش ہوتے ہیں۔'' (التوبہ: 50)

سوال 3: اللہ تعالیٰ کی راہ میں جنگ سے کون جی چراتا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کی راہ میں جنگ سے وہ جی چراتا ہے جو دنیا کے نقصان کا خطرہ مول لئے بغیر آخرت کا سودا کرنا چاہتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2) جو اسلام قبول کرنے کے باوجود موجودہ دنیا کے مفادات میں جی رہا ہو۔

(3) جس کو آخرت کی اہمیت کا احساس نہیں۔

سوال 4: جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکلنے سے جی چراتے ہیں وہ جنگ سے اپنی غیر حاضری کو نعمت کیوں محسوس کرتے ہیں؟

جواب: (1) جو لوگ اپنا مقصدِ تخلیق نہیں سمجھتے وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہیں کرنا چاہتے اس لیے اس کی راہ میں نکلنے سے جی چراتے ہیں۔ ان کے نزدیک نہ نکلنا بچنا ہے۔ اس بچنے کو وہ نعمت سمجھتے ہیں۔

(2) جو لوگ زندگی کا مقصد نہیں رکھتے، اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کے لیے راستے کی مشکلات کو برداشت کرنے کا حوصلہ نہیں رکھتے، دراصل وہ اس دین کو نہ اپنی ضرورت خیال کرتے ہیں نہ اس کی خاطر مشکلات برداشت کرنے کی اہمیت کو سمجھتے ہیں۔ وہ بچ نکلتے ہیں اور بچ نکلنے کو نعمت محسوس کرتے ہیں۔

(3) اللہ تعالیٰ اپنی اطاعت اور جہاد کے لیے مواقع اس وجہ سے دیتے ہیں تاکہ انسان اپنی بشری کمزوریوں پر قابو پائیں اور دنیا کی قید سے آزاد ہو جائیں لیکن اطاعت سے جی چرانے والے ان مواقع سے بچ نکلنے میں عافیت سمجھتے ہیں حالانکہ اپنی کمزوریوں سے نجات حاصل کرنے میں عافیت ہے۔

﴿وَلَئِنْ اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ لَيَقُوْلَنَّ كَاَنْ لَّمْ تَكُنْۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهٗ

"اور یقیناً اگر تمہیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے (فتح یا غنیمت) مل جائے تو وہ ضرور کہے گا گویا تمہارے اور اس کے درمیان کوئی دوستی ہے

مَوَدَّةٌ يّٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ مَعَهُمْ فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِيْمًا﴾

ہی نہیں، اے کاش! میں بھی ان کے ساتھ ہوتا کہ میں بھی عظیم کامیابی حاصل کرتا" (73)

سوال: اگر اللہ تعالیٰ کی راہ میں مجاہدین کامیاب ہو جائیں تو منافقوں کا طرزِ عمل کیا ہوتا ہے، اس کی وضاحت ﴿وَلَئِنْ ... عَظِيْمًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اگر اللہ تعالیٰ کی راہ میں مجاہدین کامیاب ہو جائیں اور انہیں مالِ غنیمت نصیب ہو تو منافق سخت پشیمان ہوتے ہیں کہ کیوں نہ اس نفع بخش جنگ میں شریک ہوئے۔

(2) ﴿وَلَئِنْ اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ﴾ "اور یقیناً اگر تمہیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے (فتح یا غنیمت) مل جائے"

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مقاتل بن حیان نے کہا: منافق کے نزدیک فضل ملنے سے مراد فتح، غنیمت اور رزق میں وسعت ہے۔ (ابن ابی حاتم:1000/3)

(3) ﴿لَيَقُوْلَنَّ كَاَنْ لَّمْ تَكُنْۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهٗ مَوَدَّةٌ﴾ ''تو وہ ضرور کہے گا گویا تمہارے اور اس کے درمیان کوئی دوستی ہے ہی نہیں'' منافق اپنے بیٹھ رہنے پر ندامت محسوس کرتے ہوئے، دنیا کے مفادات چکنا چور ہوتے دیکھ کر اور مال غنیمت کے چھوٹ جانے پر حسرت محسوس کرتے ہوئے کہے گا۔ (4) ﴿مَوَدَّةٌ﴾ سے یہاں مراد دینی تعلق اور اس تعلق کی معرفت ہے۔

(5) ﴿يٰلَيْتَنِيْ كُنْتُ مَعَهُمْ فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِيْمًا﴾ ''اے کاش! میں بھی ان کے ساتھ ہوتا کہ میں بھی عظیم کامیابی حاصل کرتا'' منافق دینی تعلق کی سمجھ نہیں رکھتے اسی وجہ سے انہوں نے مال غنیمت کی محبت میں کہا: اے کاش! میں بھی ان کے ساتھ ہوتا تو عظیم کامیابی حاصل کرتا۔ منافق مال غنیمت کے حصول کو بڑی کامیابی سمجھتا ہے۔

(6) مقاتل بن حیان نے کہا: یہ منافق کا قول ہے جو پیچھے رہ جانے پر نادم ہے اور تمنا کرتا ہے اے کاش! میں ان کے ساتھ ہوتا۔ (ابن ابی حاتم:1000/3) (7) قتادہ کہتے ہیں کہ یہ قول حاسد کا ہے۔ (تفسیر جامع البیان:196/5)

(8) منافق کا طرزِ عمل گھٹیا ہوتا ہے اور معیار خالص دنیاوی ہوتا ہے۔

﴿فَلْيُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ۭ وَمَنْ يُّقَاتِلْ

''چنانچہ لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں وہ لڑیں جو آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی بیچ دیتے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کے راستے

فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾

میں لڑے پھر قتل کیا جائے یا غالب آ جائے تو جلد ہی ہم اسے اجرِ عظیم عطا کریں گے'' (74)

سوال 1: مسلمانوں کو جہاد کی جو ترغیب دلائی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿فَلْيُقَاتِلْ ... عَظِيْمًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَلْيُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ﴾ ''چنانچہ لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں وہ لڑیں جو آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی بیچ دیتے ہیں'' جہاد کی تیاری کا حکم دینے کے بعد مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دلائی جا رہی ہے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑنے کا حکم دیا گیا ہے۔ لڑتا وہی ہے جو دنیا فروخت کر کے آخرت کا خریدار بنتا ہے۔ (2) دنیا کی زندگی کے فوائد کے مقابلے میں آخرت کے فوائد کو ترجیح دینا دنیا کی زندگی کو آخرت کے بدلے میں بیچ ڈالنا ہے۔ (3) دنیا کے مالِ غنیمت کے حصول کو مقصد بنانے کی بجائے آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور جنت کے حصول کے لیے جہاد کرنا دراصل دنیا کی زندگی کو آخرت کے بدلے میں بیچ ڈالنا ہے۔

(4) ﴿وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ ''اور جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں لڑے'' قتال فی سبیل اللہ سے مراد اللہ تعالیٰ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے کلمے کی بلندی کے لیے کی جانے والی جنگ ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو اس لیے جنگ کرے کہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند ہوتو وہ فی سبیل اللہ ہے۔'' (تفسیر منیر:165/3)

(5) ﴿فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾ ''پھر قتل کیا جائے یا غالب آجائے تو جلد ہی ہم اسے اجرِ عظیم عطا کریں گے'' سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں خالصتاً جہاد کرنے کی نیت سے اپنے گھر سے نکلے اور اللہ تعالیٰ کے ارشادات کا اسے یقین ہو تو اللہ تعالیٰ اسے یا تو شہادت کا درجہ دے کر جنت میں داخل کرے گا یا ثواب اور مالِ غنیمت دِلا کر بخیر و عافیت اسے اس کے گھر لوٹائے گا۔'' (بخاری:7457)

(6) اس آیت میں مسلمانوں کو محض اللہ تعالیٰ کی رضا اور اسلام کی سربلندی کی خاطر لڑنے کی ترغیب دی جارہی ہے اور بتایا گیا ہے کہ مسلمان خواہ لڑائی میں شہید ہوجائے یا بچ کر گھر واپس آجائے اسے دونوں صورتوں میں فائدہ ہی فائدہ ہے۔ (تیسیر القرآن:426/1)

(7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جنت میں سو درجے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے مجاہدین فی سبیل اللہ کے لیے تیار کیا ہے اور ہر درجے میں اتنا فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان کے درمیان فاصلہ ہے۔'' (بخاری:2790)

(8) سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ عرض کیا گیا: یا رسول اللہ ﷺ! کون شخص سب سے افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ مومن جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنی جان اور مال سے جہاد کرے۔'' (بخاری:2786)

(9) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اس حال میں مرے کہ نہ اس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں جنگ کی اور نہ ہی کبھی اس کے دل میں اس کا خیال گزرا ہو تو اس کی موت نفاق کی ایک شاخ پر ہوگی۔'' (مسلم، کتاب الامارہ)

(10) آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس بندے کے قدم اللہ کی راہ میں غبار آلود ہوں تو یہ نہیں ہوسکتا کہ پھر اسے آگ چھوئے۔'' (بخاری، کتاب الجہاد) (11) آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی راہ میں ایک صبح یا ایک شام نکلنا دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔'' (بخاری، کتاب الجہاد)

(12) سیدنا براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک ذرہ پوش آدمی نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میں پہلے کافروں سے جنگ کروں یا پہلے اسلام قبول کروں؟ آپ ﷺ نے جواب دیا: ''پہلے اسلام قبول کرو پھر جنگ کرو۔'' وہ شخص مسلمان ہوگیا پھر اس نے جنگ کی اور مارا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس نے عمل تھوڑا کیا اور اجر زیادہ پالیا۔'' (مسند احمد:18793)

(13) سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کون سا عمل افضل ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا اور (پھر) اس کی راہ میں جہاد کرنا۔'' (بخاری:2518)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(14) سیدنا عروہ بارقی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بھلائی (جہاد کے) گھوڑوں کی پیشانیوں سے بندھی ہوئی ہے۔'' آپ ﷺ سے عرض کیا گیا: ''یارسول اللہ! وہ کیسے؟'' آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''قیامت تک (ان کی وجہ سے مسلمانوں کو آخرت میں) اجروثواب ملتا رہے گا اور (دنیا میں ان کی وجہ سے) مال ''غنیمت حاصل ہوتا رہے گا۔'' (مسلم:4850) (15) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ صحابہ میں سے ایک آدمی کسی پہاڑی کی گھاٹی سے گزرا جس میں میٹھے پانی کا ایک چھوٹا سا چشمہ تھا، وہ جگہ اور چشمہ اپنی لطافت کی وجہ سے اسے بہت پسند آیا، اس نے کہا (سوچا): کاش میں لوگوں سے الگ تھلگ ہو کر اس گھاٹی میں قیام پذیر ہو جاتا، لیکن میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کرلوں اس نے رسول اللہ ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''ایسا نہ کرو، اس لیے کہ تم میں سے کسی کا اللہ تعالیٰ کے راستے میں کھڑا رہنا اپنے گھر میں ستر سال نماز پڑھتے رہنے سے بہتر ہے، کیا تم لوگ نہیں چاہتے ہو کہ اللہ تمہارے گناہوں کو بخش دے اور تم کو جنت میں داخل کردے؟ اللہ کی راہ میں جہاد کرو، جس نے اللہ کی راہ میں دو مرتبہ دودھ دوہنے کے درمیان کے وقفہ کے برابر جہاد کیا اس کے لیے جنت واجب ہوگئی۔'' (ترمذی:1650)

(16) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ ضامن ہے اس کا جو نکلے اس کی راہ میں اور نہ نکلے مگر جہاد کے لیے اور ایمان رکھتا ہو اللہ تعالیٰ پر اور سچ جانتا ہو اس کے پیغمبروں کو۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ایسا شخص میری حفاظت میں ہے یا تو میں اس کو جنت میں لے جاؤں گا یا اس کو پھیر دوں گا اس کے گھر کی طرف ثواب یا غنیمت دے کر۔ قسم اس کی جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے! کوئی زخم ایسا نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں لگے مگر وہ قیامت کے دن اسی شکل پر آئے گا جیسا دنیا میں ہوا تھا۔ اس کا رنگ خون کا سا ہوگا اور خوشبو مشک کی۔ قسم اس کی جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے! اگر مسلمانوں پر دشوار نہ ہوتا تو میں کسی لشکر کا ساتھ نہ چھوڑتا جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے کبھی بھی لیکن میرے پاس اتنی گنجائش نہیں (سواریوں وغیرہ کی) اور مسلمانوں پر دشوار ہوگا میرے ساتھ نہ چلنا۔ قسم اس کی جس کے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے! میں یہ چاہتا ہوں کہ جہاد کروں اللہ کی راہ میں پھر مارا جاؤں، پھر جہاد کروں پھر مارا جاؤں، پھر جہاد کروں پھر مارا جاؤں۔'' (مسلم:1876)

(17) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ ﷺ فرما رہے تھے: ''اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے والے کی مثال۔۔۔۔ اور اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوب جانتا ہے جو (خلوص دل کے ساتھ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے) اللہ کے راستے میں جہاد کرتا ہے۔۔۔۔ اس شخص کی سی ہے جو رات میں برابر نماز پڑھتا رہے اور دن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں برابر روزے رکھتا رہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے راستے میں جہاد کرنے والے کیلئے اس کی ذمہ داری لے لی ہے کہ اگر اسے شہادت دے گا تو اسے بے حساب و کتاب جنت میں داخل کرے گا یا پھر زندہ وسلامت (گھر) ثواب اور مال غنیمت کے ساتھ واپس کرے گا۔'' (بخاری:2787)

(18) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور نماز قائم کرے اور رمضان کے روزے رکھے تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ وہ جنت میں داخل کرے گا خواہ اللہ کے راستے میں وہ جہاد کرے یا اسی جگہ پڑا رہے جہاں پیدا ہوا تھا۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا ہم لوگوں کو اس کی بشارت نہ دے دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جنت میں سو درجے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے راستے میں جہاد کرنے والوں کے لیے تیار کئے ہیں، ان کے دو درجوں میں اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان و زمین میں ہے۔ اس لیے جب اللہ تعالیٰ سے مانگنا ہو تو فردوس مانگو کیونکہ وہ جنت کا سب سے درمیانی حصہ اور جنت کے سب سے بلند درجے پر ہے۔'' (بخاری:2790)

(19) سیدنا عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ نے سیدنا عمر بن عبیداللہ کو لکھا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یقین جانو! جنت تلواروں کے سائے کے نیچے ہے۔'' (بخاری:2818)

(20) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا: اللہ کے رسول! ایک شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کا ارادہ رکھتا ہے اور وہ دنیاوی مال ومنال چاہتا ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس کے لئے کوئی اجر وثواب نہیں۔'' لوگوں نے اسے بڑی بات سمجھا اور اس شخص سے کہا: رسول اللہ ﷺ سے پھر پوچھو، شاید تم اپنی بات واضح نہیں کر سکے ہو، اس شخص نے کہا: اللہ کے رسول! ایک شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کا ارادہ رکھتا ہے اور وہ دنیاوی مال واسباب چاہتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ''اس کے لئے کوئی اجر وثواب نہیں۔'' لوگوں نے اس شخص سے کہا: رسول اللہ ﷺ سے پھر پوچھو، اس نے آپ ﷺ سے تیسری بار پوچھا، تو آپ ﷺ نے پھر اس سے فرمایا: ''اس کے لئے کوئی اجر وثواب نہیں۔'' (ابوداؤد:2516)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان دینا انسان کے لئے کیسے آسان ہو جاتا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس شخص کے لیے جان دینا آسان ہوتا ہے جو دنیا کی زندگی کی حقیقت کو پالے اور جسے آخرت کا یقین آجائے۔ (2) جو دنیا فروخت کر کے آخرت خریدنا چاہے۔

(3) جس کو اللہ تعالیٰ کے اجرِ عظیم کی اُمید ہو جائے۔

﴿وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اور تمہیں کیا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں ان بے بس مردوں اور عورتوں اور بچوں کے لیے نہیں لڑتے

وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا ۚ

جو کہتے ہیں: ''اے ہمارے رب! ہمیں اس بستی سے نکال جس کے باشندے ظالم ہیں

وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا ۚ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا ﴾

اور ہمارے لیے اپنے پاس سے کوئی حمایتی بنادے اور ہمارے لیے اپنے پاس سے کوئی مددگار بنادے'' (75)

سوال 1: کمزور مسلمانوں کی مدد کے لیے جہاد کی جو ترغیب دی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿وَمَا لَكُمْ ... نَصِيْرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ﴾ ''اور تمہیں کیا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں ان بے بس مردوں اور عورتوں اور بچوں کے لیے نہیں لڑتے'' اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو ترغیب دی ہے کہ وہ اس کی راہ میں جہاد کریں اور ان کمزور مردوں، عورتوں اور بچوں کو مکہ سے نکالنے میں مدد دیں جو وہاں رہنے سے اکتا گئے ہیں۔ (المصباح المنیر: 138/2)

(2) اس آیت میں مسلمانوں کو جہاد فی سبیل اللہ پر اکسایا جا رہا ہے تاکہ مکہ میں موجود ان کمزور مسلمان مردوں، عورتوں اور بچوں کو قریش کے ظلم و ستم سے نجات دلائی جا سکے جنہیں مشرکین نے ہجرت کرنے سے روک دیا تھا۔ (تیسیر الرحمٰن)

(3) دو وجوہ کی بناء پر تمہارا کفار سے لڑنا ضروری ہے۔ اول: اعلائے کلمۃ اللہ یعنی اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے۔ دوم: ان مظلوم مسلمانوں کو نجات دلانے کے لیے جو کفار کے چنگل میں بے بس پڑے ہیں۔ (دعوۃ القرآن)

(4) عبید اللہ نے بیان کیا کہ میں نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سنا، انہوں نے کہا کہ میں اور میری والدہ ''مستضعفین'' (کمزوروں) میں سے تھے۔ (صحیح بخاری: 4587)

(5) اللہ تعالیٰ نے کمزور مسلمانوں کی دعا کو (پورا کرنے کے لیے) اپنے نبی ﷺ سے اُن کے حق میں دُعائیں کروائیں۔

(6) رسول اللہ ﷺ کمزور مسلمانوں کے لیے یوں دُعا فرماتے تھے: ''اے اللہ! ولید بن سلمہ، سلمہ بن ہشام، عیاش بن ابی ربیعہ اور مکہ کے دیگر کمزور مسلمانوں کو نجات عطا فرما۔'' (بخاری: 6200)

(7) جہاد کی اگرچہ بہت بڑی فضیلت ہے اور جہاد سے پیچھے رہ جانے والوں کے لیے اس سے بڑھ کر ملامت ہے۔ تاہم وہ جہاد جس کے ذریعے سے اہلِ ایمان مستضعفین کو کفار سے نجات دلائی جاتی ہے اجر و ثواب کے اعتبار سے سب سے عظیم

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اور فائدے کے لحاظ سے سب سے بڑا جہاد ہے کیونکہ یہ دشمنوں سے دفاع کرنے کے زمرے میں آتا ہے۔(تفسیر سعدی)

(8)﴿یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْیَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا﴾''اے ہمارے رب! ہمیں اس بستی سے نکال جس کے باشندے ظالم ہیں''(i)اس سے مراد کمزور مسلمان، عورتیں اور بچے ہیں جو مکہ اور اردگرد کے قبیلوں میں آباد تھے مگر ہجرت پر قدرت نہیں رکھتے تھے۔ وہ کافروں کے ظلم کو برداشت کرنے کے لیے مجبور تھے اس لیے ظالم بستی سے نکلنے کے لیے دُعا کرتے تھے۔(ii)﴿الْقَرْیَةِ﴾ سے مراد مکہ ہے۔(iii)﴿الظَّالِمِ اَهْلُهَا﴾ سے مراد وہاں کے مشرکین ہیں۔

(9)﴿وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِیًّا ۚ وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِیْرًا﴾''اور ہمارے لیے اپنے پاس سے کوئی حمایتی بنادے اور ہمارے لیے اپنے پاس سے کوئی مددگار بنادے''﴿وَلِیًّا﴾ میں 'ولی' سے مراد اللہ کا ایسا بندہ جس کے ذریعہ ان کمزور مسلمانوں کے دین کی حفاظت ہو۔﴿نَصِیْرًا﴾ سے مراد کوئی ایسا آدمی جو دشمنوں سے انہیں نجات دلا سکے۔(تیسیر الرحمن:276)

سوال 2: اسلام کن لوگوں کی مدد کے لئے جہاد پر آمادہ کرتا ہے؟

جواب: (1) جو بے بس مرد، عورتیں اور بچے کمزور پا کر دبا لیے جائیں اسلام ان کی مدد کے لئے جہاد پر آمادہ کرتا ہے۔

(2) ایسے افراد جن پر محض ان کے نظریات کی وجہ سے ظلم کیا جا رہا ہو اسلام ان کی مدد کے لئے جہاد پر آمادہ کرتا ہے۔

(3) ایسے افراد جن کو دین کی وجہ سے مصیبت میں مبتلا کیا جا رہا ہو اسلام ان کی مدد کے لئے جہاد پر آمادہ کرتا ہے۔

(4) جو افراد ایسے علاقے سے تعلق رکھتے ہوں جس کے لوگ ظالم ہوں اسلام ان کی مدد کے لئے جہاد پر آمادہ کرتا ہے۔

سوال 3: اسلام کے نزدیک کون سا علاقہ دارُالحرب قرار پاتا ہے؟

جواب: اسلامی نقطۂ نظر سے دارالحرب وہ علاقہ ہے جس کے لوگ ظالم ہوں، جو مسلمانوں کو کمزور پا کر دبالیں۔

﴿اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۚ وَالَّذِیْنَ كَفَرُوْا یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ

''جو لوگ ایمان والے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑتے ہیں اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ غیر اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں،

الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِیَآءَ الشَّیْطٰنِ ۚ اِنَّ كَیْدَ الشَّیْطٰنِ كَانَ ضَعِیْفًا﴾ ع 10/6/7

چنانچہ تم شیطان کے ساتھیوں سے لڑو، بلاشبہ شیطان کی چال ہمیشہ سے بہت ہی کمزور رہی ہے''(76)

سوال 1: مومنوں اور کافروں کے مقاصدِ جنگ میں کیا فرق ہے، اس کی وضاحت﴿اَلَّذِیْنَ...ضَعِیْفًا﴾کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ ''جولوگ ایمان والے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑتے ہیں'' ایمان والے اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑتے ہیں کیونکہ اس کے وعدوں اور وعیدوں پر ایمان رکھتے ہیں۔(ایسر التفاسیر:279)

(2)﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ﴾ ''اور جن لوگوں نے کفر کیا وہ غیر اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں'' مومن اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور رضا کے لیے لڑتا ہے اور کافر دنیا اور اس کے مفاد کے لیے لڑتا ہے۔

(3)سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک صحابی (لاحق بن ضمرہ) نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ایک شخص جنگ میں شرکت کرتا ہے غنیمت حاصل کرنے کے لیے، ایک شخص جنگ میں شرکت کرتا ہے ناموری کے لیے، ایک شخص جنگ میں شرکت کرتا ہے تاکہ اس کی بہادری کی دھاک بیٹھ جائے تو ان میں سے اللہ کے راستے میں کون لڑتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اس ارادہ سے جنگ میں شریک ہوتا کہ اللہ ہی کا کلمہ بلند رہے صرف وہی اللہ تعالیٰ کے راستہ میں لڑتا ہے۔'' (صحیح بخاری:3138)

(4)سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص جہاد کرے اللہ کی راہ میں اور نیت نہ رکھے مگر رسی لینے کی بس اس کو وہی چیز ملے گی جو اس کی نیت میں ہے۔'' (سنن نسائی:3140)

(5)﴿فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِيَآءَ الشَّيْطٰنِ﴾ ''چنانچہ تم شیطان کے ساتھیوں سے لڑو'' کافروں کو ﴿اَوْلِيَآءَ الشَّيْطٰنِ﴾ کہا گیا ہے گویا یہ اشارہ ہے کہ مسلمان اولیاء اللہ ہیں، اور اس میں ایک قسم کی مسلمانوں کی ہمت افزائی بھی ہے۔(تیسیر الرحمٰن)

(6)سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کی راہ میں ایک صبح یا ایک شام چلنا (یا گزارنا) دنیا اور اس میں جو کچھ ہے اس سے بہتر ہے۔'' (صحیح مسلم:4873)

(7)جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی جنگ احد کے روز بولا: یا رسول اللہ ﷺ! فرمایئے اگر میں اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارا جاؤں تو میرا ٹھکانہ کہاں ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جنت میں۔'' پھر اس نے ہاتھ کی کھجوریں (جن کو وہ کھا رہا تھا جنت میں جانے کے اشتیاق میں) ڈال دیں پھر لڑا اور مارا گیا۔(سنن نسائی:3156)

(8)﴿اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا﴾ ''بلاشبہ شیطان کی چال بہت ہی کمزور رہی ہے'' اس سے مراد مسلمانوں کے خلاف اسلام دشمنوں کے اتحاد کا کمزور ہونا ہے کیونکہ اس اتحاد میں شامل قوموں کے درمیان بدستور اختلافات موجود تھے۔ مومنوں کو ترغیب دی جارہی ہے کہ طاغوتی مقاصد کے لیے حیلے اور مکر کمزور ہوتے ہیں۔ان کے ظاہری اسباب کی فراوانی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور کثرتِ تعداد سے مت ڈرو، تمہاری ایمانی قوت اور عزمِ جہاد کے مقابلے میں شیطان کے یہ چیلے نہیں ٹھہر سکتے۔ (دعوۃ القرآن)

(9) شیطان کی چال سے یہاں مراد شیطان کے دوستوں کا وقتی اتحاد ہے۔

(10) شیطان کی چال سے مراد اس کے وسوسے ہیں۔ (الاساس فی التفسیر: 1129/2)

سوال 2: اسلام کس جنگ کی اجازت دیتا ہے؟

جواب: اسلام زمین پر اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند کرنے کے لیے جنگ کی اجازت دیتا ہے تاکہ زمین پر تمام انسانوں کی زندگی اسلامی نظام کے کنٹرول میں ہو۔ سب انسان اسلامی نظام کی برکات سے فائدہ اُٹھائیں اور اسلامی نظام کے تحت سب انسانوں کو بے لاگ انصاف ملے تاکہ ہر انسان کو اپنے عقیدے اور نظریے کی پوری آزادی ہو۔

سوال 3: اسلام کن مقاصد کے تحت جنگ کی اجازت نہیں دیتا؟

جواب: اسلام ان مقاصد کے تحت جنگ کی اجازت نہیں دیتا: (1) کسی قوم، کسی نسل، کسی خاندان، کسی طبقے اور کسی حکومت کی برتری کے لیے۔ (2) اقتدار کے حصول کے لیے۔ (3) ملکوں کو ختم کرنے کے لیے۔ (4) مالِ غنیمت کے لیے۔ (5) مصنوعات کے لیے خام مال فراہم کرنے کے لیے۔ (6) لوگوں کو غلام بنانے کے لیے۔

(7) منڈیوں کے حصول کے لیے۔

(8) مفتوح ممالک میں سرمایہ لگا کر مفادات حاصل کرنے کے لیے۔

سوال 4: جہاد فی سبیل اللہ اور طاغوت کی راہ میں جنگ میں کیا فرق ہے، موازنہ کریں؟

جواب:

جہاد فی سبیل اللہ	طاغوت کی راہ میں جنگ
1۔ مومنین اللہ تعالیٰ کی راہ میں لڑتے ہیں۔	1۔ کافر طاغوت کی راہ میں لڑتے ہیں۔
2۔ مومنین اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا اسلامی نظامِ زندگی نافذ کرنا چاہتے ہیں۔	2۔ کافر مختلف طاغوتی نظاموں کو نافذ کرنا چاہتے ہیں۔
3۔ مومنین اللہ تعالیٰ کی شریعت کو نافذ کرنا چاہتے ہیں۔	3۔ کافر شریعت کے خلاف قانون نافذ کرنا چاہتے ہیں۔
4۔ مومنین لوگوں میں قیامِ عدل چاہتے ہیں۔	4۔ کافر اپنا دل پسند اور اپنے مفادات کی نگرانی کرنے والا نظام عدل نافذ کرنا چاہتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

5۔مومنین ایسی اَقدار رائج کرنا چاہتے ہیں جو انسانوں کے حق میں سراسر مفید ہیں۔	5۔کافر ایسی اقدار کو رائج کرنا چاہتے ہیں جو انسانوں کو تباہی تک پہنچانے ہیں۔
6۔مومنین اللہ تعالیٰ کی حمایت اور نگرانی پر بھروسہ کرتے ہیں۔	6۔کافر طاغوت سے مدد لیتے ہیں۔
7۔مومنوں کا حامی و مددگار اللہ تعالیٰ ہے۔	7۔کافروں کا مددگار شیطان ہوتا ہے۔
8۔مومنین اللہ تعالیٰ کے جھنڈے تلے لڑتے ہیں۔	8۔کافر شیطان کے جھنڈے تلے لڑتے ہیں اور اس کے طریقے، قوانین اور اَقدار مختلف ہوتے ہیں۔
9۔مومنوں کا کوئی ذاتی مفاد نہیں ہوتا، نہ خاندان، نسل، قوم کا کوئی مفاد ہوتا ہے۔	9۔کافر بسا اوقات ذاتی یا پھر قومی مفادات کے لیے لڑتے ہیں۔
10۔مومنین حق کو باطل پر غالب کرنا چاہتے ہیں۔	10۔کافر باطل کو حق پر غالب کرنا چاہتے ہیں۔

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۚ

''کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن سے کہا گیا تھا کہ تم اپنے ہاتھوں کو روکے رکھو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو،

فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللّٰهِ

پھر جب اُن پر قتال لکھ دیا گیا تب اُن میں سے ایک گروہ انسانوں سے ایسے ڈرنے لگا جیسے اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہو

اَوْ اَشَدَّ خَشْيَةً ۚ وَقَالُوْا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ ۚ لَوْلَآ اَخَّرْتَنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ

یا اس سے بھی زیادہ ڈرنا اور انہوں نے کہا: ''اے ہمارے رب! تو نے ہم پر قتال کیوں لکھ دیا؟ کیوں نہیں ہمیں قریب کے

قَرِيْبٍ ۭ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ۚ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى ۣ

وقت تک مہلت دی؟'' آپ کہہ دیں کہ دنیا کا سامان بہت ہی کم ہے اور آخرت اس کے لیے بہت ہی بہتر ہے جو متقی بنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿وَلَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا﴾

اور تم پر ایک دھاگے کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا" (77)

سوال 1: اس آیت کا شانِ نزول کیا ہے؟

جواب: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اور ان کے کچھ دوست نبی اکرم ﷺ کے پاس جب آپ مکہ میں تشریف فرما تھے آئے، اور انہوں نے کہا: اللہ کے رسول ﷺ! جب ہم مشرک تھے عزت سے تھے، اور جب سے ایمان لے آئے ذلیل وحقیر ہو گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "مجھے عفو ودرگزر کا حکم ملا ہوا ہے۔ تو (جب تک لڑائی کا حکم نہ مل جائے) لڑائی نہ کرو، پھر جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں مدینہ بھیج دیا اور ہمیں جنگ کا حکم دے دیا تو لوگ (بجائے اس کے کہ خوش ہوتے) باز رہے (ہچکچائے، ڈرے) تب اللہ تعالیٰ نے آیت: ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ...﴾ "کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن سے کہا گیا تھا کہ تم اپنے ہاتھوں کو روکے رکھو اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو، پھر جب اُن پر قتال لکھ دیا گیا تب اُن میں سے ایک گروہ انسانوں سے ایسے ڈرنے لگا جیسے اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہو یا اس سے بھی زیادہ ڈرنا اور انہوں نے کہا: "اے ہمارے رب! تو نے ہم پر قتال کیوں لکھ دیا؟ کیوں نہیں ہمیں قریب کے وقت تک مہلت دی؟" آپ کہہ دیں کہ دنیا کا سامان بہت ہی کم ہے اور آخرت اس کے لیے بہت ہی بہتر ہے جو متقی بنے اور تم پر ایک دھاگے کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا۔" (النساء:77) نازل فرمائی۔ (نسائی:3088)

سوال 2: فرضیت جہاد کو پسند نہ کرنے والوں کو جو ملامت کی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿اَلَمْ تَرَ...قَرِيْبٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) جہاد مسلمانوں کی خواہش کے مطابق فرض کیا گیا لیکن جہاد کی فرضیت کے بعد مسلمانوں کے ایک گروہ نے اسے پسند نہ کیا۔ اس آیت میں ان لوگوں کو ملامت کی گئی ہے۔

(2) ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ قِيْلَ لَهُمْ كُفُّوْٓا اَيْدِيَكُمْ﴾ "کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن سے کہا گیا تھا کہ تم اپنے ہاتھوں کو روکے رکھو" آغاز اسلام میں جب مسلمان مکہ میں تھے ان پر نماز فرض تھی، مال میں زکوٰۃ دینے کا حکم تھا خواہ مال حد نصاب تک پہنچا ہو یا نہ پہنچا ہو، فقراء کے ساتھ احسان وسلوک کرنے کا، مشرکوں سے درگزر کرنے کا، انہیں معاف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کر دینے کا اور ایک وقت تک صبر کرنے کا حکم تھا۔ مسلمان دل میں کڑھتے تھے اور جنگ کے حکم کے آرزومند تھے تاکہ دشمنوں سے بدلہ لے کر دل کی بھڑاس نکالیں اس موقع محل کے لحاظ سے اس وقت جنگ بہت سے اسباب کی وجہ سے مناسب نہ تھی مثلاً مسلمانوں کی تعداد انتہائی کم تھی جب کہ دشمن چاروں طرف کثرت سے پھیلے ہوئے تھے، یہ لوگ اپنے وطن میں حرمت والی جگہ پر مقیم تھے۔ اس وقت جنگ کی ابتداء کرنے کا حکم نہ تھا۔ مسلمانوں کو مدینہ آ کر ہی جہاد کا حکم ملا۔ (مختصر ابن کثیر:342/1)

(3) جب مسلمانوں کو جنگ سے روکا گیا اس وقت ان پر تشدد کیا جا رہا تھا اس میں تمام حربے شامل تھے مثلاً (i) مارنا پیٹنا (ii) ستانا۔ (iii) کاروبار تباہ کرنا۔ (iv) مسجد حرام میں عبادت سے روکنا۔ (v) گھر بار چھوڑنے پر مجبور کرنا۔ (vi) مسلمانوں کو تبلیغ کی اجازت نہ دینا۔ (vii) اسلام چھوڑنے پر مجبور کرنا۔ اس ظلم و زیادتی پر مسلمان نبی ﷺ سے بار بار جنگ کی اجازت مانگتے مگر آپ ﷺ ہمیشہ یہ کہتے کہ مجھے جنگ کا حکم نہیں دیا گیا۔

(4) ﴿وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ﴾ ''اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو'' جب مسلمان مکہ مکرمہ میں تھے تو انہیں نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا گیا تھا یعنی محتاجوں کی غم گساری کرنا۔

(5) اس سے مراد وہ معروف زکوٰۃ نہیں جو ایک مخصوص نصاب کے مطابق اور مخصوص شرائط کے ساتھ ادا کی جاتی ہے۔ یہ زکوٰۃ مدینہ منورہ میں فرض ہوئی تھی۔ اسی طرح اس وقت تک متعدد فوائد کی بنا پر جہاد کا حکم نہیں دیا گیا تھا۔

(6) اللہ کی حکمت کا تقاضا تھا کہ وہ اپنے بندوں پر شریعت کے احکامات اس طرح فرض کرے کہ وہ ان پر شاق نہ گزریں، سب سے پہلے اہم ترین امر کا حکم دے، پھر آسان امور سے ابتداء کر کے بتدریج مشکل امور کا حکم دے۔

(7) اگر اہل ایمان پر ان کی قلت تعداد، قلت سامان اور کثرت اعداء کے باوجود قتال فرض کر دیا جاتا تو یہ چیز اسلام کو مضمحل کر دیتی۔ اس لیے چھوٹی مصلحت کو نظر انداز کر کے بڑی مصلحت کی رعایت رکھی گئی اور اس میں اس قسم کی دیگر حکمتیں تھیں۔ بعض اہل ایمان چاہتے تھے کہ اس حال میں بھی ان پر قتال فرض کر دیا جاتا مگر ان حالات میں ان پر جہاد فرض کیا جانا مناسب نہ تھا۔ اس وقت ان لوگوں کے لیے مناسب یہی تھا کہ وہ توحید، نماز، زکوٰۃ اور اس نوع کے دیگر احکام پر عمل کرتے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ایک اور جگہ ارشاد ہے: ﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا﴾ ''اور اگر واقعتاً وہ اس پر عمل کرتے جس کی انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو یقیناً ان کے لیے بہت بہتر اور زیادہ ثابت قدم رکھنے والا ہوتا۔'' (النساء:66) (تفسیر سعدی:545/1)

(8) جہاد، نماز اور زکوٰۃ کے احکامات میں گہری مناسبت ہے: (i) جہاد میں اِخلاص، تنظیم، اطاعت اور رضائے الٰہی کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حصول مطلوب ہے جس کی بہترین تربیت نماز سے ہوتی ہے۔(ii) جہاد کے لیے مال چاہیے۔اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے کی تربیت زکوٰۃ سے ہوتی ہے۔(iii) ان صفات کے بغیر اگر کوئی جنگ کے لیے اُٹھے تو اصلاح نہیں ہوسکتی۔

(9) مسلمانوں نے مکہ میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے ظلم وستم برداشت کیے اس سے کئی فوائد حاصل ہوئے: (i) مکہ کا دور تربیت کا دور تھا۔مسلمان اس مرحلے میں اگر مقابلہ شروع کر دیتے تو قریش جو قوت میں مسلمانوں سے کہیں بڑھ کر تھے اسلام کی قوت کو کچل کر رکھ دیتے۔صبر کرنے کے نتیجے میں تبلیغ کا سلسلہ جاری رہا۔(ii) مسلمانوں کو نبی ﷺ کی اطاعت کرنے اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے فیصلوں پر راضی رہنے کی تربیت دی گئی۔(iii) مکہ میں صبر کرنے کا یہ فائدہ ہوا کہ غیر جانبدار لوگوں کی ہمدردیاں مسلمانوں کے حق میں ہوگئیں۔(10) ﴿فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ﴾ ''پھر جب ان پر جنگ فرض کر دی گئی'' قتال مدینہ میں فرض ہوا۔﴿أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا﴾ ''انہیں بھی اجازت دے دی گئی جن سے جنگ کی جا رہی ہے کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا۔'' (الحج:39)(ایسر التفاسیر:279)

(11) ﴿إِذَا فَرِيقٌ مِّنْهُمْ﴾ ''تب اُن میں سے ایک گروہ'' خوف کھانے والے منافق نہیں تھے، کمزور دل مومن تھے۔

(12) ﴿يَخْشَوْنَ النَّاسَ﴾ ''انسانوں سے ڈرنے لگا'' وہ اہل مکہ سے اور کافروں سے ڈر رہے تھے کہ انہیں قتل نہ کر دیں۔(تفسیر قاسمی:311/5)(13) ﴿كَخَشْيَةِ اللَّهِ﴾ ''ایسے جیسے اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہو'' وہ کافروں سے ایسے ڈر رہے تھے جیسے اللہ تعالیٰ کا ڈر ہو کہ کہیں وہ عذاب نہ نازل کر دے۔(تفسیر بیضاوی:220/2)

(14) ﴿أَوْ أَشَدَّ خَشْيَةً﴾ ''یا اس سے بھی زیادہ ڈرنا'' ان کا کافروں سے خوف اللہ تعالیٰ کے خوف سے زیادہ تھا۔

(15) مسلمانوں کے جنگ سے خوف کھانے کی وجہ کچھ لوگوں کی کم ہمتی اور ناتوانی تھی۔ایمان لانے کے باوجود ہر ایک کی ہمت اور طاقت ایک جیسی نہیں ہوتی۔

(16) ﴿وَقَالُوا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ لَوْلَا أَخَّرْتَنَا إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ﴾ ''اور انہوں نے کہا: ''اے ہمارے رب! تو نے ہم پر قتال کیوں لکھ دیا؟ کیوں نہیں ہمیں قریب کے وقت تک مہلت دی؟'' یعنی اس کی فرضیت کو کچھ عرصے کے لیے مؤخر کیوں نہ کر دیا کیونکہ جنگ میں تو خون ریزی ہوتی ہے، اس میں بچے یتیم اور عورتیں بیوہ ہو جاتی ہیں۔(المصباح المنیر:142/2)

(17) ﴿وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُورَةٌ ۖ فَإِذَا أُنزِلَتْ سُورَةٌ مُّحْكَمَةٌ وَذُكِرَ فِيهَا الْقِتَالُ ۙ رَأَيْتَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ يَنظُرُونَ إِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۖ فَأَوْلَىٰ لَهُمْ﴾ ''اور جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ کہتے ہیں کہ کوئی سورت نازل کیوں نہیں کر دی گئی؟ چنانچہ جب کہ ایک محکم سورت اتار دی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

جاتی ہے اور اس میں جنگ کا ذکر کیا جاتا ہے آپ دیکھتے ہیں ان لوگوں کو جن کے دلوں میں بیماری ہے وہ آپ کی طرف دیکھتے ہیں ایسے شخص کی طرح دیکھنا جس پر موت سے غشی ڈال دی گئی ہو، پس اُن کے لئے بہت بہتر ہے۔'' (محمد:20)

(18) ان الفاظ سے تنگ دلی اور اللہ پر اعتراض کا احساس ہو رہا ہے حالانکہ ان کے لیے مناسب حال نہ تھا کہ وہ اس متضاد رویہ کا اظہار کرتے یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کرنا اور اس کے اوامر پر صبر کرنا مگر جو کچھ ان سے مطلوب تھا انہوں نے اس کے برعکس کیا۔ (تفسیر سعدی:545/1)

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی اصلاح کے لیے کیا طریقہ اختیار فرمایا، اس کی وضاحت ﴿قُلْ مَتَاعُ ... فَتِيلًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے خوف کھانے پر ان کی ڈھارس بندھائی اور ان پر واضح کیا کہ آخرت میں تھوڑے اعمال پر بھی پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ لہٰذا اجرِ آخرت پر نظر رکھیں جو ہر لحاظ سے بہتر ہے اور اس کے لیے تقویٰ اختیار کرنا ضروری ہے۔ فرمایا: ﴿قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ دنیا کا سامان بہت ہی کم ہے'' یعنی دنیا کی زندگی کے فائدے قلیل ہیں۔

(2) زندگی کی حقیقت کیا ہے؟ چند گھنٹے، چند ماہ یا چند سال۔ اگر مہلت مل جائے تب بھی زندگی تھوڑی ہے اور زندگی کا سامان بہت ہی تھوڑا ہے۔ انسان زندگی کی خواہش رکھتا ہے تو جان لڑانے سے ڈرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے موت اور زندگی کی حقیقت کو واضح کر کے اس جذبے کی جڑ کاٹ دی ہے۔ (3) میمون بن مہران نے کہا: دنیا قلیل ہے اور قلیل کا اکثر حصہ گزر چکا اور قلیل میں سے بہت ہی قلیل باقی ہے۔ (تفسیر الدر المنثور:329/2)

(4) سیدنا مستورد بن شداد فہری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''دنیا کی مثال آخرت کے سامنے ایسی ہے جیسے تم میں سے کوئی شخص اپنی انگلی سمندر میں ڈبوئے اور پھر دیکھے کہ اس کی انگلی سمندر کا کتنا پانی اپنے ساتھ لائی ہے۔'' (ترمذی:2323)

(5) ﴿وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى﴾ ''اور آخرت اس کے لیے بہت ہی بہتر ہے جو متقی بنے'' تقویٰ اختیار کرنے والے کے لیے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچتا ہے آخرت بہتر ہے اس لیے کہ انسان کا معاملہ اس دنیا میں ختم نہیں ہو جاتا۔

(6) آخرت کے لیے جمع کیا جانے والا سرمایہ ہی تقویٰ اختیار کرنے والے کے لیے بہتر ہے۔

(7) اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں تھوڑی سی مدت کے لیے بھاری بوجھ اٹھانا انسانی نفوس کے لیے آسان اور ہلکا ہوتا ہے کیونکہ جب اسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مشقت جو وہ برداشت کر رہا ہے طویل عرصے کے لیے نہیں ہے تو اس کے لیے برداشت

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ تب کیا کیفیت ہوگی جب تو دنیا اور آخرت کا موازنہ کرے اور معلوم ہو کہ آخرت اپنی ذات اور لذات میں اور زمان کے اعتبار سے دنیا سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔ جنت کے بارے میں ایک صحیح حدیث میں مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: جنت میں ایک کوڑے کے برابر جگہ دنیا اور اس کی موجودات سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔ (تفسیر سعدی:1/546، ترمذی:1648)

(8) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى الْاَرْضِ ۭ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تمہیں کیا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں نکلو تو تم زمین کی طرف نہایت بوجھل ہو جاتے ہو؟ کیا تم آخرت کے مقابلے میں دنیا کی زندگی پر راضی ہو گئے ہو؟ تو دنیا کی زندگی کا سامان آخرت کے مقابلے میں بہت ہی تھوڑا ہے۔'' (التوبہ:38)

(9) ﴿بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا (16) وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى (17)﴾ ''بلکہ تم دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو حالانکہ آخرت بہت بہتر اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔'' (اعلیٰ:16،17)

(10) ﴿وَلَا تُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا﴾ ''اور تم پر ایک دھاگے کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا'' تمہارے اعمال میں کمی نہیں کی جائے گی۔ (تفسیر منیر:3/168) (11) ﴿فَتِيْلًا﴾ فتیل اس دھاگے کو کہتے ہیں جو کھجور کی گٹھلی کے درمیان میں ہوتا ہے۔

﴿اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ ۭ وَاِنْ تُصِبْهُمْ

''تم جہاں کہیں بھی ہو گے موت تمہیں پہنچ ہی جائے گی اور اگرچہ تم مضبوط قلعوں میں ہو اور اگر انہیں کوئی بھلائی پہنچتی ہے

حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ ۭ

تو وہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اگر انہیں کوئی برائی پہنچتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ تمہاری طرف سے ہے۔

قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ فَمَالِ هٰٓؤُلَاۗءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا﴾

آپ کہہ دیں سب اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے، پھر ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ قریب نہیں ہیں کہ کوئی بات سمجھیں'' (78)

سوال 1: موت سے فرار ممکن نہیں، اس کی وضاحت ﴿اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا ... مُّشَيَّدَةٍ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ﴾ ''تم جہاں کہیں بھی ہو گے موت تمہیں پہنچ ہی جائے گی اور اگرچہ تم مضبوط قلعوں میں ہو'' اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ موت جس کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ڈر سے تم جہاد سے کترا رہے ہو، جب اس کا وقت آ جائے گا تو وہ کہیں بھی تمہیں آ دبوچے گی۔ (تیسیر الرحمٰن)

(2) موت تو لامحالہ آ کر رہے گی۔ جسے موت کہتے ہیں آ کر رہے گی، جسے جان کہتے ہیں جا کر رہے گی۔

(3) موت کا وقت مقرر ہے جب موت آتی ہے تو اسباب پیدا ہو جاتے ہیں۔ موت مضبوط قلعوں میں بھی آ جاتی ہے اس لیے قتال کے مؤخر ہونے یا نہ ہونے سے فرق پڑنے والا نہیں۔

(4) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۭ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ﴾ ''ہر جان دار موت کو چکھنے والا ہے اور یقیناً تم قیامت کے دن ہی اپنے پورے اجر دیئے جاؤ گے چنانچہ جو آگ سے بچا لیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا تو وہ کامیاب ہو گیا اور دنیا کی زندگی تو دھوکے کے سامان کے سوا کچھ نہیں۔'' (آل عمران:185)

(5) سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس وقت جبکہ آپ رضی اللہ عنہ بسترِ مرگ پر تھے فرمایا: اللہ کی قسم! میں فلاں فلاں جگہ غرض بیسیوں، سینکڑوں معرکوں میں گیا، ثابت قدمی، پامردی کے ساتھ دلیرانہ جہاد کئے، آؤ دیکھ لو میرے جسم کا کوئی عضو ایسا نہ پاؤ گے جہاں کوئی نہ کوئی نشان نیزے یا برچھے یا تیر یا بھالے کا، تلوار اور ہتھیار کا نہ ہو لیکن چونکہ میدانِ جنگ میں موت نہ لکھی تھی اب دیکھو اپنے بستر پر اپنی موت مر رہا ہوں، کہاں ہیں لڑائی سے جی چرانے والے نامرد؟ میری ذات سے سبق سیکھیں۔ (تفسیر ابن کثیر:612/1)

(6) یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کی ترغیب کے لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ کبھی تو جہاد کی فضیلت اور اس کا ثواب بیان کر کے اس کی ترغیب دیتا ہے اور کبھی جہاد کو ترک کرنے کی سزا سے ڈرا کر جہاد پر آمادہ کرتا ہے۔ کبھی اس بارے میں آگاہ کر کے جہاد کے لیے ابھارتا ہے کہ جہاد سے جی چرا کر گھروں میں بیٹھ رہنے والوں کا بیٹھنا کسی کام نہیں آتا اور کبھی کبھی اللہ تعالیٰ جہاد کے راستے کو ان کے لیے آسان کر دیتا ہے۔ (تفسیر سعدی:547/1)

سوال 2: مصیبت کو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کرنے والے کون تھے، اس کی وضاحت ﴿وَاِنْ تُصِبْهُمْ ... حَدِيْثًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ﴾ ''اور اگر انہیں کوئی بھلائی پہنچتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اگر انہیں کوئی برائی پہنچتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ تمہاری طرف سے ہے'' یہود اور منافق بھلائی کو اللہ تعالیٰ کی طرف اور مصیبت کو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کرتے تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2) دکھ یا مصیبت پر منافق اور یہودی رسول اللہ ﷺ پر الزام لگاتے تھے کہ نعوذ باللہ یہ آپ ﷺ کی کم فہمی اور غلط تدابیر اختیار کرنے کا نتیجہ ہے۔ اُحد کے موقع پر بھی انہوں نے یوں کہا تھا۔

(3) ان سے پہلے کفار اللہ تعالیٰ اور رسولوں سے برا شگون لیتے رہے۔ رب العزت کا فرمان ہے: ﴿فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ ۭ اَلَآ اِنَّمَا طٰۗىِٕرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''تو جب ان پر خوشحالی آتی تو وہ کہتے کہ یہ ہمارے ہی لیے ہے اور اگر ان کو کوئی تکلیف پہنچتی تو موسیٰ اور ان کی نحوست ٹھہراتے جو اس کے ساتھ تھے۔ سن لو! یقیناً ان کی نحوست اللہ تعالیٰ کے پاس ہے لیکن ان کے اکثر لوگ نہیں جانتے۔'' (الاعراف:131) ﴿قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَّعَكَ ۭ قَالَ طٰۗىِٕرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ﴾ ''انہوں نے کہا: ہم تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو منحوس سمجھتے ہیں۔ صالح نے کہا: تمہاری نحوست تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہی سے ہے۔ بلکہ تم لوگ فتنے میں مبتلا کر دیئے گئے ہو۔'' (النمل:47)

(4) اللہ تعالیٰ نے انہیں جواب دیتے ہوئے فرمایا: ﴿قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ﴾ ''آپ کہہ دیں سب اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے'' دنیا میں کسی کو فائدہ ہو یا نقصان سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔ یہ مسلمانوں کے عقیدے کا اہم حصہ ہے۔ رب العزت کا فرمان ہے: ﴿وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں بھی پیدا کیا ہے اور اُنہیں بھی جو اعمال تم کرتے ہو۔'' (الصافات:96) لہٰذا نفع یا نقصان اگر اعمال کے نتیجے میں بھی ہو تب بھی افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اس لیے نفع و نقصان اسی کی جانب سے ہے۔

(5) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: حسنہ اور سیئہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہیں۔ الحسنہ سے مراد جو اللہ تعالیٰ نے انعام کیا۔ السیئہ سے مراد جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں مصیبت میں مبتلا کیا۔ (تفسیر فتح القدیر:626/1)

(6) سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''مسلمان جب بھی کسی پریشانی، بیماری، رنج و ملال، تکلیف اور غم میں مبتلا ہو جاتا ہے یہاں تک کہ اگر اسے کوئی کانٹا بھی چبھ جائے تو اللہ تعالیٰ اسے اس کے گناہوں کا کفارہ بنا دیتا ہے۔'' (بخاری:5642)

(7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتا ہے اسے بیماری کی تکالیف اور دیگر مصیبتوں میں مبتلا کر دیتا ہے۔'' (بخاری:5645)

(8) سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ جب اپنے بندے کے لیے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تو اسے جلد ہی دنیا میں سزا دے دیتا ہے اور جب بندے سے برائی کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے گناہ کی سزا سے روکے رکھتا ہے حتیٰ کہ قیامت کے دن اسے پوری سزا دے گا۔'' اس سند کے ساتھ یہ بھی مروی ہے کہ نبی ﷺ نے یہ بھی فرمایا: ''بڑا ثواب بڑی آزمائش کے ساتھ ہے بلاشبہ اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کے ساتھ محبت کرتا ہے تو ان کو کسی آزمائش میں ڈال دیتا ہے۔ جو اس آزمائش پر راضی ہوا تو اس کے لیے رضا ہے۔ جو اس آزمائش پر ناراض ہوا تو اس کے لیے ناراضی ہے۔'' (ترمذی:2396)

(9) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایماندار مرد اور عورت اپنے نفس، اولاد اور مال کی آزمائش میں ہمیشہ رہتے ہیں حتیٰ کہ اس کی ملاقات اپنے رب سے ایسے حال میں ہوتی ہے کہ اس پر کوئی گناہ باقی نہیں رہتا۔'' (ترمذی:2399)

(10) ﴿فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا﴾ ''پھر ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ قریب نہیں ہیں کہ کوئی بات سمجھیں'' الفقہ سے مراد شریعت کا فہم ہے۔ فہم دینی امور کی سمجھ ہے۔ (تفسیر ثعلبی:2/266)

(11) اس آیت کریمہ میں ضمناً ان لوگوں کی مدح کا پہلو نکلتا ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کا فہم رکھتے ہیں، نیز اس فہم اور اس کے اسباب کے حصول کی ترغیب ہے۔ یہ فہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے کلام میں تدبر اور تفکر اور اس منزل تک پہنچانے والے راستوں پر گامزن ہونے ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ اگر انہوں نے اللہ تعالیٰ کے احکامات کو سمجھا ہوتا تو معلوم ہو جاتا کہ نیکی اور برائی، خیر اور شر سب اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر سے ہے اور اللہ تعالیٰ کی قضا و قدر سے کوئی چیز باہر نہیں، نیز انبیاء و رسل اور ان کی لائی ہوئی تعلیمات کبھی بھی شر کا باعث نہیں ہوتیں کیونکہ وہ تو دین و دنیا اور آخرت کی بھلائی کے لئے مبعوث کیے جاتے ہیں۔ (تفسیر سعدی:1/548)

﴿مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ۘ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ۭ وَاَرْسَلْنٰكَ

''جو بھی بھلائی تجھے پہنچے سو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جو کوئی برائی تجھے پہنچے تو وہ تمہاری اپنی طرف سے ہے اور ہم نے آپ کو

لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا﴾

لوگوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی گواہ کافی ہے'' (79)

سوال 1: بھلائی اور برائی تقدیری باتیں ہیں، اس کی وضاحت ﴿مَآ اَصَابَكَ ... نَّفْسِكَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ﴾ ''جو بھی بھلائی تجھے پہنچے سو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے'' حسنہ سے مراد وسعت، کامیابی اور غنیمت ہے۔ (تفسیر منیر:3/168)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2)اس سے مراد یہ ہے کہ بھلائی کسی نیکی یا اطاعت کا صلہ نہیں کیونکہ ایک انسان کو نیکی کی توفیق اللہ تعالیٰ ہی دیتا ہے۔یہ اس کا خاص فضل اور احسان ہے۔

(3)انسان کی اطاعت اور نیکیاں اللہ تعالیٰ کے احسانات اور انعامات کے مقابلے میں کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتیں۔اسی لیے نبی ﷺ نے فرمایا:''کوئی بھی اپنے عمل کی وجہ سے جنت میں نہیں جائے گا۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا آپ ﷺ بھی نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:''ہاں جب تک مجھے بھی اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے نہیں ڈھانپ لے گا میں بھی جنت میں نہیں جاؤں گا۔'' (بخاری:6467)

(4)﴿وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ﴾''اور جو کوئی برائی تجھے پہنچے تو وہ تمہاری اپنی طرف سے ہے'' ﴿سَيِّئَةٍ﴾ سے مراد برائی ہے جیسے سختی،آزمائش،شکست،زخم اور قتل وغیرہ۔(تفسیر منیر:168/3)

(5)اس سے مراد ہے کہ برائی انسان کی اپنی غلطیوں اور گناہوں کا نتیجہ ہوتی ہے۔جیسا کہ رب العزت نے فرمایا:﴿وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ﴾''اور جو مصیبت تمہیں پہنچتی ہے تو اس وجہ سے ہے جو تمہارے ہاتھوں نے کمایا اور وہ بہت سے (قصوروں سے) درگزر کرتا ہے۔'' (الشوریٰ:30)

(6)سلف صالحین کا عام طور پر یہ دستور تھا کہ جب کوئی اجتہادی رائے پیش کرتے تو کہتے اگر یہ صحیح ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اسی کی توفیق سے ہے اور اگر غلط ہے تو ہماری طرف سے اور شیطان کی طرف سے ہے۔(دعوۃ القرآن)

سوال 2:رسول اللہ ﷺ کو کن لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے،اس کی وضاحت ﴿وَاَرْسَلْنٰكَ... شَهِيْدًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا﴾''اور ہم نے آپ کو لوگوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے'' اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ساری انسانیت کے لیے،قیامت تک کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے۔

(2)رب العزت نے فرمایا:﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا ۨ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ﴾''آپ کہہ دیں:اے لوگو!یقیناً میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں،وہ ذات جس کے لیے بادشاہت ہے تمام آسمانوں اور زمین کی،اس کے سوا کوئی معبود نہیں،وہی زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے،سو تم اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول پر جو اُمی نبی ہے ایمان لے آؤ جو اللہ تعالیٰ اور اس کی باتوں پر ایمان رکھتا ہے اور اُس کی پیروی کرو تا کہ تم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہدایت پاؤ۔" (اعراف:158)

(3) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "پہلے انبیاء خاص اپنی قوموں کی ہدایت کے لیے بھیجے جاتے تھے لیکن مجھے دنیا کے تمام انسانوں کی ہدایت کے لیے بھیجا گیا ہے۔" (صحیح بخاری:438)

(4) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میں ساری خلقت کی طرف بھیجا گیا ہوں اور میری آمد پر انبیاء ختم کر دیئے گئے۔" (مسلم) (5) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میں عمومیت کے ساتھ تمام انسانوں کی طرف بھیجا گیا ہوں حالانکہ مجھ سے پہلے جو نبی بھی گزرا ہے وہ اپنی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا۔" (مسند احمد)

(6) "میری بعثت اور قیامت اس طرح ہیں" یہ فرماتے ہوئے نبی ﷺ نے اپنی دونوں انگلیاں اُٹھائیں۔ (بخاری، مسلم)

(7) ﴿وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا﴾ "اور اللہ تعالیٰ ہی گواہ کافی ہے" آپ کی رسالت پر اللہ تعالیٰ گواہ ہے۔ وہ خوب جانتا ہے کہ آپ نے کس کس محنت و کوشش سے احکام اسلام کی تبلیغ فرمائی اور کفر و عناد کی وجہ سے لوگوں نے کس کس طرح آپ کی تردید کی اور آپ کی باتیں ٹھکرائیں۔ (مختصر ابن کثیر:344/1)

(8) اللہ تعالیٰ نے انسان کو پہنچنے والی برائیوں اور بھلائیوں کی وجہ سے اپنے شہید یعنی گواہ ہونے کا شعور دلایا ہے۔

(9) رب العزت نے فرمایا: ﴿قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً ۭ قُلِ اللّٰهُ ۙ شَهِيْدٌۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۣ وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ۭ اَىِٕنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى ۭ قُلْ لَّآ اَشْهَدُ ۚ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِيْ بَرِيْۗءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ﴾ "آپ ان سے پوچھیں کون سی چیز گواہی میں سب سے بڑی ہے؟ آپ کہہ دیں اللہ تعالیٰ میرے اور تمہارے درمیان گواہ ہے اور میری طرف یہ قرآن وحی کیا گیا ہے تاکہ میں اس کے ساتھ تمہیں بھی خبردار کروں اور اُنہیں بھی جن تک یہ پہنچے، کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ واقعتاً دوسرے معبود بھی ہیں؟ آپ کہہ دیں: میں تو گواہی نہیں دیتا، آپ کہہ دیں: وہ تو بس ایک ہی معبود ہے اور بلاشبہ میں اُن سے بے تعلق ہوں جو تم شریک بناتے ہو۔" (الانعام:19)

﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ

"اور جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے حقیقتاً اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے منہ موڑا تو ہم نے ان پر

عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا﴾

آپ کو نگہبان بنا کر نہیں بھیجا ہے" (80)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال: رسول کی اطاعت عین اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے، اس کی وضاحت ﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ ... حَفِيْظًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ﴾ ''اور جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے حقیقتاً اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی'' یعنی جس نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کی، اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ یہ صرف اس وجہ سے ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنی خواہش سے کوئی بات نہیں کرتے۔ وہ جو کچھ کہتے ہیں وحی کا پیغام ہوتا ہے۔

(2) رسول کی اطاعت کے ماسوا اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا کوئی راستہ نہیں۔ اس لیے کہ (i) اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے ہر طریقے کو رسول ہی واضح کرتا ہے۔ (ii) وہی اپنی زندگی سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے عملی نمونے کو پیش کرتا ہے۔ (iii) اگر رسول کی اطاعت کو نکال دیا جائے تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لیے کوئی دلیل نہیں۔

(3) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو بیان کرتے ہوئے سنا گیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: '' جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔'' (بخاری:7137)

(4) جس نے اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور اس کے لیے وہی ثواب ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر مترتب ہوتا ہے۔ (تفسیر سعدی:1/549,550)

(5) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ فرشتے نبی کریم ﷺ کے پاس آئے (جبرائیل و میکائیل) اور آپ سوئے ہوئے تھے۔ ایک نے کہا کہ یہ سوئے ہوئے ہیں، دوسرے نے کہا کہ ان کی آنکھیں سو رہی ہیں لیکن ان کا دل بیدار ہے۔ انہوں نے کہا کہ تمہارے ان صاحب (نبی کریم ﷺ) کی ایک مثال ہے پس ان کی مثال بیان کرو۔ تو ان میں سے ایک نے کہا کہ یہ سو رہے ہیں، دوسرے نے کہا کہ آنکھ سو رہی ہے اور دل بیدار ہے۔ انہوں نے کہا کہ ان کی مثال اس شخص جیسی ہے جس نے ایک گھر بنایا اور وہاں کھانے کی دعوت کی اور بلانے والے کو بھیجا، پس جس نے بلانے والے کی دعوت قبول کر لی وہ گھر میں داخل ہو گیا اور دستر خوان سے کھایا اور جس نے بلانے والے کی دعوت قبول نہیں کی وہ گھر میں داخل نہیں ہوا اور دستر خوان سے کھانا نہیں کھایا، پھر انہوں نے کہا کہ اس کی ان کے لیے تفسیر کر دو تا کہ یہ سمجھ جائیں۔ بعض نے کہا کہ یہ تو سوئے ہوئے ہیں لیکن بعض نے کہا کہ آنکھیں گو سو رہی ہیں لیکن دل بیدار ہے۔ پھر انہوں نے کہا کہ گھر تو جنت ہے اور بلانے والے محمد ﷺ ہیں، پس جو ان کی اطاعت کرے گا وہ اللہ کی اطاعت کرے گا اور جو ان کی نافرمانی کرے گا وہ اللہ کی نافرمانی کرے گا اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

محمد ﷺ اچھے اور برے لوگوں کے درمیان فرق کرنے والے ہیں۔(بخاری:7281)

(6)﴿وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا﴾''اور جس نے منہ موڑا تو ہم نے ان پر آپ کو نگہبان بنا کر نہیں بھیجا ہے''اس سے مراد ہے کہ اگر کوئی رسول کے احکامات سے منہ موڑتا ہے تو زبردستی اطاعت کروانا رسول کی ذمہ داری نہیں ہے۔

(7)جس نے نبی ﷺ کی اطاعت سے منہ موڑا وہ نامراد و ناکام رہا،اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایسے شخص کے معاملے کی ذمہ داری آپ ﷺ پر نہیں ہے اور آپ ﷺ جو چاہتے ہیں اس کے لیے اس کو مجبور نہیں کریں گے۔آپ ﷺ کے ذمے تو پہنچا دینا ہے،آپ ﷺ ان پر کوئی داروغہ نہیں ہیں۔ایسے شخص نے خسارہ پایا جیسا کہ صحیح حدیث میں آیا ہے،جس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کی وہی ہدایت یافتہ ہے۔جس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی نافرمانی کی وہ اپنے سوا کسی کو نقصان نہیں پہنچاتا۔(تفسیر منیر:178/3)

(8)﴿حَفِيْظًا﴾سے مراد ان کے اعمال کا محافظ اور حساب لینے والا ہے۔(ایسر التفاسیر:281)

﴿وَيَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ ۡ فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِيْ

''اور وہ کہتے ہیں اطاعت ہوگی،پھر جب وہ آپ کے پاس سے نکلتے ہیں تو ان میں سے ایک گروہ رات کو آپ کی بات کے خلاف

تَقُوْلُ ؕ وَاللّٰهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُوْنَ ۚ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ

مشورہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ لکھ رہا ہے جو وہ رات کو مشورے کرتے ہیں چنانچہ آپ ان سے منہ موڑ لیں اور اللہ تعالیٰ پر توکل کریں

وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا﴾

اور اللہ تعالیٰ ہی وکیل کافی ہے''(81)

سوال 1:منافقوں کی نادانی کے بیان کی وضاحت﴿وَيَقُوْلُوْنَ...مَا يُبَيِّتُوْنَ﴾کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَيَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ﴾''اور وہ کہتے ہیں اطاعت ہوگی''منافق رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا دم بھرتے تھے۔

(2)﴿فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِيْ تَقُوْلُ﴾''پھر جب وہ آپ کے پاس سے نکلتے ہیں تو ان میں سے ایک گروہ رات کو آپ کی بات کے خلاف مشورہ کرتا ہے''منافق یہ چاہتے تھے کہ مسلمانوں کی قوت کمزور پڑے اور ہم کسی طرح ان سے پیچھا چھڑا لیں یا انہیں مدینہ سے باہر نکال دیں اس مقصد کے لیے یہودیوں سے مل

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کر سازشیں کرتے تھے۔

(3) قتادہ رحمہ اللہ نے کہا کہ وہ اللہ کے نبی ﷺ کے ساتھ کیے گئے عہد کو بدل ڈالتے تھے۔(تفسیر جامع البیان:208/5)

(4) منافق رسول اللہ ﷺ کے سامنے اطاعت کا اظہار کرتے تھے لیکن راتوں کو آپ ﷺ اور مسلمانوں کے خلاف خفیہ مشورے کرتے تھے۔

(5) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت تو ظاہر اور باطن، خلوت اور جلوت میں ہونی چاہیے، جہاں تک ان لوگوں کا تعلق ہے جو لوگوں کے سامنے اطاعت کے دعوے کرتے ہیں اور جب اپنے ہم نواؤں کے ساتھ ہوتے ہیں یا تنہا ہوتے ہیں تو مسلمانوں کے خلاف سازشیں کرتے ہیں تو وہ منافق ہیں جن کی اطاعت ان کے لیے نفع مند نہیں ہوتی۔

(6) ﴿وَاللّٰهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُوْنَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ لکھ رہا ہے جو وہ رات کو مشورے کرتے ہیں'' اللہ تعالیٰ ان کاموں کو ان کے اعمال نامے میں ثبت کر رہا ہیں تا کہ ان پر انہیں جزا دے۔(تفسیر فتح القدیر:625/1)

(7) اللہ تعالیٰ نے یہ اطمینان دلایا ہے کہ اس کی نظروں سے یہ سازشیں اوجھل نہیں ہیں۔ یہ لوگ ان سازشوں میں ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ ان کی سرگوشیاں لکھ رہا ہے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے سازشوں کا مقابلہ کرنے کے لئے رسول اللہ ﷺ کو کیا تلقین فرمائی ہے، اس کی وضاحت ﴿فَاَعْرِضْ... وَكِيْلًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے سازشوں کا مقابلہ کرنے کے لئے رسول اللہ ﷺ کو تلقین کرتے ہوئے فرمایا:

(1) ﴿فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ﴾ ''چنانچہ آپ ان سے منہ موڑ لیں'' آپ ان سے منہ موڑ لیں، انہیں چھوڑ دیں یہاں تک کہ ان سے انتقام لینا ممکن ہو جائے اور یہ بھی کہا گیا کہ آپ ان کا پیچھا نہ کریں۔(تفسیر فتح القدیر:625/1) ان سے درگزر کریں، ان سے بردباری سے پیش آئیں، ان کا مؤاخذہ نہ کریں، انہیں اپنے کاموں کی ذمہ داری نہ سونپیں، ان کے معاملات کو لوگوں کے سامنے نہ کھولیں اور ان سے خوف نہ کھائیں۔(تفسیر منیر:178/3)

(2) ﴿وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ پر توکل کریں'' اپنے معاملات اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیں۔(تفسیر منیر:178/3)

(3) ﴿وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہی وکیل کافی ہے'' اللہ تعالیٰ ان کے شر کے مقابلے میں آپ ﷺ کے لیے کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے اقوال سے کہ سامنے اطاعت کے دعوے کرتے ہیں اور باہر آ کر آپ ﷺ کے خلاف مشورے کرتے ہیں اور پھر ان کی بات چیت کو لکھ لینے سے اپنے وکیل ہونے کا شعور دلایا ہے کہ جو آپ ﷺ کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دشمنوں کے اندر اور باہر کو جانتا ہے، جو ان کا حساب کتاب رکھتا ہے، وہ ان سے بدلہ لینے کی قدرت رکھتا ہے، غالب ہے لہٰذا یقیناً وہی وکیل اور کارساز ہے۔

﴿اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ؕ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِیْهِ اخْتِلَافًا كَثِیْرًا﴾

''تو کیا وہ قرآن مجید میں غور وفکر نہیں کرتے؟ اور اگر وہ غیر اللہ کے پاس سے ہوتا تو اس میں وہ یقیناً بہت زیادہ اختلاف پاتے'' (82)

سوال 1: قرآن مجید میں غور وفکر کے حکم کی وضاحت ﴿اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ ... كَثِیْرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اس آیت کے مخاطب منافق ہیں۔ انہیں تنبیہ کی گئی ہے کہ اگر یہ قرآن اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی جانب سے ہوتا تو اس میں وہ بہت زیادہ اختلاف پاتے۔

(2) ﴿اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ﴾ ''تو کیا وہ قرآن مجید میں غور وفکر نہیں کرتے؟'' یعنی قرآن حکیم پر غور وفکر کریں۔ قرآن مجید کے معنی سمجھنے سے اور اس کے بلیغ الفاظ میں غور وفکر کرنے سے اعراض نہ کریں۔

(3) قرآنِ حکیم پر غور وفکر کرنے سے یہ حقائق واضح ہوتے ہیں: (i) قرآنِ مجید میں کوئی ایسی چیز نہیں جو انسان کی فطرت کے خلاف ہو۔ (ii) اس میں کوئی ایسا بیان نہیں جو پچھلی کتابوں کی حقیقت سے ٹکراتا ہو۔ (iii) قرآنِ حکیم کا کوئی بیان کسی تسلیم شدہ حقیقت کے خلاف نہیں۔ (iv) اس میں ایسا کوئی اشارہ نہیں جو تجرباتی علوم سے دریافت شدہ کسی واقعہ کے خلاف ہو۔ (v) قرآنِ حکیم کے کلام میں پختگی اور ہم آہنگی ہے۔

(4) ﴿وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِیْهِ اخْتِلَافًا كَثِیْرًا﴾ ''اور اگر وہ غیر اللہ کے پاس سے ہوتا تو اس میں وہ یقیناً بہت زیادہ اختلاف پاتے'' منافقوں کی جن باتوں پر انہیں تنبیہ کی گئی ہے ان کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ انہیں قرآن کے منزل من اللہ ہونے میں بھی شک تھا۔ اس آیت میں اس شک کو دور کرنے کی عقلی دلیل پیش کی گئی ہے جو یہ ہے کہ انسان کی حالت یہ ہے کہ بچپن میں اس کی عقل ناپختہ ہوتی ہے، جوانی میں قدرے ترقی کر جاتی ہے اور پختہ عمر میں عقل بھی پختہ ہو جاتی ہے اور اس کے ان تینوں ادوار کے کلام میں نمایاں فرق ہوتا ہے پھر زندگی بھر اس کے نظریات بدلتے رہتے ہیں۔ انسان جس شہر یا ملک میں جاتا ہے تو وہاں کے معاشرتی ماحول کا اثر قبول کر لیتا ہے پھر کبھی انسان غصہ کی حالت میں ہوتا ہے تو سب مخاطبوں کو دہشت زدہ بنا دیتا ہے۔ یہی افراط وتفریط کی کیفیت اس کے ہر قسم کے جذبات میں نمایاں طور پر پائی جاتی ہے۔ گویا اگر کسی بھی ایک انسان کے زندگی بھر کے کلام کا مجموعہ تیار کیا جائے تو اس میں سینکڑوں اختلافات اور تضادات آپ کو مل جائیں گے اس کے برعکس اب اللہ تعالیٰ کے کلام پر نظر ڈالیے جو 23 سال تک مختلف اوقات اور مختلف مناظر اور مختلف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مواقع پر نازل ہوتا رہا جو آخر میں ترتیب پا کر ایک مجموعہ بن گیا۔اب دیکھئے ادبی لحاظ سے اس کی فصاحت وبلاغت میں کہیں کوئی فرق ہے؟ یا اس کے نظریات میں، اس کی اخلاقی اقدار کی تعیین میں کوئی اختلاف آپ دیکھتے ہیں؟ یا ایسی صورت ہے کہ مثلاً اگر یہود پر عتاب نازل ہوا ہو تو سب کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکا گیا ہو اور اس میں سے ان کے اچھے لوگوں کو مستثنیٰ نہ کیا گیا ہو اور ان کی خوبیاں الگ بیان نہ کر دی گئی ہوں؟ غرض جتنے بھی پہلو آپ سامنے لائیں گے آپ اسی نتیجہ پر پہنچیں گے کہ یہ انسان کا کلام نہیں ہو سکتا اور اس کو نازل کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ ہی ہو سکتا ہے۔(تیسیر القرآن:437/1)

(5) رب العزت کا فرمان ہے:﴿كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾ ''یہ ایک بابرکت کتاب ہے جس کو ہم نے آپ کی طرف نازل کیا ہے تا کہ لوگ اُس کی آیات پر غور وفکر کریں اور تا کہ عقل والے اس سے نصیحت حاصل کریں۔'' (ص:29)

(6) رب العزت کا فرمان ہے:﴿اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا﴾ ''تو کیا وہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا کچھ دلوں پر اُن کے تالے ہیں؟'' (محمد:24) (7) اگر قرآنِ حکیم غیر اللہ کا کلام ہوتا تو اس میں بہت سے اختلافات ہوتے لیکن یہ اس کو دکھائی دے گا جو قرآنِ حکیم میں تدبر کرے گا اور سنجیدگی سے اسے سمجھنے کی کوشش کرے گا۔یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہوا کلام ہے۔اگر وہ لوگ قرآن کریم کو غور سے سنتے، اس کے معانی ومضامین میں تدبر کرتے تو انہیں معرفت تامہ حاصل ہو جاتی کہ رسول اللہ ﷺ برحق ہیں اور جو دین لے کر آئے ہیں وہ بھی برحق ہے۔(تیسیر الرحمن)

سوال 2: قرآنِ حکیم میں تدبر کیسے کیا جا سکتا ہے؟

جواب: (1) تدبر کے معنی ہیں: غور وفکر کرنا، کسی چیز کا پیچھا کرنا۔جو انسان قرآنِ حکیم میں تدبر کرنا چاہے وہ اس کتاب میں دیئے جانے والے کامل علم پر غور وفکر کرے، اس کی جامعیت کو دیکھے۔وہ بات جو بیسیوں صفحات میں نہیں کہی جا سکتی قرآنِ حکیم کیسے چند الفاظ میں اس کو کامل طور پر واضح کر دیتا ہے! اللہ تعالیٰ کی کاریگری اور اس کی صفات پر غور وفکر کرے۔آخرت کے حالات وواقعات پر غور وفکر کرے۔

(2) یہاں تدبر سے مراد ہے کتاب اللہ کے معانی میں غور وفکر، اس کے مبادی، نتائج وعواقب اور اس کے لوازم میں گہری نظر سے سوچنا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں تدبر تمام علوم ومعارف کی کنجی ہے۔ہر بھلائی اسی کے ذریعے سے حاصل کی جاتی ہے اور تمام علوم کا استخراج اسی سے کیا جاتا ہے۔کتاب اللہ ہی سے قلب میں ایمان کا اضافہ ہوتا ہے اور شجرۂ ایمان جڑ پکڑتا ہے۔کتاب اللہ ہی رب معبود کی معرفت عطا کرتی ہے، اس معرفت سے نوازتی ہے کہ رب معبود کی صفات کمال کیا ہیں اور وہ کون سی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صفاتِ نقص سے منزہ ہے، کتاب اللہ اس راستے کی معرفت عطا کرتی ہے جو رب معبود تک پہنچاتا ہے نیز اس راستے پر چلنے والے لوگوں کی معرفت سے نوازتی ہے اور ان نعمتوں کا ذکر کرتی ہے جو رب رحیم کی خدمت میں حاضر ہونے پر عطا ہوں گی۔ کتاب اللہ بندے کو اس کے دشمن کی معرفت عطا کرتی ہے، ایسا دشمن جو حقیقی دشمن ہے اور ان راہوں کی نشاندہی کرتی ہے جو انسان کو عذاب کی منزل تک پہنچاتی ہیں، ان راہوں پر چلنے والے لوگوں کی معرفت عطا کرتی ہے نیز آگاہ کرتی ہے کہ اسباب عقاب کے وجود پر ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا۔ بندہ مومن کتاب اللہ میں جتنا زیادہ غور کرے گا اتنا ہی زیادہ اس کے علم و عمل اور بصیرت میں اضافہ ہوگا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے کتاب اللہ میں تدبر کا حکم اور اس کی ترغیب دی ہے اور آگاہ فرمایا ہے کہ قرآن عظیم کو نازل کرنے کا مقصد بھی یہی ہے۔ (تفسیر سعدی)

﴿وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ؕ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ

''اور جب ان کے پاس امن یا خوف کا کوئی معاملہ آتا ہے تو اسے مشہور کر دیتے ہیں اور اگر وہ اسے رسول تک یا اپنے میں سے

وَاِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ؕ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ

حکم دینے والوں کی طرف لوٹاتے تو وہ لوگ ضرور جان لیتے اس کو جو ان میں سے اس کا اصل مطلب نکالتے ہیں اور اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل

عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾

اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو بہت ہی کم لوگوں کے سوا تم سب شیطان کے پیچھے لگ جاتے'' (83)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی ﷺ نے ازواجِ مطہرات سے کنارہ کشی اختیار کی تھی تو لوگوں نے مدینہ میں چرچا کر دیا کہ نبی ﷺ نے سب ازواج کو طلاق دے دی، میں اس چرچا کو برداشت نہ کر سکا اور میں نے جا کر رسول ﷺ سے پوچھا کہ کیا آپ ﷺ نے سب ازواج کو طلاق دے دی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں۔'' پھر عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی کے دروازے پر کھڑے ہو کر بآواز بلند یہ پکارا کہ نبی ﷺ نے ازواج مطہرات کو طلاق نہیں دی اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (صحیح مسلم: 480/1)

سوال 2: تحقیق کے بغیر خبر پھیلانے کی ممانعت کی وضاحت ﴿وَاِذَا جَآءَهُمْ ... اِلَّا قَلِيْلًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ﴾ ''اور جب ان کے پاس امن یا خوف کا کوئی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

معاملہ آتا ہے تو اسے مشہور کر دیتے ہیں'' یہ ان لوگوں کی تردید ہے جو تحقیق کے بغیر خبروں کو پھیلا دینے اور مشہور کر دینے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ بسا اوقات وہ خبریں صحیح نہیں ہوتیں۔(المصباح المنیر :146،145/2)

(2)﴿وَاِذَا جَآءَهُمْ﴾ اس سے مراد اہل نفاق ہیں۔(فتح القدیر:627/1)

(3)﴿اَذَاعُوْا بِهٖ﴾ کے معنی مشہور کر دینے کے ہیں۔(بخاری کتاب التفسیر)

(4)جب ان کے پاس جہاد کی، نصرت یا شکست کی کوئی خبر پہنچتی ہے تو وہ اسے پھیلا دیتے ہیں۔ جب نصرت ہوتی یعنی امن ہوتا تو وہ حسد کرتے اور طمع رکھتے اور جب شکست ہوتی تو وہ لوگوں کو خوف زدہ کرتے تھے، یہ ان کا معاشرے میں کردار تھا۔

(5)امن کی خبر سے مراد مسلمانوں کی کامیابی کی خبر ہے۔اس سے مراد دشمنوں کی ہلاکت اور شکست کی خبر ہے جس کو سننے کے بعد مسلمانوں کو اطمینان ہوتا ہے اور ان کے اندر ضرورت سے زیادہ اعتماد پیدا ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے نقصان ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

(6)خوف کی خبر سے مراد مسلمانوں کی ہلاکت اور شکست کی خبر ہے جس کی وجہ سے حوصلے ٹوٹنے کا امکان پیدا ہو جاتا ہے۔

(7)خوف اور امن کی خبریں سن کر پھیلانے والے صرف یہودی اور منافق ہی نہیں تھے بلکہ مسلمانوں میں سے بھی کچھ لوگ دلچسپی کی خاطر افواہوں کو پھیلانے میں حصہ لے لیتے تھے۔

(8)نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہ بات کافی ہے کہ جو سنے اسے (بغیر تحقیق کیے) بیان کر دے۔'' (صحیح مسلم:7)

(9)رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص میری طرف منسوب کر کے کوئی بات بیان کرے جس کے بارے میں وہ جانتا ہے کہ یہ جھوٹ ہے پس وہ بھی جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے۔'' (صحیح مسلم)

(10)﴿وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ﴾ ''اور اگر وہ اسے رسول تک یا اپنے میں سے حکم دینے والوں کی طرف لوٹاتے تو وہ لوگ ضرور جان لیتے اس کو جو ان میں سے اس کا اصل مطلب نکالتے ہیں'' ایک مسلمان کا یہ فرض ہے کہ کوئی ایسی خبر سنے تو اپنے ذمہ دار افراد تک پہنچا دے اور ذمہ داران اس کی تحقیق کریں۔(11)اولوالامر سے مراد اکابر صحابہ، علماء اور صائب الرائے افراد ہیں۔

(12)قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: وہ اپنے علماء تک پہنچاتے تاکہ وہ اس کا اصل مطلب نکالتے۔(تفسیر جامع البیان:212/5)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(13)﴿يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ﴾اس کا معنی نکال لیتے ہیں۔(بخاری کتاب التفسیر)وہ صحیح معنی نکال لیتے ہیں۔(ایسر التفاسیر:281)

(14)رب العزت نے فرمایا:﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ﴾''اے لوگو جو ایمان لائے ہو!اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لیا کرو کہ کہیں تم کسی گروہ کو لاعلمی سے کوئی نقصان(نہ) پہنچا دو پھر جو کچھ تم نے کیا ہو اُس پر پشیمان ہو جاؤ۔''(الحجرات:6)

(15)﴿وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ﴾''اور اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی''اگر نبی کریم ﷺ کی بعثت اور قرآن کے نزول کے ذریعے اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم نہ ہوتا۔(تیسیر الرحمٰن)

(16)﴿لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ﴾''تم سب شیطان کے پیچھے لگ جاتے''ان افواہوں کو قبول کرنے اور پھیلانے میں مسلمان شیطان کے پیچھے لگ جاتے۔﴿اِلَّا قَلِيْلًا﴾''بہت ہی کم لوگوں کے سوا''جن کی رائے صائب ہے،عقل مستحکم ہے جیسے انصار اور مہاجرین میں سے کبار صحابہ تھے۔(ایسر التفاسیر:282)

(17)یہ اللہ تعالیٰ کا فضل واحسان ہے اور اگر نہ ہوتا تو تم سب شیطان کے پیچھے لگ گئے ہوتے۔

(18)اللہ تعالیٰ کا فضل یہ ہے کہ اس نے سنبھل جانے کا موقع دیا ہے کہ اس نے مسلمانوں کو شیطان کے پیچھے چلنے کے لیے کھلا نہیں چھوڑ دیا۔(19)حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی شیطان مردود کے شر سے بچاتا ہے۔

﴿فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ عَسَى

''چنانچہ تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں جنگ کرو،تمہیں تمہاری ذات کے سوا کسی کی تکلیف نہیں دی جاتی اور مومنوں کو آپ رغبت دلائیں،قریب ہے کہ

اللّٰهُ اَنْ يَّكُفَّ بَاْسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ وَاللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّاَشَدُّ تَنْكِيْلًا﴾

اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کی لڑائی روک دے جنہوں نے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ بہت سخت لڑائی کرنے والا اور بہت سخت سزا دینے والا ہے''(84)

سوال 1:اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا کہ وہ خود جہاد کریں،اس کی وضاحت﴿فَقَاتِلْ...اِلَّا نَفْسَكَ﴾کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾''چنانچہ تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں جنگ کرو''لوگوں کو جہاد پر اُبھارنے اور جوش دلانے کے لیے نبی ﷺ کو حکم دیا گیا ہے کہ لوگ جہاد کریں یا نہ کریں،آپ اکیلے ہوں تو آپ اپنے نفس کے ذمہ دار

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ ہاں دوسروں کو آپ ابھاریں گے۔ یہ اسلام کا بنیادی اُصول ہے کہ ہر شخص اپنی ذات کا ذمہ دار ہے۔ دوسروں کو جنگ پر ابھارنے کی ذمہ داری بھی دراصل اُن ذمہ داریوں میں سے ہے جو اجتماعی ذمہ داری ہونے کے باوجود ایک لحاظ سے ذاتی ذمہ داری ہے۔

(2) بغوی نے لکھا ہے کہ غزوہ احد کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ابوسفیان سے وعدہ کرلیا تھا کہ ماہ ذیقعدہ میں بدر صغریٰ پر دونوں فریقوں کا پھر مقابلہ ہوگا۔ جب وقت مقرر آیا تو رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو جہاد کی دعوت دی مگر بعض لوگوں نے اس دعوت کو قبول نہیں کیا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ (مظہری:116/3)

(3) ﴿لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ﴾ ''تمہیں تمہاری ذات کے سوا کسی کی تکلیف نہیں دی جاتی'' نبی ﷺ کو تسلی دی گئی کہ لوگوں کا بیٹھ رہنا اور ان کی مخالفت آپ ﷺ کو نقصان نہیں دے گی۔ آپ جہاد کریں خواہ اکیلے جائیں، لشکر نہیں اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے گا۔ (بیضاوی:227/2)

سوال 2: مومنوں کو جہاد کی ترغیب دلانے کے حکم کی وضاحت ﴿وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور مومنوں کو آپ رغبت دلائیں'' رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا گیا ہے کہ مومنوں کو جہاد کی ترغیب دلائیں۔ یہ ترغیب ان تمام امور کو بھی شامل ہے جس سے اہلِ ایمان کو نشاط، ان کے دلوں کو قوت اور ان کو طاقت حاصل ہوتی ہو۔ نیز یہ ترغیب اس بات کو بھی شامل ہے کہ دشمنوں کے ضعف اور کمزوری سے مومنوں کو آگاہ کیا جائے اور یہ ترغیب اس بات کو شامل ہے کہ مومنوں کو اس امر سے آگاہ کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے جہاد کرنے والوں کے لیے کیا ثواب تیار کر رکھا ہے اور جہاد چھوڑ کر گھر بیٹھ رہنے والوں کے لیے کیا عذاب ہے۔ (تفسیر سعدی)

(2) غزوہ بدر میں رسول اللہ ﷺ نے مومنوں سے فرمایا تھا: ''ایسی جنت کے لیے کھڑے ہو جاؤ جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین کے برابر ہے۔'' (مسلم:1901)

(3) جہاد کی ترغیب کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی بہت سی احادیث ہیں۔ سیدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''جو شخص اللہ کی راہ میں یعنی جہاد جیسے مقصد میں (گھر سے) نکلا (اور زخمی ہو جانے کی وجہ سے) مر گیا یا اس کو جان سے مار ڈالا گیا یا اس کے گھوڑے یا اس کے اونٹ نے کچل ڈالا یا کسی زہریلے جانور (جیسے سانپ وغیرہ) نے ڈس لیا اور یا (کسی بیماری کی وجہ سے یا اچانک یوں ہی) اللہ کی مرضی سے اپنے بستر پر مر گیا تو وہ (ہر صورت میں) شہید ہے (یعنی یا تو وہ حقیقی شہید ہے یا شہید کے حکم میں ہے) اور اس کے لیے جنت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے (یعنی وہ ابتدا ہی میں شہداء وصالحین کے ساتھ جنت میں داخل ہوگا)۔'' (ابوداؤد:2499)

(4) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''وہ شخص جہنم میں نہیں جائے گا جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے رویا ہو یہاں تک کہ دودھ تھنوں میں واپس نہ چلا جائے اور کسی بندے میں اللہ تعالیٰ کی راہ کا غبار اور دوزخ کا دھواں کبھی بھی یکجا نہیں ہو سکتے۔'' اور نسائی اور حاکم وبیہقی کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ کسی مسلمان (کی ناک) کے دونوں نتھنوں میں اللہ تعالیٰ کی راہ کا غبار اور دوزخ کا دھواں کبھی بھی یکجا نہیں ہو سکتے۔'' (ترمذی:2311)

(5) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے اس آدمی کی ضمانت اٹھائی ہے جو اس کے راستے میں نکلتا ہے اور (اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ) جب یہ آدمی صرف میرے راستے میں جہاد کرنے، مجھ پر ایمان لانے اور میرے رسول کی تصدیق کرنے کی وجہ سے نکلتا ہے تو میں بھی ضمانت دیتا ہوں کہ اسے جنت میں داخل کروں گا یا اس کو اجر یا غنیمت، جو بھی اس نے حاصل کیا، سمیت اس کے گھر لوٹا دوں گا۔ (پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جو زخم بھی اللہ تعالیٰ کے راستے میں لگتا ہے تو زخمی جس حالت میں زخمی ہوا تھا، اس حالت میں روز قیامت آئے گا، زخم سے بہنے والے خون کا رنگ تو وہی ہوگا جو خون کا ہوتا ہے، لیکن اس کی خوشبو کستوری کی طرح کی ہوگی۔'' (صحیحہ:2029)

(6) ابومصبح مقرائی کا بیان ہے کہ ہم لوگ روم کے علاقے میں مالک بن عبداللہ خثعمی کی زیر امارت ایک جماعت میں چل رہے تھے کہ امیر جماعت مالک بن عبداللہ کا گزر سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ صحابی کے پاس سے ہوا تو دیکھا کہ وہ اپنے خچر کی لگام تھامے آگے آگے پیدل چل رہے ہیں۔ سیدنا مالک رضی اللہ عنہ نے کہا: اے ابوعبداللہ (جابر) رضی اللہ عنہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کو سواری دی ہے اس پر سوار ہو جایئے، سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اپنی سواری کو آرام دے رہا ہوں اور اپنے ساتھیوں سے بے نیاز رہنا چاہتا ہوں (مسلسل سوار ہونے کی صورت میں ممکن ہے مجھے اپنی سواری سے ہاتھ دھونے پڑ جائیں اور دوسروں پر میرا بار پڑے) اور (دوسری وجہ پیدل چلنے کی) یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس کے پاؤں اللہ کی راہ میں غبار آلود ہو گئے اللہ تعالیٰ اسے جہنم پر حرام کر دیتا ہے، پھر مالک بن عبداللہ چلتے رہے یہاں تک کہ جب اتنا فاصلہ رہ گیا کہ آواز پہنچ سکے تو (مالک رضی اللہ عنہ نے) پھر بلند آواز سے پکار کر کہا: اے ابوعبداللہ (جابر)! اللہ تعالیٰ نے آپ کو سواری دی ہے اس پر سوار ہو جایئے، سیدنا جابر رضی اللہ عنہ مالک رضی اللہ عنہ کا مقصد سمجھ گئے (کہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام جماعت کو سنوانا چاہتے ہیں) انہوں نے جواب دیا کہ میں اپنی سواری کو آرام دے رہا ہوں اور اپنے ساتھیوں سے بے نیاز رہنا چاہتا ہوں اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: ''جس کے پاؤں اللہ کی راہ میں غبار آلود ہو گئے اللہ تعالیٰ اسے جہنم پر حرام کر دیتا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔بس (یہ سننا تھا کہ) تمام لوگوں نے اپنی اپنی سواریوں سے چھلانگیں لگادیں اور پیدل چلنے لگے (راوی کا بیان ہے کہ) میں نے اس سے زیادہ پیدل چلنے والوں کی تعداد کبھی نہیں دیکھی تھی۔ (صحیح ابن حبان)

(7) سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: ''عنقریب تم پر ملکوں کی فتوحات ہوں گی اور اللہ تعالیٰ تمہاری کفایت کرے گا لہٰذا تم میں سے کوئی تیراندازی سے عاجز نہ بنے۔'' (مسلم:4947)

(8) سیدنا عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے سنا: ''جس کا تیر نشانہ پر پہنچ گیا تو اس کے لیے جنت میں ایک درجہ ہے۔'' عمرو رضی اللہ عنہ کہتے ہیں (اس حدیث کو سن کر) میں نے سولہ تیر نشانہ پر مارے۔ (نسائی:3145)

(9) سیدنا عمر بن عبسہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: ''جو اللہ کی راہ میں تیر پھینکے اسے ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ہے۔'' (ترمذی:1683)

سوال 3: جہاد سے جنگ بندی کا امکان ہے، اس کی وضاحت ﴿عَسَى اللّٰهُ ... تَنْكِيْلًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّكُفَّ بَاْسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ ''قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن لوگوں کی لڑائی روک دے جنہوں نے کفر کیا'' یعنی آپ کے شوق دلانے سے اور مسلمانوں کو جنگ کی ترغیب دینے سے امید ہے ان کی ہمتیں بڑھیں گی، ان کے حوصلے بلند ہوں گے اور وہ دشمنوں سے مقابلہ کرنے کے لئے اور انہیں حدود اسلام سے اور مسلمانوں سے ہٹانے کے لئے تیار ہو جائیں گے اور میدان کارزار میں صبر و تحمل کے ساتھ سینہ سپر ہو کر دشمنوں کے دانت کھٹے کریں گے جس سے ان کی ہمتیں پست ہوں گی اور ان کے حوصلے تمہارے مقابلے پر آنے کے لیے نہ پڑیں گے۔ (مختصر ابن کثیر:1/347، 348)

(2) اللہ تعالیٰ کی طرف سے ''﴿عَسَى﴾'' کا لفظ یقین کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ پس آیت میں وعدہ کیا جا رہا ہے کہ عنقریب کفار کا زور ٹوٹ جائے گا اور مسلمانوں کو غلبہ نصیب ہوگا۔ (اشرف الحواشی:1/110)

(3) ﴿اَنْ يَّكُفَّ بَاْسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ ان کی قوت حربیہ کو روک دے۔ (ایسر التفاسیر:282)

(4) اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہوا اور جزیرۂ عرب اور مرورِ زمانہ کے ساتھ فارس اور روم کی سرزمین پر اسلام کا جھنڈا لہرانے لگا۔ (تیسیر الرحمٰن) (5) ان الفاظ سے یہ پتہ چل رہا ہے کہ کافر اس وقت قوت والے تھے۔

(6) کافروں کی قوت کی وجہ سے مسلمان خوف محسوس کر رہے تھے۔

(7) ابھی مسلمانوں میں اسلامی نظریہ حیات پورے طور پر واضح نہیں تھا۔

(8) ﴿وَاللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا﴾ ''اللہ تعالیٰ بہت سخت لڑائی کرنے والا ہے'' ہر لڑائی والے سے زیادہ سخت لڑائی والا ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(9)﴿ وَّاَشَدُّ تَنْكِيْلًا﴾ ''اور بہت سخت سزا دینے والا ہے'' ظالموں کو ان کے دشمنوں سے سخت سزا دلوانے والا ہے۔(ایسر التفاسیر:282)

(10)اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو جہاد فی سبیل اللہ کا حکم دیتے ہوئے یہ شعور کہ ''اللہ تعالیٰ سخت لڑائی کرنے والا اور سخت سزا دینے والا ہے'' اس لیے دِلایا ہے کہ مسلمان جنگ کے لیے تیار ہو جائیں اور جنگ سے کراہت محسوس نہ کریں۔اللہ تعالیٰ نے اس لیے بھی یہ شعور دلایا ہے تاکہ مومن میدانِ جنگ میں جم کر لڑیں اور کافروں کو سزا دیتے ہوئے دل میں کوئی جذبۂ رحم نہ پائیں۔

(11)اس کی حکمت کا تقاضا ہے کہ وہ اپنے بندوں کو ایک دوسرے کے ذریعے آزمائے تاکہ جہاد کا بازار گرم رہے اور نفع مند ایمان حاصل ہو یعنی اختیاری ایمان نہ کہ جبری، اضطراری ایمان، جو کچھ فائدہ نہیں دیتا۔(تفسیر سعدی:554/1)

(12)رب العزت نے فرمایا:﴿وَلَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَا بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ﴾ ''اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ضرور اُن سے بدلہ لے لیتا لیکن تاکہ وہ تمہارے ایک کو دوسرے سے آزمائے۔''(محمد:4)

﴿مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً

''جو شخص سفارش کرے گا، اچھی سفارش تو اُس کے لیے بھی اُس میں ایک حصہ ہوگا اور جو کوئی سفارش کرے گا،

سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا ۗ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا﴾

بری سفارش اس کے لیے اِس میں سے ایک حصہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہر چیز پر نگہبان ہے''(85)

سوال:اچھی اور بری سفارش کی وضاحت﴿مَنْ يَّشْفَعْ ... مُّقِيْتًا﴾کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿مَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا﴾ ''جو شخص سفارش کرے گا، اچھی سفارش تو اُس کے لیے بھی اُس میں ایک حصہ ہوگا'' شفاعت سے مراد کسی معاملے میں معاونت ہے۔جو کوئی کسی دوسرے کی بھلائی کے کسی کام میں سفارش کرتا ہے اور اس کام میں اس کی مدد کرتا ہے مثلاً مظلوموں کے بارے میں ظالم کے پاس سفارش کرنا، اسے اس کی کوشش اور عمل کے مطابق اس نیک سفارش سے حصہ نصیب ہوگا اور اصل کام کرنے والے کے ثواب میں کوئی کمی واقع نہیں ہوگی اور جو کوئی برائی کے کسی کام میں مدد کرتا ہے تو اس کے تعاون اور مدد کے مطابق عذاب میں سے اس کو حصہ ملے گا۔(تفسیر سعدی:555/1)

(2)شفاعتِ حسنہ سے مراد ایسی سفارش ہے جس سے سچے مقصد کو قوت حاصل ہو مثلاً جہاد کے لیے اُبھارنا اچھی سفارش ہے۔

(3)مسلمانوں کو کافروں کے خلاف جہاد کی ترغیب دلانا، اللہ کے نزدیک مسلمانوں کے حق میں خیر خواہی اور شفاعت حسنہ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ہے، اسی مناسبت سے یہاں اچھی اور بری شفاعت کا بیان آیا ہے، اچھی شفاعت کی تعریف کی گئی ہے اور اللہ تعالیٰ کے وعدہ کا ذکر ہے کہ شفاعت کرنے والے کو بھی اللہ تعالیٰ اچھا بدلہ دے گا، اور بری شفاعت یعنی حاکم وقت کے پاس جا کر لوگوں کی شکایتیں کرنے والے کو اس بدکرداری کا برا بدلہ ضرور ملے گا۔ (تیسیر الرحمن:280)

(4) سیدنا ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کوئی ضرورت مند حاضر ہوتا تو آپ ﷺ اپنی مجلس میں موجود حاضرین کی طرف متوجہ ہو کر فرماتے: ''تم سفارش کرو تمہیں ثواب دیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کی زبان پر وہی کلمہ جاری کروائے گا جو وہ چاہتا ہے۔'' (بخاری:1432)

(5) سیدنا ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی اکرم ﷺ کے پاس آ کر عرض کیا: میری سواری ہلاک ہوگئی ہے آپ مجھ (کسی سواری پر) سوار کر دیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''میرے پاس تو کوئی سواری نہیں ہے'' ایک آدمی نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ میں آدمی کی طرف راہنمائی کرتا ہوں جو اسے سواری دے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس آدمی نے کسی آدمی کی نیکی پر راہنمائی کی تو اس کے لیے بھی اس عمل کرنے والے کی مثل اجر وثواب ہوگا۔'' (مسلم:4899) (6) سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اپنے بھائی کے لیے سفارش کرے، پھر اسے اس سفارش کرنے کے سلسلے میں کوئی ہدیہ دیا جائے اور وہ اسے قبول کر لے تو وہ سود کے دروازوں میں سے ایک بڑے دروازے پر پہنچ گیا۔'' (ابوداؤد:3541)

(7) ﴿وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ كِفْلٌ مِّنْهَا﴾ ''اور جو کوئی سفارش کرے گا، بری سفارش اس کے لیے اس میں سے ایک حصہ ہوگا'' اگر برائی کے لیے شفاعت ہوگی تو شفاعت سیئہ ہے۔

(8) سفارش سے سچائی کو، سچے مقصد کو نقصان پہنچے مثلاً منافق جہاد کے لیے نکلنے والوں کے حوصلے پست کر رہے تھے اور یہ کوشش شفاعتِ سیئہ میں آتی ہے۔ (ایسر التفاسیر:282)

(9) اگر کوئی شخص چور کی سفارش کر کے اسے چھڑاتا ہے جو پھر چوریاں کرتا ہے تو سفارش کرنے والے کو بھی اس کے گناہ سے حصہ ملتا رہے گا۔ (تیسیر القرآن:440/1)

(10) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے کسی کو ہدایت (نیکی) کی دعوت دی تو اس کے لیے اس کی پیروی کرنے والے کے برابر ثواب ہوگا اور ان کے ثواب میں کچھ بھی کمی نہ کی جائے گی اور جس نے گمراہی کی طرف دعوت دی تو اس کے لیے اس کی پیروی کرنے والے کے برابر گناہ ہوگا اور اس کے گناہوں میں کچھ بھی کمی نہ کی جائے گی۔'' (مسلم:6804)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(11)﴿وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا﴾''اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہر چیز پر نگہبان ہے''(i)مجاہد رحمہ اللہ نے کہا: مقیت سے مراد شہید، حسیب اور حفیظ ہے۔(ii)مقیت سے مراد حفیظ (نگہبان) ہے۔(تفسیر جامع البیان:219/5)(iii)مقیت سے مراد اقتدار والا ہے۔(iv)اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مقیت سے مراد وہ ہے جس کے ہاتھ میں رزق ہے اور جس کے ذمے ہر جاندار کی غذا ہو۔ جیسا کہ فرمایا:﴿وَقَدَّرَ فِيْهَآ اَقْوَاتَهَا﴾''اور اُس میں اُس کی غذائیں اندازے سے رکھ دیں۔''(فصلت:10)(تفسیر سمرقندی:323)

(12)اللہ تعالیٰ نے اچھی اور بُری سفارش کے بدلے سے اپنے مُقیت ہونے کا شعور دلایا ہے۔

﴿وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ

''اور جب تمہیں سلامتی کی کوئی دُعا دی جائے تو تم اس سے بہتر سلامتی کی دُعا دو یا اُتنا ہی لوٹا کر دو، یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے

النصف

عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا﴾

ہر چیز کا پورا حساب کرنے والا ہے''(86)

سوال1: سلام کا بہتر انداز میں جواب دینے کے حکم کی وضاحت﴿وَاِذَا...حَسِيْبًا﴾کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا﴾''اور جب تمہیں سلامتی کی کوئی دُعا دی جائے تو تم اس سے بہتر سلامتی کی دُعا دو یا اُتنا ہی لوٹا کر دو''یعنی جب کوئی مسلمان آپ کو سلام کرے تو آپ اس سے بہتر کلمات سے جواب دیں یا ان ہی الفاظ میں جواب دیں۔

(2)﴿تَحِيَّةٌ﴾سے مراد لمبی عمر کی دُعا ہے۔ یہاں﴿تَحِيَّةٌ﴾سلام کرنے کے معنوں میں آیا ہے۔(فتح القدیر)

(3)تحیۃ کے اصل معنی کسی کو زندگی کی دُعا دینا ہے یعنی اللہ تعالیٰ تمہاری عمر دراز کرے وغیرہ۔ اس کا ذکر قرآن حکیم میں ملتا ہے۔﴿تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ﴾''ان کی آپس کی دُعا اس میں سلام ہوگی۔''(ابراہیم:23)﴿تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ۚ وَاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا﴾''اُن کی دُعا جس دن وہ اُس سے ملیں گے، سلام ہوگی اور اللہ تعالیٰ نے اُن کے لیے باعزت اجر تیار کر رکھا ہے۔''(الاحزاب:44)﴿فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً﴾''تو اپنے لوگوں کو سلام کرو، اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑا بابرکت اور پاکیزہ تحفہ ہے۔''(النور:61)

(4)سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر بنایا، ان کی لمبائی ساٹھ ہاتھ تھی۔ جب انہیں پیدا کر چکا تو فرمایا کہ جاؤ اور ان فرشتوں کو جو بیٹھے ہوئے ہیں، سلام کرو اور سنو کہ تمہارے سلام کا کیا

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

جواب دیتے ہیں کیونکہ یہی تمہارا اور تمہاری اولاد کا سلام ہوگا۔ آدم علیہ السلام نے کہا: السلام علیکم! فرشتوں نے جواب دیا: السلام علیک ورحمۃ اللہ، انہوں نے آدم کے سلام پر ''ورحمۃ اللہ'' بڑھا دیا۔ پس جو شخص بھی جنت میں جائے گا آدم علیہ السلام کی صورت کے مطابق ہو کر جائے گا۔ اس کے بعد سے پھر خلقت کا قد و قامت کم ہوتا گیا۔ اب تک ایسا ہی ہوتا رہا۔'' (صحیح بخاری: 6227)

(5) حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں: تمام علمائے اسلام کا اتفاق ہے کہ سلام کرنا سنت ہے اور جواب دینا فرض ہے۔

(6) ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے احکام القرآن میں فرمایا کہ لفظ سلام اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہے، اور ﴿اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ ﴿اَللّٰهُ رَقِيْبٌ عَلَيْكُمْ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ تمہارا محافظ ہے۔ (تفسیر معارف القرآن: 501/2)

(7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے! تم جنت میں نہ جاؤ گے جب تک کہ ایمان نہ لے آؤ، اور تم (کامل) مومن نہیں ہو سکتے جب تک کہ تم آپس میں ایک دوسرے سے محبت نہ رکھنے لگو۔ کیا میں تمہیں ایسا کام نہ بتاؤں کہ جب تم اسے کرنے لگو گے تو تم آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرنے لگو؟ آپس میں سلام کو عام کرو۔'' (ابوداؤد: 5193)

(8) ﴿اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَسِيْبًا﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہر چیز کا پورا حساب کرنے والا ہے''

(i) ﴿حَسِيْبًا﴾ کا معنی کافی ہے۔ (بخاری کتاب التفسیر) (ii) مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: حسیب سے مراد حفیظ ہے۔ (جامع البیان: 222/5)

(9) اللہ تعالیٰ نے سلام کے اچھے جواب یا انہی الفاظ میں لوٹا دینے کے لیے اپنے حسیب ہونے کا شعور دلایا ہے۔

(10) چونکہ السلام علیکم کہنے سے دس نیکیاں ملتی ہیں اور ورحمۃ اللہ کہنے سے بیس نیکیاں اور وبرکاتہ کہنے سے تیس نیکیاں ملتی ہیں۔ (مسند احمد: 239/2) اس لیے اللہ تعالیٰ نے سلام کے لیے ترغیب دلانے کے لیے اپنے حسیب ہونے کا شعور دلایا ہے کہ جو عمل تم کرو گے اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کا اجر موجود پاؤ گے۔

(11) پس وہ اپنے بندوں کے اچھے برے اور چھوٹے بڑے تمام اعمال کا حساب رکھتا ہے پھر وہ اپنے فضل و عدل اور قابل تعریف فیصلے کے تقاضے کے مطابق ان کو جزا و سزا دے گا۔ (تفسیر سعدی)

سوال 2: اسلامی معاشرے میں سلام کی کیا اہمیت ہے؟

جواب: (1) السلام علیکم مومن اور کافر کے درمیان فرق کرنے والی علامت بن گئی ہے۔

(2) اسلام چاہتا ہے کہ مسلمانوں کی خاص عادات ہوں، اسی وجہ سے انہیں مخصوص نظریہ حیات دیا، مخصوص قبلہ، مخصوص سلام دیا۔

(3) اسلام نے مسلمانوں میں محبت اور بھائی چارہ پیدا کرنے کی کوشش کی ہے مثلاً: (i) سلام کو عام کرنا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(ii) سلام کا جواب سلام سے زیادہ اچھا دینا۔

(4) اسلام نے سلام کے لیے تین الفاظ دیئے ہیں: (i) السلام علیکم۔ (ii) السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ (iii) السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ کے پاس آ کر کہا: «السلام علیکم» نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''(اس کے لیے) دس نیکیاں ہیں''، پھر ایک دوسرا شخص آیا اور اس نے کہا: «السلام علیکم ورحمۃ اللہ» نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''(اس کے لیے) بیس نیکیاں ہیں''، پھر ایک اور آدمی آیا اور اس نے کہا: «السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ» نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''(اس کے لیے) تیس نیکیاں ہیں۔'' (ترمذی: 2689)

(5) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ ایک دن ایک آدمی نے نبی ﷺ سے پوچھا کہ کون سا اسلام بہتر ہے؟ فرمایا: ''یہ کہ تم کھانا کھلاؤ اور جس کو پہچانو اس کو بھی اور جس کو نہ پہچانو اس کو بھی، الغرض سب کو سلام کرو۔'' (بخاری: 12)

(6) سلام کے فائدے ہیں (i) لوگ ایک دوسرے سے متعارف ہوتے ہیں۔ (ii) لوگ ایک دوسرے کی طرف توجہ دیتے ہیں۔ (iii) لوگوں کے ایک دوسرے سے قریبی روابط بن جاتے ہیں۔

سوال 3: سلام کے آداب کیا ہیں؟

جواب: (1) ملاقات کے وقت پہلا کام سلام ہونا چاہئے۔ (ابوداؤد: 4084، ترمذی: 2721)

(2) سلام کی، دُعائے ملاقات کی حرص رکھنی چاہئے۔ اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے لیے جاری کیا ہے۔ یہی دُعا مسلمانوں کا شعار ہے۔ فرشتوں اور اہلِ جنت کی دُعائے ملاقات ہے: ﴿اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ﴾ (ترمذی: 3368، ابن حبان: 6134)

(3) پورا اسلام کہنے کی حرص رکھنی چاہئے کہ اس کا اجر بہت زیادہ ہے۔ (ابوداؤد: 5195، ترمذی: 2689)

(4) جس کو سلام کیا جائے اس پر جواب دینا واجب ہے۔ (بخاری: 1240، مسلم: 5650، ابوداؤد: 5210)

(5) سلام کا زیادہ بہتر یا اس جیسا جواب دینا چاہئے۔ (النساء: 86)

(6) مُردوں کے سلام سے اجتناب کرنا چاہئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''﴿عَلَيْكَ السَّلَامُ﴾ مت کہو۔ یہ میت کا تحیہ اور سلام ہے بلکہ یوں کہو: ﴿اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ﴾'' (مسند احمد: 2/482، ابوداؤد: 4084)

(7) اہلِ کتاب اور غیر مسلموں کے سلام کی مشابہت نہیں کرنی چاہئے۔ مشابہت جیسے افعال سے ہوتی ہے ایسے ہی اقوال سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بھی ہوتی ہے۔غیر مسلموں سے مشابہت حرام ہے۔(ترمذی:2695،ابویعلیٰ:1870،صحیح الجامع:2946)اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ ہاتھ یا انگلی سے اشارہ نہیں کر سکتے جیسا کہ عام طور پر لوگ کرتے ہیں۔اسی طرح Good Morning وغیرہ جیسے الفاظ استعمال کرنے درست نہیں۔

(8)غیر مسلموں سے سلام کرتے ہوئے ابتدا نہیں کرنی چاہئے۔(مسلم:5661)

(9)غیر مسلموں کے سلام کے جواب میں وعلیکم کہنا چاہئے۔(بخاری:6024،مسلم:5656،ترمذی:1603،ابوداؤد:5206)

(10)کون کس کو سلام کرے؟(i)سوار پیدل کو۔(ii)تھوڑے لوگ زیادہ لوگوں کو۔(iii)پیدل کھڑے ہوئے کو۔(iv)چھوٹا بڑے کو۔(بخاری:6231،ترمذی:2705)

(11)مجلس سے اُٹھتے اور باہر نکلتے ہوئے سلام کرنا چاہئے۔عام طور پر لوگ مجلس میں داخل ہوتے ہوئے سلام کرتے ہیں مگر باہر نکلتے ہوئے سلام نہیں کرتے۔یہ خلافِ سنت ہے۔(ابوداؤد:5208،ترمذی:2706)اسی طرح جب مجلس میں دوبارہ واپس آئیں تو سلام کرنا چاہئے کیونکہ سلام پھیلانا محبت میں اضافہ کرتا ہے۔

(12)آمنے سامنے سلام کرتے ہوئے ایک دوسرے کے ہاتھ تھام کر مصافحہ کرنا چاہئے۔اس کا بڑا اجر ہے اور یہ مسلمانوں کے درمیان محبت بڑھانے والا عمل ہے۔(ترمذی:2727،ابوداؤد:5212)ان احادیث سے مصافحے کے بارے میں پتہ چلتا ہے کہ یہ مستحب عمل ہے۔

(13)جب دو لوگوں کے درمیان کوئی چیز حائل ہو جائے تو سلام کا اِعادہ کرنا چاہئے۔یہ رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے۔جب ان کے درمیان کوئی دیوار، پتھر یا درخت حائل ہو جاتا تو سلام کرتے۔(صحیح الجامع:355،شعب الایمان:8860)

(14)مسجد میں داخل ہو کر تحیۃ المسجد پڑھے بغیر سلام نہیں کرنا چاہئے۔(ترمذی:757)

(15)سوال اور کلام کرنے سے پہلے سلام کرنا چاہئے۔(سلسلہ احادیث صحیحہ:816،ترمذی:2699)

(16)قضائے حاجت کے وقت سلام نہیں کرنا چاہئے۔(ابوداؤد:17)

(17)سونے والوں کے پاس جائیں تو پست آواز میں سلام کرنا چاہئے۔نبی ﷺ سونے والوں کے قریب ایسے سلام کرتے تھے جس سے جاگنے والے سُن لیں اور سونے والے بیدار نہ ہوں۔(مسلم:5362)

(18)بچوں کے پاس سے گزرتے ہوئے ان کے دل کو خوش کرنے کے لیے سلام کرنا چاہئے۔(بخاری:6247،مسلم:5663)

(19)جس مجلس میں مسلمان اور مشرک ہوں انہیں سلام کیا جائے گا۔مشترکہ مجلس میں اسلام کے حق کی تعظیم کے لیے سلام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیا جائے گا۔(بخاری:6254،مسلم:4659)

(20)عورتوں کی مجلس کے پاس سے گزرتے ہوئے سلام کرنا چاہئے۔(ابوداؤد:5204،ترمذی:2697)

(21)جب کوئی نہ سنے تو تین بار سلام کا اعادہ کرنا چاہئے۔(بخاری:6244)اگر کوئی فاصلے پر ہو اور نہ سُن پائے تو تین بار سلام کیا جاسکتا ہے۔

﴿اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ وَمَنْ اَصْدَقُ

''اللہ تعالیٰ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ تم سب کو قیامت کے دن ضرور جمع کرے گا جس میں کوئی شبہ نہیں اور اللہ تعالیٰ

مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا﴾

سے زیادہ بات میں سچا اور کون ہے!''(87)

سوال1: قیامت کی جو یقین دہانی کروائی گئی ہے،اس کی وضاحت ﴿اَللّٰهُ...حَدِيْثًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾''اللہ تعالیٰ وہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں''اللہ تعالیٰ ایک معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔(ایسرالتفاسیر)

(2)﴿لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ﴾''وہ تم سب کو قیامت کے دن ضرور جمع کرے گا جس میں کوئی شبہ نہیں''اللہ تعالیٰ نے قسم کھا کر یقین دلایا ہے کہ وہ قیامت کے دن تم سب کو جمع کرے گا جس دن کے آنے میں کوئی شک نہیں اور ہر شخص کو اس کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔رب العزت نے اسی بارے میں فرمایا:﴿اَلَا يَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّهُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ۙ﴿۴﴾ لِيَوْمٍ عَظِيْمٍ ۙ﴿۵﴾ يَّوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ؕ﴿۶﴾﴾''کیا یہ لوگ یقین نہیں رکھتے کہ یقیناً وہ اُٹھائے جانے والے ہیں؟ ایک بہت بڑے دن میں۔جس دن تمام لوگ جہانوں کے رب کے سامنے کھڑے ہوں گے۔''(المطففین:4-6)

(3)سبھی اس کے حضور اکٹھے ہوں گے منافق بھی اور مشرک بھی۔جیسا کہ فرمایا:﴿وَاِنْ كُلٌّ لَّمَّا جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ﴾''اور یہ سب ہمارے پاس حاضر کیے جانے والے ہیں۔''(یٰس:32)

(4)﴿قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ ۙ﴿۴۹﴾ لَمَجْمُوْعُوْنَ ۙ اِلٰى مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ؕ﴿۵۰﴾﴾''آپ کہہ دیں بلاشبہ پہلے اور پچھلے۔ایک معلوم دن کے مقررہ وقت پر یقیناً جمع کیے جانے والے ہیں۔''(الواقعہ:49,50)

(5)انسان کی تربیت کا آغاز اس عقیدے سے ہوتا ہے کہ(i)اللہ تعالیٰ ایک دن تمام انسانوں کو حشر کے میدان میں اپنے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سامنے کھڑا کرے گا۔(ii)اللہ تعالیٰ ان سارے اختیارات کا حساب لے گا جو دنیا میں انسانوں کو دیئے گئے ہیں۔

(ii)اس بات کی باز پرس ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کی ہدایات اور اس کے قوانین پر کہاں تک عمل کیا۔

(6)اللہ تعالیٰ نے اس عقیدے کے ذریعے ہر ایک کے ضمیر میں ایک نگہبان بٹھا دیا ہے۔

(7)﴿وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر بات میں سچا اور کون ہے!'' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ﴿وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا﴾ اور ﴿وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا﴾ میں اس بات کی خبر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بات، اس کی خبریں اور اس کے اقوال صداقت کے اعلیٰ ترین مراتب پر ہیں، لہٰذا ہر وہ بات جو عقائد، علوم اور اعمال کے بارے میں کہی گئی ہو اگر وہ اللہ تعالیٰ کی خبر کے خلاف ہے تو وہ باطل ہے کیونکہ یہ امور یقینی طور پر سچی خبر کے متناقض ہیں۔ان کا حق ہونا ممکن ہی نہیں۔(تفسیر سعدی:557/1)

سوال2:اس مقام پر عقیدۂ توحید اور عقیدۂ آخرت کو لانے کی حکمت بیان کریں؟

جواب:(1)اسلامی نظامِ زندگی کا پہلا قدم عقیدۂ توحید ہے۔(2)عقیدۂ توحید کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی اکیلا حاکم ہے۔(3)اسلامی نظامِ زندگی میں ایک فرد کی تربیت ہو یا اسلامی معاشرے کا قیام ہو یا اسلامی قانون بنانا ہو یا اسلامی انتظامیہ قائم کرنی ہو یا بین الاقوامی قانون کا معاملہ ہو، آغاز اللہ تعالیٰ کی حاکمیت سے ہوگا۔انسان کے قلب پر بھی اور اس کرۂ ارض پر بھی اللہ تعالیٰ ہی حاکم ہے۔

﴿فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا ؕ اَتُرِيْدُوْنَ

''پھر تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ منافقوں کے بارے میں دو گروہ بن رہے ہو؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس وجہ سے جو انہوں نے کمایا انہیں اوندھا

اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ

کر دیا ہے۔کیا تم چاہتے ہو کہ انہیں ہدایت دو جنہیں اللہ تعالیٰ نے گمراہ کیا ہے؟ اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کر دیں اس کے لیے

سَبِيْلًا﴾

آپ ہرگز کوئی راستہ نہیں پائیں گے''(88)

سوال1:اس آیت کا شانِ نزول کیا ہے؟

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1) سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے بارے میں فرمایا کہ کچھ لوگ منافقین جو (اوپر سے) نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے جنگ احد میں (آپ ﷺ کو چھوڑ کر) واپس چلے آئے تو ان کے بارے میں مسلمانوں کی دو جماعتیں ہو گئیں۔ایک جماعت تو یہ کہتی تھی کہ (یارسول اللہ! ﷺ) ان (منافقین) سے قتال کیجئے اور ایک جماعت یہ کہتی تھی کہ ان سے قتال نہ کیجئے۔اس پر یہ آیت اتری اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''یہ مدینہ طیبہ ہے، یہ خباثت کو اس طرح دور کر دیتا ہے جیسے آگ چاندی کی میل کچیل کو دور کر دیتی ہے۔'' (بخاری:4589)

(2) عوفی نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت مکہ کے کچھ لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جنہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا لیکن وہ مشرکوں کو غالب کرنا چاہتے تھے، وہ اپنی کسی ضرورت سے مکہ سے نکلے تو اس وقت کہنے لگے کہ اگر اصحاب محمد ﷺ سے ہماری ملاقات ہو گئی تو کوئی حرج نہیں ہے۔مومنوں کو جب ان کے بارے میں معلوم ہوا کہ یہ مکہ سے روانہ ہو چکے ہیں چنانچہ ان کے بارے میں ایک جماعت کہنے لگی کہ ان نامرادوں کے پیچھے جاؤ اور انہیں قتل کر دو، یہ تمہارے دشمن کو تم پر غالب کرنا چاہتے ہیں۔مومنوں کی ایک دوسری جماعت نے کہا کہ سبحان اللہ! کیا تم ایسے لوگوں کو قتل کرنا چاہتے ہو جو تمہاری ہی طرح مسلمان ہیں؟ محض اس وجہ سے قتل کرنا چاہتے ہو کہ انہوں نے ہجرت نہیں کی اور اپنے گھروں کو نہیں چھوڑا اور اس وجہ سے تم ان کے خونوں اور مالوں کو حلال سمجھنے لگے ہو؟ اس طرح مسلمان دو جماعتوں میں تقسیم ہو گئے، حالانکہ رسول اللہ ﷺ بھی ان کے درمیان موجود تھے اور آپ ﷺ نے (ابھی تک) ان میں سے کسی کو کسی بات سے روکا بھی نہ تھا، تب اسی موقع پر اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کو نازل فرمایا۔ (تفسیر طبری:5/263)

سوال 2: منافقوں کے معاملے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان ہونے والے اختلاف کے بارے میں کیا راہ نمائی کی گئی، اس کی وضاحت ﴿فَمَا لَكُمْ ... سَبِيلًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1) ﴿فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ﴾ ''پھر تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ منافقوں کے بارے میں دو گروہ بن رہے ہو؟'' ان آیات کریمہ میں مذکور منافقین سے مراد وہ منافقین ہیں جو اپنے اسلام کا اظہار کرتے تھے اور اپنے کفر کے ساتھ ساتھ انہوں نے ہجرت بھی نہیں کی، ان کے بارے میں صحابہ کرام میں اشتباہ واقع ہو گیا، چنانچہ بعض صحابہ ان منافقین کے اظہار اسلام کے باعث ان کے ساتھ قتال اور قطع موالات میں حرج سمجھتے تھے اور بعض صحابہ کو چونکہ ان کے افعال کے قرینے سے ان کے احوال کا علم تھا اس لیے انہوں نے ان پر کفر کا حکم لگایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس معاملہ کے بارے میں آگاہ فرمایا کہ تمہارے لیے مناسب نہیں کہ تم ان کے بارے میں کسی قسم کے شک وشبہ میں مبتلا ہو، بلکہ ان کا معاملہ بالکل واضح

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے اور اس میں کوئی اشکال نہیں کہ وہ منافق ہیں وہ اپنے کفر کا بار بار اظہار کر چکے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ وہ یہ بھی چاہتے ہیں کہ تم بھی کافر بن کر انہی کی مانند ہو جاؤ۔ (تفسیر سعدی:559,558/1)

(2) تعجب کا اظہار اس لیے کیا گیا کہ شہادتیں موجود ہیں پھر مؤقف کیوں کمزور ہے؟ حالانکہ انہیں دوٹوک اور فیصلہ کن مؤقف اختیار کرنا چاہیے۔

(3) منافقین کے بارے میں مومنوں کی دو آراء نہیں ہونی چاہئیں۔ سب کو بالاتفاق ان سے عداوت رکھنی چاہئے۔ منافقین کی حمایت ایمان والوں کی شان نہیں۔

(4) ارشاد ربانی ہے: ﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ۭ اُولٰۗىِٕكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ۭ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۭ اُولٰۗىِٕكَ حِزْبُ اللّٰهِ ۭ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ ''آپ ان لوگوں کو نہیں پائیں گے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں کہ وہ اُن لوگوں سے دوستی رکھتے ہوں جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی مخالفت کی، اگرچہ وہ اُن کے باپ ہوں یا اُن کے بیٹے ہوں یا اُن کے بھائی ہوں یا اُن کا خاندان ہو۔ یہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان لکھ دیا ہے اور اُن کو اپنی جناب سے ایک رُوح کے ساتھ قوت دی ہے اور اُنہیں وہ ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہہ رہی ہیں، وہ اُن میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، اللہ تعالیٰ اُن سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو گئے۔ یہی لوگ اللہ تعالیٰ کا گروہ ہیں۔ سن لو! اللہ تعالیٰ کے گروہ کے لوگ ہی یقیناً فلاح پانے والے ہیں۔'' (المجادلہ:22)

(5) ﴿وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا﴾ ''حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس وجہ سے جو انہوں نے کمایا انہیں اوندھا کر دیا ہے'' انہیں جنگ اور کفر کی طرف اوندھا کر دیا۔ (تفسیر منیر:198/3) مسلمانوں کے مابین ہونے والے اختلافِ رائے کا فیصلہ کیا گیا کہ تم ان کے بارے میں جھگڑتے ہو اور اللہ تعالیٰ نے ان کی بدنیتیوں اور بداعمالیوں کی وجہ سے انہیں اُلٹا پھیر دیا ہے یعنی کفر کی طرف پھیر دیا ہے۔

(6) ﴿اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ﴾ ''کیا تم چاہتے ہو کہ انہیں ہدایت دو جنہیں اللہ تعالیٰ نے گمراہ کیا ہے'' رب العزت نے یہ سوال اس لیے کیا ہے کہ مسلمان منافقوں کے معاملے میں اختلاف نہ کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گمراہ ہونے کا فیصلہ کیا ہے۔(صفوۃ التفاسیر:271/1)

(7)اس سے یہ دلیل ملتی ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کردے اسے انسان ہدایت نہیں دے سکتے جیسے نبی ﷺ کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا:﴿اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ﴾''یقینا آپ جسے چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے مگر اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔اور وہ ہدایت پانے والوں کو زیادہ جاننے والا ہے۔''(القصص:56)(تفسیر فتح القدیر:632/1)

(8)اللہ تعالیٰ جن کو گمراہ کرنا چاہتے ہیں ان کے اعمال کی وجہ سے گمراہ کرتے ہیں پھر وہ ہدایت کی طرف کوئی راستہ نہیں پاتے۔(الاساس فی التفسیر:1140/2)

(9)﴿وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا﴾''اور جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کردیں اس کے لیے آپ ہرگز کوئی راستہ نہیں پائیں گے''یعنی رشد و ہدایت کی طرف اور دلیل طلب کرنے کی طرف راستہ نہیں پاتے۔(قرطبی:211/3)جو ہدایت کی نہ نیت کرتے ہیں،نہ ارادہ،جو گمراہی کی نیت بھی رکھتے ہیں اور ارادہ بھی کرتے ہیں،جو گمراہی کے راستے پر چلنے کے لیے کوششیں کرتے ہیں،جو گمراہی کے راستے پر بہت آگے بڑھ جاتے ہیں ان کے لیے ہدایت کا راستہ بند ہو جاتا ہے کیونکہ انہوں نے صراطِ مستقیم کے سارے نشانات گم کردیئے ہیں۔

﴿وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ

''وہ چاہتے ہیں جیسا کہ انہوں نے کفر کیا ہے کاش!تم بھی کفر کرو کہ تم سب برابر ہو جاؤ،چنانچہ ان میں سے تم کسی کو دوست نہ بناؤ

حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ

جب تک وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت نہ کریں۔پس اگر وہ منہ پھیر لیں تو جہاں بھی تم ان کو پاؤ،

وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا﴾

انہیں پکڑو اور قتل کرو اور ان میں سے کوئی دوست اور نہ کوئی مددگار بناؤ''(89)

سوال1:منافق مسلمانوں کو بھی گمراہ کرنا چاہتے ہیں،اس کی وضاحت﴿وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ...فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً﴾''وہ چاہتے ہیں جیسا کہ انہوں نے کفر کیا ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کاش! تم بھی کفر کرو کہ تم سب برابر ہو جاؤ'' محمد بن کعب کا قول ہے، فرماتے ہیں: کاش! تم بھی اسی طرح کفر کرو جیسے انہوں نے کفر کیا ہے اس طرح سب برابر ہو جاؤ۔ (ابن ابی حاتم: 1025/3)

(2) منافقین خود تو گمراہ ہوئے ہی ہیں مسلمانوں کے بارے میں بھی ان کی یہ خواہش ہے کہ وہ بھی کفر کا راستہ اختیار کر لیتے تو اچھا ہوتا۔ اس طرح ان کے اصل مؤقف یعنی کفر کی طرف لوٹ جانے کا اظہار ہوتا ہے۔

(3) قرآن کریم مسلمانوں کے اندر خوفناک احساس اُبھارتا ہے کہ ''وہ تو چاہتے ہیں تم بھی اسی طرح کافر ہو جاؤ'' مسلمانوں میں یہ خوف اس لیے پیدا ہو جاتا ہے کہ (i) انہوں نے نیا نیا کفر چھوڑ کر اسلام کو اپنایا تھا۔ (ii) مسلمانوں کے اندر یہ شعور موجود تھا کہ ان کی زندگی میں کتنی بڑی تبدیلی آئی ہے۔ (iii) مسلمانوں کے اندر یہ شعور موجود تھا کہ ان کا شعور کیسے بلند ہوا ہے۔ (iv) مسلمانوں کو یہ شعور تھا کہ جاہلیت کے مقابلے میں ان کے معاشرے کو کتنی سربلندی نصیب ہوئی ہے۔ مسلمانوں کے لیے یہ اشارہ کافی ہو گیا کہ وہ تو چاہتے ہیں کسی طرح تم بھی کافر ہو جاؤ۔ اس طرح سے قرآنِ مجید نے اپنے مخصوص تربیتی انداز میں اصل نقصان واضح کر کے ان کے دلوں میں دشمنی جگائی ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو تمہیں پھر پستی کی طرف لوٹانا چاہتے ہیں۔

(4) اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ ''چنانچہ ان میں سے تم کسی کو دوست نہ بناؤ جب تک وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت نہ کریں'' دارُالحرب (مکہ) میں رہنے والے مسلمانوں سے دوستی کے لیے ہجرت کی شرط عائد کر دی گئی اور وہ ہجرت بھی صرف اللہ تعالیٰ کے لیے اور اُسی کے راستے میں ہو یعنی ایسے اسلامی معاشرے کے قیام کے لیے ہو جو اسلام کے مطابق زندگی گزار رہا ہو۔

(5) یہ ممانعت ان کے ساتھ عدم محبت کو لازم ٹھہراتی ہے کیونکہ موالات اور دوستی محبت ہی کی ایک شاخ ہے۔ نیز یہ ممانعت ان کے ساتھ بغض اور عداوت کو لازم ٹھہراتی ہے کیونکہ کسی چیز سے ممانعت درحقیقت اس کی ضد کا حکم ہے اور اس حکم کی مدت ان کی ہجرت تک ہے۔ (تفسیر سعدی)

(6) اس آیت سے یہ صورت سامنے آ رہی ہے: (i) ابھی تک مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان خاندانی اور قبائلی تعلقات باقی تھے۔ (ii) اس سے یہ بھی پتہ چل رہا ہے کہ ان تعلقات کی ان کے دلوں میں قدر و قیمت تھی۔ (iii) اس سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ شاید یہ اقتصادی مفادات کی خاطر بھی ہوا ہے۔

سوال 2: اسلامی معاشرے کا ممبر بننے کے لیے کیا شرائط ہیں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)دارُالکفر کوخیر باد کہہ دیں یعنی اپنے اہل وعیال کو(اگر وہ اسلام قبول نہیں کرتے) چھوڑ دیں،اپنے ملک اوراپنی مصلحتوں کو چھوڑ دیں اور ہجرت کرلیں۔(2)دارالاسلام میں اسلامی نظام کے تحت زندگی گزاریں۔

(3)جس معاشرے میں اسلامی شریعت جاری ہواس کی طرف آنے والے مہاجرین کواسلامی معاشرے کا ممبر بنایا جائے گا۔

سوال3:ہجرت کی وضاحت کریں؟

جواب:ہجرت کی کئی قسمیں ہیں۔(1)ہجرت مدینہ جو نبی ﷺ کی نصرت کے لیے تھی اوراسلام کی ابتداء میں واجب تھی حتیٰ کہ نبی ﷺ نے فرمایا:''فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں۔''(بخاری)(2)منافقوں کی نبی ﷺ کے ساتھ غزوات میں ہجرت تھی۔دارالاسلام میں جولوگ اسلام لے آتے تھے ان پر ہجرت واجب ہوجاتی تھی۔

(3)مسلمانوں کی ہجرت اس چیز سے جواللہ تعالیٰ نے ان پر حرام کی ہو جیسا کہ بخاری،ابوداؤد اورنسائی میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ مہاجروہ ہے جواس چیز کوچھوڑ دے جس سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہو یا جواس چیز کوچھوڑ دے جواللہ تعالیٰ نے اس پر حرام کی ہو،دنوں ہجرتیں ثابت ہیں۔

(4)نافرمانوں کی ہجرت یہاں تک کہ ان کی تادیب ہو،ان سے نہ کلام کیا جائے یہاں تک کہ وہ توبہ کرلیں جیسا کہ نبی ﷺ نے کعب بن مالک اوران کے ساتھیوں کے ساتھ کیا۔(تفسیر منیر:3/204،205)

سوال4:اگردارالحرب میں رہنے والے مسلمان کلمہ پڑھنے کے بعد ہجرت کی شرط قبول نہ کریں توان کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا،اس کی وضاحت ﴿فَاِنْ تَوَلَّوْا ...وَّلَا نَصِيْرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)اگردارالحرب میں رہنے والے مسلمان کلمہ پڑھنے کے بعد ہجرت کی شرط قبول نہ کریں توان کے ساتھ یہ معاملہ کیا جائے گا کہ (i)﴿فَخُذُوْهُمْ﴾''انہیں پکڑ کرقید کرلو۔''(ii)﴿وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ﴾''جہاں پاؤ انہیں قتل کردو۔''(iii)﴿وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا﴾''ان میں سے کسی کودوست نہ بناؤ۔''﴿وَّلَا نَصِيْرًا﴾''اوران میں سے کسی کومددگار نہ بناؤ۔''

(2)﴿فَاِنْ تَوَلَّوْا﴾''پس اگروہ منہ پھیرلیں''ابوبکر نے کہا:اگروہ ایمان اورہجرت سے منہ پھیریں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے﴿حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾''جب تک وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت نہ کریں''سے ہجرت اورایمان دونوں کا اشتراک ملتا ہے۔(تفسیر قاسمی:5/275)

(3)﴿فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ﴾''توجہاں بھی تم ان کو پاؤ،انہیں پکڑواورقتل کرو''اگروہ ہجرت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرنے سے انکار کریں تو اگرچہ وہ اسلام کا اظہار کریں ان کے ساتھ کافروں جیسا برتاؤ کرو کیونکہ دارالکفر چلے جانے کے بعد ان کا کفر کھل کر سامنے آ گیا اس لیے انہیں گرفتار کرو اور حل وحرم جہاں پاؤ انہیں قتل کر دو۔ (تیسیر الرحمٰن)

(4)﴿وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا﴾ ''اور ان میں سے کسی کو دوست نہ بناؤ اور ان میں سے کسی کو مددگار نہ بناؤ'' ان سے دوستی ترک کر دو اور اپنے دشمنوں کے مقابلے کے لیے ان کی مدد نہ مانگو۔

﴿اِلَّا الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ اَوْ جَآءُوْكُمْ

''سوائے ان لوگوں کے جو ایسے لوگوں سے وابستہ ہوں کہ تمہارے درمیان اور ان کے درمیان معاہدہ ہے یا وہ تمہارے پاس

حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ اَنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ اَوْ يُقَاتِلُوْا قَوْمَهُمْ ۭ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَسَلَّطَهُمْ

اس حال میں آئیں کہ ان کے سینے تنگ ہیں کہ وہ تم سے لڑیں یا اپنی قوم سے لڑیں، اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ضرور انہیں تم پر مسلط

عَلَيْكُمْ فَلَقٰتَلُوْكُمْ ۚ فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ وَاَلْقَوْا اِلَيْكُمُ

کر دیتا، پھر وہ ضرور تم سے لڑتے۔ سو اگر وہ تم سے کنارہ کشی اختیار کریں اور تم سے جنگ نہ کریں اور تمہاری طرف صلح کا پیغام بھیجیں

السَّلَمَ ۙ فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيْلًا﴾

تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے خلاف تمہارے لیے کوئی راستہ نہیں رکھا'' (90)

سوال: جنگ کے حکم سے کن واجبُ القتل منافقوں کو مستثنیٰ رکھا گیا ہے، اس کی وضاحت ﴿اِلَّا الَّذِيْنَ ... سَبِيْلًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿اِلَّا الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ﴾ ''سوائے ان لوگوں کے جو ایسے لوگوں سے وابستہ ہوں کہ تمہارے درمیان اور ان کے درمیان معاہدہ ہے'' یعنی جنگ کے حکم سے ان منافقوں کو مستثنیٰ رکھا گیا جو کسی ایسی قوم میں چلے جائیں جن کے اور تمہارے درمیان معاہدہ ہے کہ اتنے عرصے تک وہ مسلمانوں سے جنگ نہیں کریں گے۔ ایسے لوگوں کا پیچھا نہیں کیا جائے گا۔

(2)﴿اَوْ جَآءُوْكُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ اَنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ اَوْ يُقَاتِلُوْا قَوْمَهُمْ﴾ ''یا وہ تمہارے پاس اس حال میں آئیں کہ ان کے سینے تنگ ہیں کہ وہ تم سے لڑیں یا اپنی قوم سے لڑیں'' ایسے منافقوں سے بھی جنگ نہیں کی جائے گی جو غیر جانبدار ہوں۔ نہ وہ اپنی قوم کا ساتھ دے کر آپ سے لڑنا چاہتے ہیں، نہ آپ سے مل کر اپنی قوم سے لڑنا چاہتے ہیں۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

ایسے لوگ اگر اپنی قوم سے مل کر لڑنے آ بھی جائیں مگر دل میں تنگی محسوس کریں تو ان کے ساتھ بھی جنگ نہیں کی جائے گی۔

(3)﴿وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقٰتَلُوْكُمْ﴾ ''اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو انہیں تم پر مسلط کر دیتا پھر وہ ضرور تم سے لڑتے'' ان کافروں کی قوت کی طرف اشارہ ہے کہ انہیں چھیڑنا ان کی پوشیدہ قوت کو ظاہر کرنے پر انہیں مجبور کرنا ہے۔ اس لیے اگر وہ اپنی قوت کے باوجود مسلمانوں سے قتال نہیں کرتے اور صلح و آشتی کے ساتھ رہنا چاہتے ہیں تو انہیں نہ قید کیا جائے اور نہ قتل کیا جائے اس لیے کہ اسلام کو ان سے کوئی نقصان نہیں ہے۔ (تیسیر الرحمٰن)

(4)﴿فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ وَاَلْقَوْا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيْلًا﴾ ''سو اگر وہ تم سے کنارہ کشی اختیار کریں اور تم سے جنگ نہ کریں اور تمہاری طرف صلح کا پیغام بھیجیں تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے خلاف تمہارے لیے کوئی راستہ نہیں رکھا'' یہ لوگ اگر تم سے جنگ کرنے سے کنارہ کشی اختیار کریں اور تم سے صلح کے خواہش مند ہوں تو جب تک وہ اس حال پر ہیں تمہیں ان سے جنگ کرنے کا روا نہیں۔ ان لوگوں کو ان ہاشمیوں کی طرح سمجھو جو بدر کے موقعہ پر مشرکوں کے ساتھ آئے تھے اور جنگ کرنے کو ان کا جی نہیں چاہتا تھا جیسے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ۔ اسی لیے اس روز رسول اللہ ﷺ نے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کے قتل سے منع کیا اور گرفتار کر لینے کا حکم دیا۔ (مختصر ابن کثیر: 1/351)

(5) ابن ابی حاتم اور حافظ ابن مردویہ نے حسن بصری رحمہ اللہ سے موقوف روایت کی ہے کہ بدر و احد کے غزوات کے بعد سراقہ بن مالک مدلجی رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو میری قوم (بنی مدلج) پر چھاپہ مارنے کے لیے بھیجنا چاہتے ہیں۔ میری رائے ہے کہ آپ ان سے صلح کر لیں اور جب آپ کی قوم اسلام لے آئے گی تو وہ لوگ بھی اسلام لے آئیں گے اور اگر وہ لوگ اسلام نہیں لائیں گے تو مناسب نہیں کہ آپ اپنی قوم کو ان پر غالب کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی بات سن کر سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور کہا: ''اس کے ساتھ جاؤ اور یہ جیسے چاہتا ہے ویسے کرو۔'' چنانچہ سیدنا خالد رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ اس شرط پر صلح کر لی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے خلاف ان کے دشمنوں کی مدد نہیں کریں گے اور جب قریش اسلام لے آئیں گے تو وہ بھی اسلام لے آئیں گے تو اللہ تعالیٰ نے ﴿اِلَّا الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ اِلٰى قَوْمٍ﴾ نازل فرمائی۔ (تیسیر الرحمٰن)

(6) قتادہ رحمہ اللہ نے فرمایا: اس آیت کو سورہ براء کی آیت نے منسوخ کر دیا اور ہر عہد والے کا معاہدہ ان کی طرف توڑ کر پھینک دیا گیا اور نبی ﷺ کو حکم دیا گیا کہ مشرکوں کو قتل کر دو۔ (ابن ابی حاتم: 3/1028)

﴿سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِيْنَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّاْمَنُوْكُمْ وَيَاْمَنُوْا قَوْمَهُمْ ۭ كُلَّمَا رُدُّوْٓا اِلَى

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"جلد ہی تم کچھ لوگوں کو پاؤ گے جو ارادہ رکھتے ہیں کہ تم سے بھی امن میں رہیں اور اپنی قوم سے بھی امن میں رہیں، مگر جب کبھی

الْفِتْنَةِ اُرْكِسُوْا فِيْهَا ۚ فَاِنْ لَّمْ يَعْتَزِلُوْكُمْ وَيُلْقُوْٓا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ وَيَكُفُّوْٓا

انہیں فتنے کی طرف لوٹایا جاتا ہے تو اُس میں اوندھے ڈال دیے جاتے ہیں، چنانچہ وہ اگر تم سے الگ نہ رہیں اور تم پر صلح بھی پیش نہ کریں

اَيْدِيَهُمْ فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ ۭ وَاُولٰۗىِٕكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ

اور اپنے ہاتھ تم سے نہ روکیں تو تم اُن کو پکڑ واور جہاں بھی انہیں پاؤ قتل کرو اور یہی لوگ ہیں جن کے خلاف ہم نے

عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴾ ع 12 4 9

تمہارے لیے واضح دلیل بنادی ہے" (91)

سوال: امن کا اعلان کرنے لیکن موقع ملنے پر اسلام دشمنی کرنے والے منافقوں کے بارے میں کیا حکم دیا گیا ہے، اس کی وضاحت ﴿سَتَجِدُوْنَ...مُّبِيْنًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) امن کا اعلان کرنے لیکن موقع ملنے پر اسلام دشمنی کرنے والے منافقوں کے ساتھ جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

(2) ﴿سَتَجِدُوْنَ اٰخَرِيْنَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّاْمَنُوْكُمْ وَيَاْمَنُوْا قَوْمَهُمْ﴾ "جلد ہی تم کچھ لوگوں کو پاؤ گے جو ارادہ رکھتے ہیں کہ تم سے بھی امن میں رہیں اور اپنی قوم سے بھی امن میں رہیں" ابن جریر نے مجاہد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ یہ آیت مکہ کے کچھ لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے، وہ جب نبی اکرم ﷺ کے پاس آتے تو ریاکاری کی وجہ سے آپ کو سلام کہتے اور جب قریش کے پاس واپس جاتے تو اپنے بتوں کے سامنے اوندھے منہ گر جاتے اور اس طرز عمل سے وہ یہ چاہتے تھے کہ اپنے آپ کو دونوں کے ہاں محفوظ کر لیں تو اس وجہ سے ان سے لڑنے کا حکم دیا گیا، بشرطیکہ وہ کنارہ کشی اختیار نہ کریں اور صلح نہ کر لیں۔ (تفسیر طبری:273/5)

(3) ﴿كُلَّمَا رُدُّوْٓا اِلَى الْفِتْنَةِ اُرْكِسُوْا فِيْهَا﴾ "مگر جب کبھی انہیں فتنے کی طرف لوٹایا جاتا ہے تو اُس میں اوندھے ڈال دیے جاتے ہیں" یہاں فتنہ سے مراد شرک ہے۔ جب کبھی انہیں شرک کی طرف بلایا جاتا ہے تو وہ برے طریقے سے شرک اختیار کرتے ہیں اس طرح وہ کفار کی طرف لوٹ جاتے ہیں۔ (تفسیر منیر:203/3)

(4) یہ لوگ ظاہری صورت میں تو ان لوگوں ہی کی طرح ہیں جن کا پہلے ذکر ہوا لیکن یہ نیت کے اعتبار سے ان سے مختلف ہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ یہ منافق ہیں۔(المصباح المنیر :155/2)

(5)﴿فَاِنْ لَّمْ يَعْتَزِلُوْكُمْ وَيُلْقُوْٓا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ وَيَكُفُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ﴾ ''چنانچہ وہ اگر تم سے الگ نہ رہیں اور تم پر صلح بھی پیش نہ کریں اور اپنے ہاتھ تم سے نہ روکیں تو تم اُن کو پکڑو اور جہاں بھی انہیں پاؤ، قتل کرو'' اگر وہ تم سے الگ نہ رہیں اور صلح بھی پیش نہ کریں اور اپنے ہاتھ تم سے نہ روکیں تو جہاں کہیں ملیں انہیں گرفتار کرو اور قتل کر دو۔

(6)﴿وَاُولٰٓئِكُمْ جَعَلْنَا لَكُمْ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا﴾ ''اور یہی لوگ ہیں جن کے خلاف ہم نے تمہارے لیے واضح دلیل بنادی ہے'' اسلام بدترین منافقوں سے جنگ کی کھلی چھوٹ دیتا ہے جو ''امن'' کا اعلان کریں اور جب موقع ملے تو اسلام دشمنی کریں۔

(7)امام رازی نے لکھا ہے: بہتوں کے نزدیک یہ آیت دلیل ہے کہ جو کفار صلح کی خواہش کا اظہار کریں اور مسلمانوں کو ایذاء نہ پہنچائیں تو ان سے قتال کرنا جائز نہیں ہے۔(تیسیر الرحمن:284)

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا ۚ وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا فَتَحْرِيْرُ

''اور کسی مومن کا یہ کام نہیں ہے کہ کسی مومن کو قتل کرے مگر غلطی سے اور جو کسی مومن کو غلطی سے قتل کر دے تو ایک مومن غلام آزاد کرنا

رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّصَّدَّقُوْا ۭ فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ

ہے اور مقتول کے گھر والوں کو دیت ادا کرنی ہے مگر یہ کہ وہ صدقہ کر (کے معاف کر) دیں۔ پھر اگر مقتول ایسی قوم سے ہو جو تمہاری دشمن ہے

وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۭ وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ

حالانکہ وہ خود مومن ہو تو ایک مومن غلام کو آزاد کرنا ہے اور اگر وہ ایسی قوم سے ہو جس کے اور تمہارے درمیان معاہدہ ہو چکا ہو تو دیت

مِّيْثَاقٌ فَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖ وَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۭ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ

ادا کرنی ہے جو اس کے گھر والوں کے حوالے کی گئی ہو اور ایک مومن غلام کو آزاد کرنا ہے تو جو کوئی نہ پائے (غلام) تو اس پر دو مہینے کے لگاتار

شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ ۡ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

روزے رکھنا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے توبہ کے لیے ہیں۔اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا،کمال حکمت والا ہے"(92)

سوال1:اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب:ابن جریر نے عکرمہ سے روایت کیا ہے کہ حارث بن یزید بنی عامر بن لوی سے تھے، یہ ابوجہل کے ساتھ عیاش بن ابی ربیعہ کو سخت تکالیف دیا کرتے تھے، پھر حارث بن یزید ہجرت کر کے رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں آ گئے۔ مقام حرہ میں ان کو عیاش ملے،انہوں نے یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ کافر ہیں انہیں قتل کر دیا، اس کے بعد رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر واقعہ بیان کیا،اس پر یہ آیت نازل ہوئی:"اور کسی مومن کی شان نہیں کہ وہ کسی مومن کو بلا تحقیق قتل کرے لیکن غلطی سے۔"(لباب النقول فی اسباب النزول)(تفسیر ابن عباس:1/289)

سوال2:مسلمانوں کا خون حلال نہیں،اس کی وضاحت ﴿وَمَا كَانَ ... اِلَّا خَطَـًٔا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا﴾"اور کسی مومن کا یہ کام نہیں ہے کہ کسی مومن کو قتل کرے"مومن کا اپنے کسی مومن بھائی کو کسی صورت قتل کرنا روا نہیں۔(مختصر ابن کثیر:1/352)سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:"کسی مسلمان کا خون جو کلمہ ﴿لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ﴾ کا ماننے والا ہو حلال نہیں ہے البتہ تین صورتوں میں جائز ہے۔جان کے بدلہ جان لینے والا،شادی شدہ ہو کر زنا کرنے والا اور اسلام سے نکل جانے والا(مرتد) جماعت کو چھوڑ دینے والا۔"(بخاری:6878)قصاص میں،شادی کے بعد زنا کاری میں اور ارتداد میں خون بہانا حلال ہے پھر اگر ان تین باتوں میں سے کوئی بات پیش آ جائے تو کوئی شخص اس کو قتل نہیں کر سکتا،یہ کام امام یا نائب امام کا ہے۔

(2)﴿اِلَّا خَطَـًٔا﴾"مگر غلطی سے"قتلِ خطا کی کئی صورتیں ہو سکتی ہیں:(i)کوئی شخص کسی جانور کا شکار کرنے کے لیے گولی چلائے یا تیر یا پتھر مارے اور شکار کو لگنے کی بجائے کسی مسلمان کو لگے اور وہ مر جائے۔(ii)کوئی شخص کسی کو کوئی چیز جان بوجھ کر مارے لیکن اسے یہ گمان بھی نہ ہو کہ ہلکی سی چوٹ سے دوسرا شخص مر جائے گا۔(iii)جنگ میں کسی مسلمان کو کافر سمجھ کر مار ڈالے جیسے سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کے والد کو کافر سمجھ کر قتل کر دیا گیا تھا۔(iv)ٹریفک کے حادثہ میں کسی گاڑی سے ٹکر کھا کر یا اس کے نیچے آ کر کوئی مارا جائے۔

سوال3:قتلِ خطا سے توبہ کے لئے کیا طریقہ کار ہے،اس کی وضاحت ﴿وَمَنْ قَتَلَ ... اَنْ يَّصَّدَّقُوْا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـًٔا﴾"اور جو کسی مومن کو غلطی سے قتل کر دے"قتلِ خطا سے توبہ کے لئے دو کام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ضروری ہیں: (i) ایک مومن غلام آزاد کرنا۔ (ii) مقتول کے گھر والوں کو دیت ادا کرنا۔

(2) ﴿فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ﴾ ''تو ایک مومن غلام آزاد کرنا ہے'' کفارے اور توبہ کے لئے مسلمان غلام کی گردن آزاد کرنا۔ ﴿رَقَبَةٍ﴾ غلام یا لونڈی (ایسر التفاسیر:286) ﴿رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ﴾ ''ایک مومن غلام'' قتادہ کے نزدیک جو نماز پڑھے۔ وہ اس بچے کے آزاد کرنے کو مکروہ خیال کرتے تھے جو نماز نہ پڑھتا ہو اور نہ ابھی اس تک پہنچا ہو۔ (جامع البیان:239/5)

(3) غلام قاتل کے مال سے آزاد کیا جائے گا۔ (تفسیر سعدی) (4) امام احمد نے ایک انصاری صحابی کی روایت کو بیان کیا ہے کہ وہ ایک سیاہ رنگ کی لونڈی کو لے کر آیا اور عرض کرنے لگا: اے اللہ کے رسول ﷺ! مجھ پر ایک مومن گردن کی آزادی واجب ہے، اگر آپ اس لونڈی کو مومن سمجھتے ہیں تو میں اسے آزاد کر دیتا ہوں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا: ''کیا تو گواہی دیتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں؟ اس نے کہا: ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تو اس بات کی گواہی دیتی ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟'' اس نے عرض کی: جی ہاں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تو مرنے کے بعد دوبارہ اٹھنے پر ایمان رکھتی ہے؟ اس نے عرض کی: جی ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اسے آزاد کر دو۔'' (مسند احمد:451/3، 452)

(5) ﴿وَدِيَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓى اَهْلِهٖٓ﴾ ''اور مقتول کے گھر والوں کو دیت ادا کرنی ہے'' دیت (خوں بہا) جو بندوں کے حقوق سے متعلق ہے۔ (i) قتل خطا میں قصاص نہیں ہے، صرف دیت ہے۔ اسلام نے قتلِ خطا کی صورت میں یا کسی انسان کو کوئی جسمانی نقصان پہنچانے پر جو معاوضہ رکھا ہے اسے عربی میں 'دِیت' اور فارسی میں 'خوں بہا' کہتے ہیں۔ (ii) احادیث کی رو سے دیت 100 اونٹ یا اس کے مساوی قیمت سونے، چاندی یا کرنسی کی شکل میں دی جائے گی۔ (iii) اس دِیت کی قیمت سنن ابی داؤد کی حدیث کے مطابق آٹھ سو دینار یا آٹھ ہزار درہم اور جامع ترمذی کی روایت کے مطابق بارہ ہزار درہم ہے۔

(6) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں دیت کی قیمت میں کمی بیشی کی اور مختلف پیشوں کے اعتبار سے اس کی مختلف نوعیتیں مقرر کیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اصل دیت سو اونٹ کی بنیاد پر ہر دور کے لحاظ سے قیمت مقرر کی جائے گی۔

(7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ بنی ہذیل کی دو عورتیں آپس میں لڑیں اور ایک نے دوسری عورت پر پتھر پھینک مارا جس سے وہ عورت اپنے پیٹ کے بچے (جنین) سمیت مر گئی۔ پھر (مقتولہ کے رشتہ دار) مقدمہ رسول اللہ ﷺ کے دربار میں لے گئے۔ نبی ﷺ نے فیصلہ کیا کہ پیٹ کے بچے کا خون بہا ایک غلام یا کنیز دینی ہوگی اور عورت کے خون بہا کو قاتل عورت کے عاقلہ (عورت کے باپ کی طرف سے رشتہ دار عصبہ) کے ذمہ واجب قرار دیا۔ (صحیح بخاری:6910)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(8)﴿اِلَّاۤ اَنۡ یَّصَّدَّقُوۡا﴾ ''مگر یہ کہ وہ صدقہ کر (کے معاف کر) دیں'' اسلام مقتول کے ورثاء کو دیت معاف کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔اخوت کے لیے عفوودرگزر مفید ہے۔سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد کا قتل معاف کیا تھا۔اللہ تعالیٰ نے اُحدوالوں کی خطائیں معاف کردی تھیں۔

سوال4:اگر مقتول مومن ہولیکن اس کا خاندان کافر ہوتو کفارے کی کیا صورتیں ہیں،ان کی وضاحت ﴿فَاِنۡ... حَکِیۡمًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)اگر مقتول مومن ہولیکن اس کا خاندان کافر ہوتو قتل خطا کے کفارے کی دوصورتیں ہوسکتی ہیں:

(2)پہلی صورت یہ ہے:﴿فَاِنۡ کَانَ مِنۡ قَوۡمٍ عَدُوٍّ لَّکُمۡ وَ ہُوَ مُؤۡمِنٌ فَتَحۡرِیۡرُ رَقَبَۃٍ مُّؤۡمِنَۃٍ﴾ ''پھر اگر مقتول ایسی قوم سے ہو جو تمہاری دشمن ہے حالانکہ وہ خود مومن ہوتو ایک مومن غلام کو آزاد کرنا ہے'' اگر مقتول مومن ہولیکن کسی دشمن قوم سے تعلق رکھتا ہوتو ایک مسلمان غلام آزاد کرنا ہے(دارُالاسلام کے نقصان کی تلافی کے لیے)غلام میسر نہ آنے کی صورت میں دوماہ کے متواتر روزے رکھنے ہوں گے۔اس کی دیت نہیں ہوگی۔

(3)قتادہ نے کہا: کافر ہونے کی وجہ سے ان کے لیے دیت نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ اور ان کے درمیان کوئی معاہدہ اور ذمہ نہیں ہے۔(جامع البیان:524/1)

(4)دوسری صورت یہ ہے:﴿وَ اِنۡ کَانَ مِنۡ قَوۡمٍۭ بَیۡنَکُمۡ وَ بَیۡنَہُمۡ مِّیۡثَاقٌ فَدِیَۃٌ مُّسَلَّمَۃٌ اِلٰۤی اَہۡلِہٖ وَ تَحۡرِیۡرُ رَقَبَۃٍ مُّؤۡمِنَۃٍ﴾ ''اور اگر وہ ایسی قوم سے ہو جس کے اور تمہارے درمیان معاہدہ ہو چکا ہوتو دیت ادا کرنی ہے جو اس کے گھر والوں کے حوالے کی گئی ہو اور ایک مومن غلام کو آزاد کرنا ہے'' اگر غیر مسلم قبیلے کے مسلمان فرد کو غلطی سے قتل کرے جس سے مسلمانوں کا معاہدہ ہے یا وہ ذمی ہیں تو ایک مومن غلام کو آزاد کرنا ہوگا اور مقتول کے وارثوں کو دیت ادا کرنی ہوگی۔

(5)﴿فَمَنۡ لَّمۡ یَجِدۡ فَصِیَامُ شَہۡرَیۡنِ مُتَتَابِعَیۡنِ ۟ تَوۡبَۃً مِّنَ اللّٰہِ﴾ ''تو جو کوئی نہ پائے (غلام) تو اس پر دو مہینے کے لگاتار روزے رکھنا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے توبہ کے لیے ہیں'' جو دیت دینے کے ساتھ مسلمان غلام آزاد نہ کرسکتا ہوتو وہ لگاتار روزے رکھے گا۔اگر ناغہ ہوگیا تو نئے سرے سے روزے رکھنے ضروری ہوں گے۔البتہ شرعی عذر جیسے شدید بیماری،حیض اور نفاس وغیرہ میں رخصت ہے۔

(6)﴿وَ کَانَ اللّٰہُ عَلِیۡمًا حَکِیۡمًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا،کمال حکمت والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے قتلِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خطا کے جُرم میں اپنے ﴿عَلِيمًا حَكِيمًا﴾ ہونے کا شعور دلایا ہے تا کہ لوگ خوش دِلی سے اللہ تعالیٰ کے قانون کو قبول کر لیں۔ اگرچہ قتل کرنے والے کی نیت نہیں تھی لیکن نیت کے بغیر بھی کسی کی ناحق جان اسی کے ہاتھوں سے گئی ہے اور وہ جو سب علم والوں سے بڑھ کر علم رکھنے والا ہے اور جو سب سے زیادہ دانا ہے وہ انسانی نفسیات کو جانتا ہے اس لیے اس کے قانون کو قبول کر لو۔

سوال 5: قتل خطا کے احکام اور کفارے کی کتنی صورتیں ہیں؟

جواب:

قتلِ خطا کی صورت	کفارہ
1۔ اگر مقتول کے وارث مسلمان ہیں:	الف۔ پوری دیت (مقتول کے ورثاء کے جذبات کو ٹھنڈا کرنے کے لیے)۔ ب۔ ایک مومن غلام کو آزاد کرنا (اسلامی معاشرے کے نقصان کی تلافی کے طور پر)۔ غلام میسر نہ آنے کی صورت میں دو ماہ کے متواتر روزے رکھنے ہوں گے۔ ج۔ اسلام مقتول کے ورثاء کو دیت معاف کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ د۔ اخوت کے لیے عفو و درگزر مفید ہے۔ و۔ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد کا قتل معاف کیا تھا۔ ی۔ اللہ تعالیٰ نے اُحد والوں کی خطائیں معاف کر دی تھیں۔
2۔ اگر مقتول مومن ہو لیکن کسی دشمن قوم سے تعلق رکھتا ہو:	الف۔ ایک مسلمان غلام آزاد کرنا (دارُالاسلام کے نقصان کی تلافی کے لیے) غلام میسر نہ آنے کی صورت میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

	دو ماہ کے متواتر روزے رکھنے ہوں گے۔ ب۔ اس کی دیت نہیں ہوگی۔
3۔ اگر غیر مسلم قبیلے کے مسلمان فرد کو غلطی سے قتل کرے جس سے مسلمانوں کا معاہدہ ہے:	الف۔ ایک مومن غلام کو آزاد کرنا ہوگا۔ ب۔ مقتول کے وارثوں کو دیت ادا کرنی ہوگی۔

سوال 6: اسلام قتل کو کیسا جرم قرار دیتا ہے؟

جواب: (1) اسلام میں قتل ناحق شدید جرم ہے۔ یہ قتل کسی مومن کا ہو تو عملی کفر ہے اور شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ ہے۔ اس جرم کے بعد اللہ تعالیٰ کے غضب اور اس کی لعنت کے الفاظ سے اس جرم کی شدت واضح ہو جاتی ہے۔

(2) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ﴿أَوَّلُ مَا يُقْضَى بَيْنَ النَّاسِ فِي الدِّمَاءِ﴾ ''سب سے پہلے (قیامت کے دن) لوگوں کے درمیان خون خرابے کے فیصلہ جات کیے جائیں گے۔'' (بخاری: 6864)

(3) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ﴿أَكْبَرُ الْكَبَائِرِ: الْإِشْرَاكُ بِاللهِ، وَقَتْلُ النَّفْسِ، وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ، وَقَوْلُ الزُّورِ أَوْ قَالَ، وَشَهَادَةُ الزُّورِ﴾ ''سب سے بڑے گناہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، کسی کی ناحق جان لینا، والدین کی نافرمانی کرنا اور جھوٹ بولنا ہیں یا فرمایا کہ جھوٹی گواہی دینا۔'' (صحیح بخاری: 6871)

(4) سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَقَتْلُ مُؤْمِنٍ أَعْظَمُ عِنْدَ اللهِ مِنْ زَوَالِ الدُّنْيَا﴾ ''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! ایک مومن کا قتل اللہ تعالیٰ کے نزدیک پوری دنیا کے ختم ہو جانے سے زیادہ بڑا ہے۔'' (نسائی: 3991)

(5) سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿لَنْ يَزَالَ الْمُؤْمِنُ فِي فُسْحَةٍ مِنْ دِينِهِ، مَا لَمْ يُصِبْ دَمًا حَرَامًا﴾ ''مومن اس وقت تک اپنے دین کے بارے میں برابر کشادہ رہتا ہے (اسے ہر وقت مغفرت کی امید رہتی ہے) جب تک ناحق خون نہ کرے۔ جہاں ناحق کیا تو مغفرت کا دروازہ تنگ ہو جاتا ہے۔'' (صحیح بخاری: 6862)

(6) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ﴿لَا يَزَالُ الْمُؤْمِنُ مُعْنِقًا صَالِحًا مَا لَمْ يُصِبْ دَمًا حَرَامًا، فَإِذَا أَصَابَ دَمًا حَرَامًا بَلَّحَ﴾ ''برابر مومن ہلکا پھلکا اور صالح رہتا ہے، جب تک وہ ناحق خون نہ کرے، اور جب وہ ناحق کسی کو قتل کر دیتا ہے تو تھک جاتا اور عاجز ہو جاتا ہے۔'' (ابوداؤد: 4270)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(7) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ہلاکت کا بھنور جس میں گرنے کے بعد پھر نکلنے کی امید نہیں ہے وہ ناحق خون کرنا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔ (صحیح بخاری:6863)

(8) اسلام اس دنیا میں کسی ایسی حالت کا تصور نہیں کرتا جس میں ایک مسلمان کی جانب سے دوسرے مسلمان کے ناحق قتل کا جواز پیدا ہو۔

(9) سیدنا مقداد بن عمرو الکندی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا وہ بدر کی لڑائی میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ شریک تھے کہ آپ نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ! اگر جنگ کے دوران میری کسی کافر سے مڈبھیڑ ہو جائے اور ہم ایک دوسرے کو قتل کرنے کی کوشش کرنے لگیں پھر وہ میرے ہاتھ پر اپنی تلوار مار کر اسے کاٹ دے اور اس کے بعد کسی درخت کی آڑ لے کر کہے کہ میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا تو کیا میں اسے اس کے اس اقرار کے بعد قتل کر سکتا ہوں؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اسے قتل نہ کرنا'' انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! اس نے تو میرا ہاتھ بھی کاٹ ڈالا اور یہ اقرار اس وقت کیا جب اسے یقین ہو گیا کہ اب میں اسے قتل ہی کر دوں گا؟ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اسے قتل نہ کرنا کیونکہ اگر تم نے اسے اسلام لانے کے بعد قتل کر دیا تو وہ تمہارے اس مرتبہ میں ہو گا جو تمہارا اسے قتل کرنے سے پہلے تھا اور تم اس کے مرتبہ میں ہو گے جو اس کا اس کلمہ کے اقرار سے پہلے تھا جو اس نے اب کیا ہے۔'' (صحیح بخاری:6865)

(10) سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''صبح کو ابلیس اپنے لشکروں کو پھیلا دیتا ہے اور کہتا ہے کہ جو آج مسلمان سے اللہ تعالیٰ کی مدد کا ہاتھ کھینچے گا (حق سے ہاتھ ہٹائے گا) میں اس کو تاج پہناؤں گا۔ چنانچہ (مختلف شیطان آ کر اپنی کارکردگی جتلاتے ہیں) ایک آ کر کہتا ہے: میں فلاں کے پیچھے پڑا رہا یہاں تک کہ اس نے (میرے وساوس اور کوشش سے) اپنی بیوی کو طلاق دے دی۔ ابلیس کہتا ہے کہ بہت ممکن ہے کہ وہ دوبارہ نکاح کر لے۔ (دوسرا شیطان) ابلیس کے پاس آ کر کہتا ہے: میں (فلاں کے) پیچھے پڑا رہا یہاں تک کہ اس نے اپنے والدین کی نافرمانی کر لی۔ ابلیس کہتا ہے کہ بہت ممکن ہے کہ پھر وہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنے لگ جائے۔ (تیسرا شیطان) آ کر کہتا ہے: میں فلاں کے پیچھے پڑا رہا یہاں تک کہ اس نے شرک کر ڈالا۔ وہ کہتا ہے کہ بس تو نے بڑا کارنامہ انجام دیا ہے۔ (چوتھا شیطان) آ کر کہتا ہے: میں فلاں کے پیچھے پڑا رہا یہاں تک کہ اس نے قتل کر ڈالا۔ ابلیس کہتا ہے تو ہی ہے جو تاج کا مستحق ہے چنانچہ اس کو تاج پہنا دیتا ہے۔'' (رواہ ابن حبان فی صحیحہ)

﴿وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اور جو شخص کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہنے والا ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ غضبناک ہو گیا

وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا﴾

اور اس نے لعنت کی ہے اُس پر اور اس کے لیے بہت بڑا عذاب تیار کیا ہے''(93)

سوال 1: اس آیت کا شانِ نزول کیا ہے؟

جواب: سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے بیان کیا کہ علمائے کوفہ کا اس آیت کے بارے میں اختلاف ہو گیا تھا چنانچہ میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں اس کے لیے سفر کر کے گیا اور ان سے اس کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے فرمایا: یہ آیت ﴿وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ﴾ ''اور جو کوئی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے اس کی سزا دوزخ ہے'' نازل ہوئی اور اس باب کی یہ سب سے آخری آیت ہے، اسے کسی دوسری آیت نے منسوخ نہیں کیا ہے۔ (صحیح بخاری: 4590)

سوال 2: مومن کے قتل عمد کی سزا کی وضاحت ﴿وَمَنْ يَّقْتُلْ ... عَظِيْمًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا﴾ ''اور جو شخص کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے'' اگر کوئی مسلمان جان بوجھ کر ارادتاً دوسرے مسلمان کو قتل کر دے تو یہ قتل عمد ہے۔

(2) ﴿فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا﴾ ''اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہنے والا ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ غضبناک ہو گیا اور اس نے لعنت کی ہے اُس پر اور اس کے لیے بہت بڑا عذاب تیار کیا ہے'' اللہ تعالیٰ کا قتل عمد کے بارے میں حکم ہے کہ اس کی سزا جہنم ہے اس میں ہمیشہ رہے گا، اس پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہے، اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اور اس کے لیے سخت عذاب ہے۔

(3) اس آیت میں قتل عمد کے لیے سخت ڈراوا اور سخت وعید ہے اور قرآن کی اکثر آیات میں اس کا ذکر شرک کے ساتھ آیا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا﴾ ''اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود نہیں پکارتے اور جس جان کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے اُسے قتل نہیں کرتے مگر حق کے ساتھ اور وہ زنا نہیں کرتے اور جو شخص یہ کام کرے گا وہ سخت گناہ کو ملے گا۔'' (الفرقان: 68)

(4) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! دنیا ختم ہونے سے پہلے ایسا دن ضرور آئے گا قاتل کو بھی پتہ نہ ہوگا کہ میں نے کیوں قتل کیا اور مقتول کو بھی پتہ نہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوگا کہ میں کیوں قتل ہوا۔'' کسی نے عرض کیا ایسا کیوں ہوگا؟ فرمایا: ''فتنہ کی وجہ سے ایسا ہوگا۔ قاتل اور مقتول دونوں دوزخ میں ہوں گے۔'' (مسلم:759/1)

(5) سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب دو مسلمان اپنی اپنی تلواریں لے کر بھڑ جائیں تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخی ہیں۔'' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! قاتل تو خیر (ضرور دوزخی ہونا چاہیے) مقتول کیوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ بھی اپنے ساتھی کو مار ڈالنے کی حرص رکھتا تھا۔'' (موقع پاتا تو وہ اسے ضرور قتل کر دیتا، دل کے عزم صمیم پر وہ دوزخی ہوا) (بخاری:30)

(6) جرم بیان کرنے کے بعد اللہ کا غضب اور اس کی لعنت کے الفاظ سے اس جرم کی شدت واضح ہو جاتی ہے۔ (تیسیر القرآن:444/1)

(7) یہاں اللہ تعالیٰ نے جان بوجھ کر قتل کرنے والے کے لیے وعید کا ذکر فرمایا ہے جس سے دل کانپ جاتے ہیں، کلیجے پھٹ جاتے ہیں اور عقلمند لوگ گھبرا جاتے ہیں۔ کبیرہ گناہوں میں سے کسی اور گناہ کے لیے اس سے بڑی بلکہ اس جیسی وعید بھی وارد نہیں ہوئی۔ آگاہ رہو کہ یہ اس امر کی خبر دینا ہے کہ مومن کے قتل کے مرتکب کے لیے جہنم ہے۔ یعنی یہ گناہ عظیم اکیلا ہی کافی ہے کہ اپنے مرتکب کو جہنم، عذاب عظیم، رسوائی، اللہ جبار کی ناراضگی، فوز و فلاح سے محرومی و ناکامی اور خسارے جیسی سزا کا مستحق بنائے۔ ہم ہر اس سبب سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کرے۔ اس وعید کا حکم، کبیرہ گناہوں کے بارے میں وارد اس جیسی نصوص وعید کی مانند ہے جن میں جہنم میں خلود اور جنت سے محرومی کا ذکر کیا گیا ہے۔ (تفسیر سعدی:564/1)

(8) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک لوگوں (مسلمانوں) میں سب سے زیادہ مبغوض تین طرح کے لوگ ہیں: حرم میں زیادتی کرنے والا، دوسرا جو اسلام میں جاہلیت کی رسموں پر چلنے کا خواہشمند ہو، تیسرے وہ شخص جو کسی آدمی کا ناحق خون کرنے کے لیے اس کے پیچھے لگے۔ (بخاری:6882)

سوال 3: کیا قتلِ عمد توبہ کے ذریعے معاف ہو سکتا ہے؟

جواب: (1) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی رائے ہے کہ یہ توبہ کے ذریعے بھی معاف نہیں ہوگا۔ یہ بات حدیث رسول ﷺ سے بھی واضح ہوتی ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے (خطبہ حجۃ الوداع میں) فرمایا: ''بیشک اللہ تبارک وتعالیٰ نے تم پر ایک دوسرے کے خون، مال اور عزت اسی طرح حرام کر دی ہیں جس طرح تمہارے اس دن کی، اس شہر کی اور تمہارے اس مہینے کی حرمت ہے۔ نیز فرمایا: ''میرے بعد ایک دوسرے کی گردنیں مار کر کافر نہ بن جانا۔'' (بخاری:6785)

(2) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: '' قیامت کے دن قاتل کی پیشانی کے بال اور سر مقتول کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہاتھ میں ہوگا، اس کے گلے کی رگوں سے خون بہہ رہا ہوگا اور اللہ تعالیٰ سے فریاد کرے گا کہ اے میرے رب! اس نے مجھے قتل کیا تھا یہاں تک کہ عرش کے قریب لے جائے گا۔'' راوی کہتے ہیں کہ لوگوں نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سامنے توبہ کا ذکر کیا تو انہوں نے یہی آیت پڑھی اور کہا کہ یہ آیت نہ منسوخ ہے اور نہ بدلی گئی۔ پھر اس کی توبہ کیسے قبول ہو سکتی ہے؟ (جامع ترمذی ابواب التفسیر)

(3) سیدنا ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''امید ہے اللہ تعالیٰ ہر گناہ کو معاف فرما دے گا مگر جو شخص مشرک ہوتے ہوئے مر گیا اور جس نے کسی مومن کو قتل کر دیا ان کی مغفرت نہیں ہے۔'' (ابوداؤد: 4270)

(4) جمہور علمائے امت کا قول ہے کہ قاتل عمد کی توبہ اس کے اور اس کے رب کے درمیان ہے۔ اگر توبہ کر لے اور عملِ صالح کے ذریعے اپنی حالت درست کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دے گا اور مقتول کو اس کی مظلومیت کا اچھا بدلہ عطا کر کے اسے خوش کر دے گا۔ یہاں ایک سوال اور رہ جاتا ہے کہ امت کا اجماع ہے کہ توبہ کے ذریعے کسی کا حق ساقط نہیں ہو جاتا ہے۔ اس لیے توبہ کرنے کے بعد بھی مقتول کا حق قاتل کے ذمے باقی رہے گا اور وہ قیامت کے دن اپنے حق کا مطالبہ کرے گا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ قاتل کی توبہ قبول کر لے گا تو ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ مقتول کو اس کی مظلومیت کا اتنا اچھا بدلہ دے گا کہ وہ خوش ہو جائے گا اور قاتل کی توبہ قبول ہو جانے کی وجہ سے وہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے جنت میں بھیج دیا جائے گا۔ دنیا میں مقتول کے اولیاء کو اختیار ہے، چاہیں تو قصاص لیں، چاہیں تو معاف کر دیں اور چاہیں تو دیت مغلظہ لے لیں یعنی سو اونٹنیاں لیکن اگر مقتول کے اولیاء اسے معاف کر دیں یا دیت لینے پر راضی ہو جائیں تو کیا اسے کفارہ بھی دینا ہوگا؟ بہت سے علماء کہتے ہیں کہ ہاں اسے کفارہ دینا ہوگا، اس لیے کہ جب قتلِ خطا میں کفارہ واجب ہے تو قتل عمد میں بدرجۂ اولیٰ واجب ہوگا۔ (تیسیر الرحمٰن)

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں سفر کرو تو تم خوب تحقیق کر لیا کرو اور جو تمہیں سلام پیش کرے

اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۡ فَعِنْدَ اللّٰهِ

اسے یہ مت کہو کہ تو مومن نہیں ہے، تم دنیا کی زندگی کا سامان تلاش کرتے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ کے پاس بہت سی غنیمتیں ہیں،

مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ۭ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ۭ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس سے پہلے تم بھی ایسے ہی تھے تو اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان کیا پس تم خوب تحقیق کر لیا کرو،

﴿اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا﴾

جو بھی تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے اس سے پورا باخبر ہے"(94)

سوال:1اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب:(1)سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے آیت ﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا﴾"اور جو تمہیں سلام پیش کرے اسے یہ مت کہو کہ تو مومن نہیں ہے" کے بارے میں فرمایا کہ ایک صاحب (مرداس نامی) اپنی بکریاں چرا رہے تھے۔ایک مہم پر جاتے ہوئے کچھ مسلمان انہیں ملے تو انہوں نے کہا"السلام علیکم"لیکن مسلمانوں نے بہانہ خور جان کر انہیں قتل کر دیا اور ان کی بکریوں پر قبضہ کر لیا۔اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی تھی، آخری آیت ﴿عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ تک۔اس سے اشارہ انہیں بکریوں کی طرف تھا۔(بخاری:4591)

(2)محلّم بن جثّامہ کا واقعہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنا ایک چھوٹا سا لشکر اِضَم کی طرف بھیجا جب یہ لشکر وادی اِضَم میں پہنچا تو عامر بن اضبط اشجعی اپنی سواری پر سوار مع اسباب کے آ رہے تھے، پاس پہنچ کر سلام کیا سب تو رک گئے لیکن محلّم بن جثّامہ نے آپس کی پرانی عداوت کی بنا پر ان پر جھپٹ کر حملہ کر دیا، انہیں قتل کر ڈالا اور ان کا اسباب قبضہ میں کر لیا پھر ہم نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچے اور آپ کو یہ واقعہ بیان کیا، اس پر یہ آیت اتری۔(مسند احمد:11/6)

سوال2:دارُالحرب میں پھنسے ہوئے مسلمانوں کے تحفظ کے لیے اس آیت میں کیا حکم دیا گیا ہے، اس کی وضاحت ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ...خَبِيْرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا﴾"اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں سفر کرو تو تم خوب تحقیق کر لیا کرو" اے لوگو! جنہوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تصدیق کی اور اس کے احکامات مانے ہیں اور اس کے نواہی کو ترک کیا ہے۔جب تم اسلام کی سربلندی اور کلمہ حق کی بڑائی کے لیے دشمن سے مقابلے کے لیے نکلو اور تمہارے لیے کسی کا قتل مشتبہ ہو جائے کہ آیا وہ کافر ہے یا مسلمان تو کسی کو قتل کرنے میں جلدی نہ کرو جب تک کہ تمہیں یقین نہ ہو جائے کیونکہ یہ جنگ اللہ تعالیٰ اور رسول کے لیے ہے۔(تفسیر مراغی:289/2)

(2)﴿فَتَبَيَّنُوْا﴾اس سے مراد تحقیق کر لیا کرو جلدی نہ کرو۔(تفسیر منیر:223/3)

(3)دارُالحرب میں پھنسے ہوئے مسلمانوں کے تحفظ کے لیے اس آیت میں سمجھایا گیا ہے:(i)اپنے دل سے دوسرے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مفادات نکال دو (مالِ غنیمت وغیرہ کے) (ii) کسی فیصلے میں جلد بازی نہ کرو۔ (iii) وہ زمانہ گزرے زیادہ وقت نہیں ہوا جب تم بھی جاہلیت کے اندھیروں میں تھے۔ (iv) اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے تمہارے دلوں کو پاک کر دیا اور تمہارا نصب العین بلند ہو گیا ہے۔ (v) لہٰذا تحقیق کر لیا کرو۔ (4) جب اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد پر نکلیں تو تمام مشتبہ امور میں اچھی طرح تحقیق کر لیا کریں اور جلدی نہ کیا کریں کیونکہ تمام معاملات دو قسم کے ہوتے ہیں: واضح اور غیر واضح۔ جو امور واضح ہوتے ہیں ان میں تحقیق اور جانچ پڑتال کی کچھ زیادہ ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ یہ چیز تحصیل حاصل کے زمرے میں آتی ہے۔ رہے مشکل اور غیر واضح امور تو انسان ان میں جانچ پڑتال اور تحقیق کا محتاج ہوتا ہے کہ آیا وہ اس میں اقدام کرے یا نہ کرے؟ کیونکہ ان امور میں تحقیق اور جانچ پڑتال سے بے شمار فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ بڑی بڑی برائیوں کا سد باب ہوتا ہے، اس کے ذریعے سے بندے کے دین، عقل اور وقار کے بارے میں معرفت حاصل ہوتی ہے۔ اس کے برعکس وہ شخص جو معاملات کی ابتداء ہی میں ان کی جانچ پڑتال سے پہلے فیصلہ کرنے میں عجلت سے کام لیتا ہے اسے اس عجلت سے ایسے نتائج کا سامنا ہو سکتا ہے جو نہایت غیر مناسب ہوں۔ جیسا کہ ان مسلمانوں کے ساتھ ہوا جن کا اس آیت کریمہ میں ذکر کیا گیا ہے جنہوں نے بغیر کسی تحقیق اور جانچ پڑتال کے ایک ایسے شخص کو قتل کر دیا جس نے ان کو سلام کیا تھا، اس کے پاس کچھ بکریاں یا کوئی اور مال تھا اس کا خیال تھا کہ اس طرح سلام کرنے سے قتل ہونے سے بچ جائے گا اور ان کا یہ فعل قتل درحقیقت خطا تھا، بنا بریں اللہ تعالیٰ نے ان پر عتاب نازل فرمایا۔ (تفسیر سعدی: 567/1)

(5) اس آیت میں تحقیق کا حکم سفر کے ساتھ اس لیے متعلق رکھا گیا ہے کہ یہ واقعہ سفر جہاد میں پیش آیا تھا ورنہ تحقیق کا حکم سفر اور حضر دونوں میں ہے۔

(6) ﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا﴾ ”اور جو تمہیں سلام پیش کرے اسے یہ مت کہو کہ تو مومن نہیں ہے“ ﴿السَّلٰمَ﴾ سے یہاں مراد اسلام ہے اور اس کی دلیل آخر میں ہے ﴿لَسْتَ مُؤْمِنًا﴾۔

(7) یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد اہل اسلام کا سلام ہے۔ (الاساس: 1154/2)

(8) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ”تو مومن نہیں“ کے بارے میں قول ہے: اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر حرام کر دیا ہے کہ وہ ایسے شخص کو جو لا الہ الا اللہ کی گواہی دے یہ کہیں کہ تو مومن نہیں ہے۔ یہ اس طرح حرام ہے جیسے مردار حرام ہے۔ وہ ایمان لایا ہے اپنے مال اور خون کے ساتھ لہٰذا اس کا قول اسے نہ لوٹاؤ۔ (ابن ابی حاتم: 1040/3)

(9) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جنگ کرتا رہوں یہاں تک کہ وہ لا الہ الا اللہ

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

کی گواہی دیں اور ساتھ یہ گواہی بھی دیں کہ محمد اللہ ﷺ کے رسول ہیں اور نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں سو جب وہ ایسا کرلیں تو اپنی جانوں اور مالوں کو میری طرف سے محفوظ کرلیں گے۔ ہاں اگر اسلام کے حق کی وجہ سے قتل کرنے کی صورت پیش آجائے تو یہ اور بات ہے (مثلاً قصاص میں قتل کرنا پڑے) اور ان کا حساب اللہ کے ذمے ہے۔'' (بخاری ومسلم)

(10) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے (بنی ہدبہ کی جنگ میں) کافروں کو مارنا شروع کیا۔ (حالانکہ وہ کہتے جاتے تھے کہ ہم نے دین بدلا، ہم نے دین بدلا) رسول اللہ ﷺ نے جب یہ حال سنا تو فرمایا: ''یا اللہ! میں خالد کے کام سے بیزار ہوں۔'' (بخاری کتاب الجہاد)

(11) سیدنا اسامہ بن زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ جہینہ کی ایک شاخ کی طرف (مہم پر) بھیجا۔ بیان کیا کہ پھر ہم نے ان لوگوں کو صبح کے وقت جالیا اور انہیں شکست دے دی۔ راوی نے بیان کیا کہ میں اور قبیلہ انصار کے ایک صاحب قبیلہ جہینہ کے ایک شخص تک پہنچے اور جب ہم نے اسے گھیر لیا تو اس نے کہا کہ ''لا الہ الا اللہ'' انصاری صحابی نے تو (یہ سنتے ہی) ہاتھ روک لیا لیکن میں نے اپنے نیزے سے اسے قتل کر دیا۔ راوی نے بیان کیا کہ جب ہم واپس آئے تو اس واقعہ کی خبر نبی کریم ﷺ کو ملی۔ بیان کیا کہ پھر نبی ﷺ نے مجھ سے فرمایا: '' اسامہ! کیا تم نے کلمہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کرنے کے بعد اسے قتل کر ڈالا'' میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! اس نے صرف جان بچانے کے لیے اس کا اقرار کیا تھا۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''تم نے اسے لا الہ الا اللہ کا اقرار کرنے کے بعد قتل کر ڈالا'' بیان کیا کہ نبی ﷺ اس جملے کو اتنی دفعہ دہراتے رہے کہ میرے دل میں یہ خواہش پیدا ہوگئی کہ کاش! میں اس سے پہلے مسلمان نہ ہوا ہوتا۔ (صحیح بخاری:6872)

(12) ﴿تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ ''تم دنیا کی زندگی کا سامان تلاش کرتے ہو'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ تم نے اس ارادے سے قتل کیا کہ وہ مال جو تم نے اس کے پاس پایا اسے اپنے لیے حلال کرلو اور یہ دنیا کی زندگی کا سامان ہے۔ (ابن ابی حاتم:1041/3)

(13) ﴿فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ﴾ ''حالانکہ اللہ تعالیٰ کے پاس بہت سی غنیمتیں ہیں'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کے پاس بڑی بڑی غنیمتیں ہیں جو اس دنیاوی سامان سے بہتر ہیں جس کی وجہ سے تم اس جیسے قتل کے لیے آمادہ ہوئے۔

(14) سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں فرمایا تھا: اگر تمہاری عمر لمبی ہوئی تو (تمہاری زندگی ہی میں) کسریٰ کے خزانے فتح کیے جائیں گے۔ سیدنا عدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ پھر وہ خزانے فتح ہوئے اور میں ان لوگوں میں شامل تھا جنہوں نے کسریٰ بن ہرمز کے خزانوں کو فتح کیا تھا۔ (بخاری:3595)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(15)﴿كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا﴾ ''اس سے پہلے تم بھی ایسے ہی تھے سو اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان کیا پس تم خوب تحقیق کر لیا کرو'' اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے دِلوں کو جھنجوڑا ہے کہ کل تک تم خود بھی اسی طرح کی صورت حال سے دوچار تھے۔ تم اپنا ایمان کافروں کے ڈر سے چھپاتے تھے اب اگر تم پر کوئی اپنے ایمان کو ظاہر کر رہا ہے تو اسے چھوڑ دو۔

(16) تم بھی پہلے کافر تھے حتیٰ کہ تم پر اسلام کا احسان کیا اور تمہیں ہدایت دی۔ اللہ تعالیٰ نے جس طرح تمہیں تمہاری گمراہی کے بعد ہدایت سے نوازا ہے اسی طرح وہ دوسروں کو بھی راہ ہدایت دکھاتا ہے اور جس طرح تمہیں بتدریج آہستہ آہستہ ہدایت حاصل ہوئی ہے اسی طرح تمہارے علاوہ بھی آہستہ آہستہ راہ ہدایت پر گامزن ہو جائیں گے۔ (تفسیر سعدی)

(17) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے سیدنا مقداد رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: ''اگر کوئی مسلمان کافروں کے ساتھ رہتا ہو پھر وہ ڈر کے مارے اپنا ایمان چھپاتا ہو، اگر وہ اپنا ایمان ظاہر کر دے اور تو اس کو مار ڈالے یہ کیوں کر درست ہوگا خود تم بھی تو مکہ میں پہلے اپنا ایمان چھپاتے تھے۔'' (بخاری:6866)

(18)﴿اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا﴾ ''یقیناً جو بھی تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے اس سے پورا باخبر ہے'' اللہ تعالیٰ نے ایمان کے دعوے کو قبول کرنے کے لیے اپنی صفت خبیر کا شعور دِلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کون ایمان کا سچا دعویٰ کر رہا ہے اور کون نہیں کر رہا اور اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے بھی باخبر ہے اور تمہارے ایمان سے بھی۔ لہٰذا یہ معاملہ اپنی خبر تک کا نہ سمجھو۔ اللہ تعالیٰ خبیر ہے۔ (19) اللہ تعالیٰ نے اپنی مخالفت سے ڈرایا ہے۔ (قرطبی:235/3)

﴿لَا يَسْتَوِي الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِيْ

''مومنوں میں سے بغیر کسی تکلیف کے بیٹھ رہنے والے اور اپنے مال وجان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے برابر

سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۭ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ

نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ نے بیٹھنے والوں پر اپنی جان و مال سے جہاد کرنے والوں کو درجے میں فضیلت سے نوازا ہے۔

عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ۭ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ۭ وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى

اور ہر ایک سے اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجاہدوں کو گھروں میں بیٹھ رہنے والوں پر

الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اجرِ عظیم میں فضیلت دی ہے" (95)

سوال 1: جہاد کرنے والے اور بغیر عذر کے گھروں میں بیٹھ رہنے والے برابر نہیں، اس کی وضاحت ﴿لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ ... عَظِيمًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ وَالْمُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ﴾ "مومنوں میں سے بغیر کسی تکلیف کے بیٹھ رہنے والے اور اپنے مال وجان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے برابر نہیں ہیں" بغیر عذر کے بیٹھ رہنے والے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنی جان اور مال سے جہاد کرنے والے برابر نہیں۔ جہاد کرنے والوں کے درجات دوسروں سے بلند ہوتے ہیں اس لیے کہ جان اور مال سے ہی تو انسان کو سب سے زیادہ محبت ہوتی ہے۔ جو شخص اپنی محبوب ترین چیزوں کی قربانی اللہ تعالیٰ کی راہ میں دیتا ہے وہ اجرِ عظیم کا مستحق ہے۔

(2) سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے یہ آیت لکھوائی: "مسلمانوں میں سے (گھر) بیٹھ رہنے والے اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جان سے جہاد کرنے والے برابر نہیں ہو سکتے۔" ابھی آپ یہ آیت لکھوا ہی رہے تھے کہ سیدنا ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آ گئے اور عرض کیا: اللہ کی قسم! یا رسول اللہ ﷺ! اگر میں جہاد میں شرکت کر سکتا تو یقیناً جہاد کرتا۔ وہ اندھے تھے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر وحی اتاری۔ آپ ﷺ کی ران میری ران پر تھی (شدت وحی کی وجہ سے) اس کا مجھ پر اتنا بوجھ پڑا کہ مجھے اپنی ران کے پھٹ جانے کا اندیشہ ہو گیا۔ آخر یہ کیفیت ختم ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے ﴿غَيْرُ أُولِي الضَّرَرِ﴾ کے الفاظ اور نازل کیے۔ (صحیح بخاری: 4592)

(3) ﴿لَا يَسْتَوِي﴾ کے ذریعے کمزور مسلمانوں کی اصلاح کی گئی، انہیں جوش دلایا گیا اور ابھارا گیا ہے کہ اپنی کوتاہیوں کی تلافی کریں۔ کمزور مسلمانوں میں بھلائی کا مادہ موجود ہے اس لیے ان سے توقع کی جا رہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر لبیک کہہ دیں۔

(4) ﴿فَضَّلَ اللَّهُ الْمُجَاهِدِينَ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقَاعِدِينَ دَرَجَةً﴾ "اللہ تعالیٰ نے بیٹھنے والوں پر اپنی جان و مال سے جہاد کرنے والوں کو درجے میں فضیلت سے نوازا ہے" مجاہدوں کو غیر مجاہدوں پر جو فضیلت ہے اس کا بیان ہے کہ انہیں ان کے خلدِ بریں کے بالا خانوں میں کئی درجے فضیلت ہے۔ ان کے گناہ اور ان کی لغزشیں معاف ہیں اور ان پر رحمتوں اور برکتوں کی بارش ہو رہی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ان پر احسان ہے اور ان کی یہ قدر و منزلت ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 355/1)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(5)﴿دَرَجَةً﴾ جنت میں عالی مقام ہے۔(ایسر التفاسیر:288)

(6)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''جو شخص اس حالت میں مرا کہ اس نے کسی جہاد میں حصہ نہ لیا اور نہ ہی کبھی اس کے دل میں جہاد کی خواہش پیدا ہوئی وہ نفاق کے ایک حصہ پر مرا۔''(مسلم:4931)

(7)سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:''جس شخص نے نہ تو جہاد میں حصہ لیا، نہ ہی غازی کا سامان تیار کیا، نہ ہی غازی کے اہل وعیال کی خبر گیری کی، اسے اللہ تعالیٰ کسی سخت مصیبت میں مبتلا فرمادے گا۔''(ابوداؤد:2503)

(8)سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے:''جب تم سودی لین دین کرنے لگو گے، گائے کی دُم تھام لوگے (یعنی جانوروں سے محبت کرنے لگو گے)، کھیتی باڑی میں مگن رہو گے اور جہاد چھوڑ دو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر ذلت مسلط کردے گا اور اس وقت تک اسے دور نہیں کرے گا جب تک تم اپنے دین (یعنی جہاد) کی طرف واپس نہ پلٹو گے۔''(ابوداؤد:3462)

(9)سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''فتح مکہ کے بعد (مکہ سے) ہجرت کی ضرورت باقی نہیں رہی لیکن جہاد اور جہاد کی نیت (قیامت تک کے لیے) باقی ہے اور جب تمہیں جہاد کے لیے نکلنے کا حکم دیا جائے تو فوراً نکل کھڑے ہو۔''(بخاری:2783)

(10)سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:''قیامت تک یہ دین قائم رہے گا کیونکہ مسلمانوں کی ایک جماعت (ہر زمانے میں غلبۂ دین کے لیے) جہاد کرتی رہے گی۔''(مسلم:4953)

(11)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرمارہے تھے:''اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے کی مثال۔۔۔۔اور اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوب جانتا ہے جو (خلوص دل کے ساتھ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے) اللہ کے راستے میں جہاد کرتا ہے۔۔۔۔اس شخص کی سی ہے جو رات میں برابر نماز پڑھتا رہے اور دن میں برابر روزے رکھتا رہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے راستے میں جہاد کرنے والے کیلئے اس کی ذمہ داری لے لی ہے کہ اگر اسے شہادت دے گا تو اسے بے حساب وکتاب جنت میں داخل کرے گا یا پھر زندہ وسلامت (گھر) ثواب اور مال غنیمت کے ساتھ واپس کرے گا۔''(بخاری:2782)

(12)﴿وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى﴾''اور ہر ایک سے اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا ہے''اللہ تعالیٰ نے جہاد میں شرکت کرنے والوں اور جو لوگ اس سے معذور ہوں یا جنہیں پیچھے انتظامات کرنے کے لیے ٹھہرایا گیا ہو ہر ایک سے اچھا وعدہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یعنی جنت کا وعدہ کر رکھا ہے۔ قتادہ نے کہا: ﴿وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى﴾ سے مراد جنت ہے اور اللہ تعالیٰ ہر فضل والے کو اس کا فضل دیتا ہے۔ (جامع البیان)

(13) ﴿وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نے مجاہدوں کو گھروں میں بیٹھ رہنے والوں پر اجرِ عظیم میں فضیلت دی ہے'' آیت میں اس بات کی بھی دلیل ہے کہ جہاد ان تمام اعمال سے افضل ہے جو جہاد میں شرکت نہ کرنے والے لوگ کرتے رہتے ہیں۔ سیوطی رحمہ اللہ نے ''الاکلیل'' میں لکھا ہے کہ اس آیت میں مجاہدین کو تمام دوسرے لوگوں پر فضیلت دی گئی ہے اور یہ بھی بیان کر دیا گیا ہے کہ جو لوگ واقعی جہاد میں شرکت کرنے سے معذور ہوتے ہیں ان کا درجہ بھی مجاہدین کا ہے۔ (تیسیر الرحمٰن)

(14) سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا: لوگوں میں سب سے افضل کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وہ مومن جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنی جان اور مال سے جہاد کرے۔'' (بخاری:2786)

(15) علماء نے اسی آیتِ جہاد سے استدلال کر کے کہا ہے کہ جہاد فرضِ عین نہیں ہے۔ اگر فرضِ عین ہوتا تو پھر بیٹھنے والوں کے لیے کسی فضیلت کا ذکر نہ ہوتا۔ (تیسیر الرحمٰن)

(16) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انفرادی حالات کے تحت بعض لوگوں کو جہاد کی اجازت نہیں دی مثلاً سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا: ایک صحابی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا میں بھی جہاد میں شریک ہو جاؤں؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: ''تمہارے ماں باپ موجود ہیں؟'' انہوں نے کہا کہ ہاں موجود ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پھر انہی میں جہاد کرو۔'' (بخاری:5972)

(17) (i) معاشرے میں موجود بوڑھے، اندھے، لنگڑے لولے، بیمار اور کمزور افراد جہاد پر نہیں جا سکتے۔ (ii) کچھ لوگ اندرونی دفاع، مجاہدین کے گھروں کی حفاظت اور ان کے اہل وعیال کی دیکھ بھال کے لیے پیچھے رہیں گے۔ (iii) پیچھے رہنے والے مجاہدین کو کھانے پینے اور افرادی قوت فراہم کرتے رہیں گے۔ (iv) پیچھے رہنے والے زخمیوں کی دیکھ بھال کرتے رہیں گے۔

(18) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم ایک غزوے میں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مدینہ میں کچھ لوگ ایسے ہیں کہ تم نے کوئی سفر ایسا نہیں کیا یا کوئی وادی طے نہیں کی مگر وہ تمہارے ساتھ تھے، انہیں مرض نے روک لیا تھا۔'' (مسلم:4932)

(19) جہاد ایک اہم فرضِ کفایہ ہے جو قیامت تک جاری رہے گا۔ جہاد سے پہلوتہی کا نتیجہ مسلمان اُمت کی موت ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(20) جہادِ اصغر کی اصطلاح ایک موضوع حدیث سے لی گئی ہے کہ نبی ﷺ نے ایک دفعہ جہاد سے واپسی پر فرمایا: ''ہم جہادِ اصغر سے (میدانِ جنگ کے جہاد سے) جہادِ اکبر (جہاد بالنفس) کی طرف لوٹ آئے ہیں۔'' اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں دوبارہ فرمایا ہے کہ جو لوگ اپنی جان اور مال سے جہاد کرتے ہیں وہ بیٹھنے والوں سے افضل ہیں تو جو نفس سے جہاد کرتا ہے وہ بیٹھنے والوں میں شامل ہے، وہ مجاہدین فی سبیل اللہ میں شامل نہیں اور جہاد فی سبیل اللہ کرنے والے بیٹھنے والوں سے افضل ہیں۔

سوال 2: کیا کوئی انسانی جماعت جس میں ایمان، عمل، تقویٰ اعلیٰ درجے میں موجود ہو، اس سے ضعف، حرص، بخل اور جان و مال سے جہاد کرنے میں کوتاہی ہو سکتی ہے؟

جواب: کوتاہیاں کسی سے بھی ہو سکتی ہیں۔ خلوص میں کمی بیشی ممکن ہے کیونکہ ایمان گھٹتا بڑھتا رہتا ہے۔

سوال 3: کوتاہیوں کو دور کرنے کے لیے کس کام کی ضرورت ہوتی ہے؟

جواب: (1) کوتاہیاں جونہی ظاہر ہوں، خلوص میں جب بھی کمی واقع ہو تربیت اور اصلاح کی ضرورت ہوتی ہے، یہ مسلسل جہاد ہے۔ (2) حرص، کمزوری، بخل اور کوتاہیوں کے خلاف معاشرے کو بلند سے بلند تر مقام تک پہنچانے کے لیے اصلاح کی دعوت جاری رہنی چاہیے۔

سوال 4: اللہ تعالیٰ کے ہاں جہاد بالمال اور جہاد فی سبیل اللہ کو کیا اہمیت حاصل ہے؟

جواب: (1) دین کو قائم کرنے کے لیے جہاد کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔

(2) ہر دور میں دین کے مخالفین کا مقابلہ جہاد کے ذریعے کیا جا سکتا ہے۔

(3) جہاد فی سبیل اللہ، جہاد بالمال کے بغیر ممکن نہیں اس لیے اسلامی نظامِ زندگی میں جان اور مال سے جہاد کی بڑی قدر و قیمت ہے۔

سوال 5: کیا جہاد رسول اللہ ﷺ کے دور تک محدود تھا؟

جواب: جس دور میں بھی اسلام کی دعوت کا کام ہوگا، جہاد ضروری ہوگا۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اس حالت میں مرا کہ اس نے کسی جہاد میں حصہ نہ لیا اور نہ ہی کبھی اس کے دل میں جہاد کی خواہش پیدا ہوئی وہ نفاق کے ایک حصہ پر مرا۔'' (مسلم: 4931)

سوال 6: اللہ تعالیٰ نے ہر حالت میں جہاد فرض کیا ہے اس جہاد کا آغاز کہاں سے ہوگا اور کہاں تک یہ سلسلہ جاری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رہے گا؟

جواب: (1) سب سے پہلے انسان اپنے نفس سے جہاد کرے گا۔ (2) پھر دوسروں تک اللہ تعالیٰ کے پیغام کو پہنچائے گا۔ (3) جان و مال سے جہاد جاری رہے گا۔ (4) برائی کے خلاف ہر جگہ، ہر طرح کے حالات و واقعات میں جہاد جاری رہے گا۔ (5) آخری فیصلہ پر باطل قوتوں کے خلاف جہاد ہوگا۔

﴿دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾

''اپنی طرف سے درجات اور مغفرت اور رحمت کی اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' (96)

سوال: اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کی قدردانی کس طرح سے فرمائی ہے، اس کی وضاحت ﴿دَرَجٰتٍ مِّنْهُ...رَّحِيْمًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کی قدردانی اس طرح فرمائی ہے کہ ﴿دَرَجٰتٍ مِّنْهُ﴾ ''اپنی طرف سے درجات'' مجاہدین کے لیے بیٹھنے والوں کے مقابلے میں درجات کی برتری ہے۔

(2) سعید بن جبیر نے کہا: درجات سے مراد فضائل ہیں۔

(3) قتادہ رحمہ اللہ نے کہا: یہ کہا جاتا ہے اسلام ایک درجہ ہے اور ہجرت کا اسلام میں ایک درجہ ہے اور جہاد کا ہجرت میں درجہ ہے اور قتل کا جہاد میں درجہ ہے۔ (زادالمسیر: 177/2)

(4) ﴿وَمَغْفِرَةً﴾ ''اور مغفرت'' مجاہدین کے لیے غلطیوں اور گناہوں کی معافی کا اعلانِ عام یعنی مغفرت ہے۔

(5) ﴿وَّرَحْمَةً﴾ ''اور رحمت کی'' مجاہدین کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت کا اعلان ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفت کہ ہے جو مستحق ہو اس کی مغفرت فرما دیتا ہے اور رحمت اس کی طرف سے جس پر کی جاتی ہے یہ اس کا احسان ہے۔ (تفسیر مراغی: 292/2)

(6) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان رکھے اور نماز قائم کرے اور رمضان کے روزے رکھے اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ وہ اسے جنت میں داخل کرے گا خواہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں وہ جہاد کرے یا اسی جگہ پڑا رہے جہاں پیدا ہوا تھا۔'' صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا ہم لوگوں کو اس کی بشارت نہ دے دیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جنت میں سو درجے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے راستے میں جہاد کرنے والوں کے لیے تیار کیے ہیں، ان کے دو درجوں میں اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان اور زمین میں ہے۔ اس لیے جب اللہ تعالیٰ سے مانگنا ہو تو فردوس مانگو کیونکہ وہ جنت کا سب سے درمیانی درجہ ہے اور جنت کے سب سے بلند درجے پر ہے۔'' یحییٰ بن صالح

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

نے کہا کہ میں سمجھتا ہوں، یوں کہا کہ ''اس کے اوپر پروردگار کا عرش ہے اور وہیں سے جنت کی نہریں نکلتی ہیں۔'' (صحیح بخاری:2790)

(7) ﴿وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' اس سے مراد ہے کہ اس کی طرف سے معافی ہمیشہ جاری رہتی ہے یعنی وہ بندوں پر اپنے فضل سے درگزر کرنے والا ہے، وہ ان کو سزا دینا چھوڑ دیتا ہے۔ وہ غفور ہے ان پر عفو و درگزر سے ان کے گناہ ڈھانپ دیتا ہے۔

(8) اللہ تعالیٰ نے بیٹھ رہنے والوں اور جہاد کرنے والوں کو اپنے ﴿غَفُوْرًا﴾ ہونے کا شعور دلایا ہے کہ وہ کیسے انسانی کمزوریوں کا پردہ ڈھانپ دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مرتبے، بخشش اور رحمت سے اپنے ﴿رَّحِيْمًا﴾ ہونے کا شعور دلایا ہے کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ کا حکم بجالانا تو فرض تھا لیکن اللہ تعالیٰ قدردان ہے، رحیم ہے، وہ صلہ عطا کرنے والا ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ ؕ

''یقیناً جو لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے تھے، اُن کی روحیں فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ اُن سے (فرشتے) کہتے ہیں: ''تم کس

قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ ؕ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً

حال میں تھے؟'' وہ جواب دیتے ہیں: ''ہم زمین میں کمزور تھے۔'' فرشتے اُن سے کہتے ہیں: ''کیا اللہ تعالیٰ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس

فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا ؕ فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا﴾

میں ہجرت کرتے؟'' پس یہی لوگ ہیں ان ہی کا ٹھکانہ جہنم ہوگا اور وہ بہت ہی بُری لوٹنے کی جگہ ہے'' (97)

سوال 1: ہجرت کی استطاعت رکھنے والوں کے لیے مشرکوں میں رہنا جائز نہیں، اس کی وضاحت ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ ... مَصِيْرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ﴾ ''یقیناً جو لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے تھے، اُن کی روحیں فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں کہ اُن سے (فرشتے) کہتے ہیں: ''تم کس حال میں تھے؟'' اس آیتِ کریمہ میں اس شخص کے لیے سخت وعید آئی ہے جو ہجرت کی قدرت رکھنے کے باوجود ہجرت نہیں کرتا اور دار الکفر ہی میں مرجاتا ہے۔ (تفسیر سعدی)

(2) ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ﴾ ''یقیناً جو لوگ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے تھے، اُن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی روحیں فرشتے اس حال میں قبض کرتے ہیں'' جب انہوں نے ہجرت کو ترک کر دیا اور دشمنوں کے درمیان ٹھہرے رہے جو انہیں ان کے دین سے روکتے رہے اور ان کے اور ان کے رب کی عبادت کے درمیان حائل رہے تو ایسے لوگ ان کے بیچ میں رہ کر اپنے نفس پر ظلم کرتے رہے۔(ایسر التفاسیر:290,289)

(3) ایسے دارُ الکفر سے ہجرت کرنا فرض ہے جہاں اسلام کی تعلیمات پر عمل کرنا مشکل ہو اور جس کی وجہ سے اہلِ کفر کے حوصلے بلند ہوں اور کلمۂ کفر کو تقویت ملے۔ اس لیے اپنے مالی اور خاندانی مفادات کو ترجیح دینے اور اپنے دین کو داؤ پر لگانے اور کفر کے پھلنے پھولنے میں حصہ ڈالنے کو ظلم قرار دیا گیا ہے۔

(4) ﴿ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ﴾ ''اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے'' سے مراد اپنی جانوں پر ظلم کرنا ہے یعنی ہجرت کی طاقت رکھنے کے باوجود ہجرت نہ کرنا اور اپنے ایمان کو خطرے میں ڈالنا۔(تدبر القرآن)

(5) ﴿قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ﴾ ''(فرشتے) ان سے کہتے ہیں: ''تم کس حال میں تھے'' فرشتوں کا سوال جو ڈانٹ ڈپٹ کے لیے ہے۔

(6) ﴿فِيْمَ كُنْتُمْ﴾ سے مراد تم کس دین میں تھے اصحاب نبی ﷺ میں تھے یا مشرک۔(تفسیر فتح القدیر:643/1)

(7) اس سوال میں ڈانٹ ہے۔(i) یعنی تم کس حال میں مبتلا رہے؟ تم کن حالات میں رہے؟ (ii) تم نے اپنی زندگی کا قیمتی وقت کن کاموں میں ضائع کر دیا؟ (iii) دنیا میں تمہارا کیا کام تھا؟ کیا مشاغل تھے؟ (iv) دنیا میں تم کن بڑے مقاصد کے لیے کوششیں کرتے رہے؟ (v) اس سوال سے یہ احساس دِلایا گیا ہے کہ تم نے نقصان کیا، وقت ضائع کیا۔

(8) ﴿قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ﴾ ''وہ جواب دیتے ہیں: ''ہم زمین میں کمزور تھے'' یعنی مکہ میں کمزور تھے ہم اپنی روحوں کی تطہیر ایمان اور عمل صالح سے نہیں کر سکتے تھے۔

(9) وہ اپنے اس قول میں سچے نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو زجر و توبیخ کی ہے اور ان کو وعید سنائی ہے اور اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا۔ اس نے حقیقی مستضعفین کو اس سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔(تفسیر سعدی)

(10) یہ جواب ایک معذرت ہے۔ یعنی ہم کمزور تھے، ہم مجبور تھے، ہمارے ہاتھ میں کچھ نہ تھا، طاقت والوں نے ہمیں دبا رکھا تھا اور ہم ذلیل تھے۔ اس سے یہ بھی اندازہ ہو رہا ہے کہ انہوں نے کتنی بے بسی سے زندگی گزاری۔

(11) ﴿قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا﴾ ''فرشتے اُن سے کہتے ہیں: ''کیا اللہ تعالیٰ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے؟'' اللہ تعالیٰ نے توجہ دلائی ہے کہ اصل اسباب کمزوری، بے بسی، لاچارگی نہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بلکہ اصل اسباب کچھ اور ہیں جن کی وجہ سے تم نے یہ ذلت قبول کر رکھی ہے۔

(12) تم دنیا کی مصلحت چاہتے تھے اور اپنے آپ کو تنگی میں مبتلا کیے ہوئے تھے۔ اس کے لیے تم نے بخل، حرص، سستی اور کمزوری کا راستہ اختیار کیا حالانکہ اللہ تعالیٰ کی زمین وسیع تھی۔ تم تھوڑی سی مشکلات برداشت کر کے ہجرت کر سکتے تھے۔

(13) ہجرت کر کے تمہارے لیے اللہ تعالیٰ کے قانون پر عمل کرنا ممکن تھا لیکن تم نے ایسی جگہ رہنا گوارا کیا جہاں تمہیں کفر کی طرف پھیرا جا رہا تھا۔ تم اس تنگی سے وسعت کی طرف کیوں نہ نکل گئے؟

(14) ﴿اَرْضُ اللّٰهِ﴾ سے مراد مدینہ ہے لیکن عام حکم کے مطابق ہر وہ زمین ہے جہاں انسان اللہ تعالیٰ کے دین پر عمل کرنے کے لیے ہجرت کر کے جائیں۔

(15) ﴿فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا﴾ ''تو یہی لوگ ہیں انہی کا ٹھکانہ جہنم ہوگا اور وہ بہت ہی بُری لوٹنے کی جگہ ہے'' ہجرت نہ کرنے والوں کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

(16) اس آیتِ کریمہ میں اس امر کی دلیل ہے کہ ہجرت سب سے بڑا فرض ہے اور اس کو ترک کرنا حرام بلکہ سب سے بڑا گناہ ہے۔ (تفسیر سعدی)

(17) نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کسی ایسے مشرک کا کوئی عمل قبول نہیں کرے گا جو اسلام لانے کے بعد شرک کرے، اِلّا یہ کہ وہ پھر مشرکین کو چھوڑ کر مسلمانوں سے مل جائے۔'' (ابن ماجہ:2536)

(18) سیدنا جریر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ ﷺ لوگوں سے بیعت لے رہے تھے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! اپنا دست مبارک بڑھائیں تاکہ میں آپ ﷺ کی بیعت کروں اور جو شرط لگانا چاہیں وہ لگائیں کیونکہ آپ ہی دین کا علم رکھنے والے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میں تم سے ان باتوں پر بیعت لیتا ہوں: الف۔ اللہ کی عبادت کرنا۔ ب۔ نماز قائم کرنا۔ ج۔ زکوٰۃ ادا کرنا۔ د۔ مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی کرنا و۔ مشرکوں سے علیحدگی اختیار کرنا۔'' (سنن نسائی:4182)

(19) یہ آیت دار الکفر سے ہجرت کے وجوب پر دلیل ہے اس لیے صرف وہ مستثنیٰ ہوگا جو معذور ہوگا۔ (سیوطی، الاکلیل)

(20) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ''فتح الباری'' میں لکھا ہے کہ اسلام میں دو قسم کی ہجرت واقع ہوئی ہے۔ ایک تو ''دار الکفر'' سے ''دار الامن'' کی طرف جیسا کہ مصیبت زدگانِ مکہ کی حبشہ کی طرف دو بار ہجرت، اور مکہ سے مدینہ کی طرف مسلمانوں کی ابتدائے اسلام میں ہجرت۔ دوسری ''دار الکفر'' سے ''دار الایمان'' کی طرف ہجرت، یعنی جب نبی کریم ﷺ اور بہت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے مہاجرینِ مکہ مدینہ منورہ میں قیام پذیر ہوگئے، اس کے بعد مزید مسلمانوں کی مدینہ کی طرف ہجرت ہوئی۔ اس وقت ہجرت صرف مدینہ کے ساتھ خاص تھی۔ جب مکہ فتح ہوگیا تو یہ خصوصیت ختم ہوگئی اور کسی ''دارالکفر'' سے کسی ''دارالاسلام'' کی طرف ہجرت کا حکم قیامت تک کے لیے باقی رہ گیا۔ (تیسیرالرحمٰن:289)

سوال2: ہجرت نہ کرنے والوں کے حالات کیا تھے؟

جواب: (1) اہلِ مکہ ان پر سختیاں کررہے تھے، مظالم ڈھارہے تھے اور اذیتوں میں مبتلا کررہے تھے۔

(2) بعض لوگوں پر اتنا تشدد کیا گیا کہ انہیں دینِ اسلام سے پھیر دیا گیا۔

(3) بعض لوگ توریہ کرکے یعنی اپنے ایمان کو چھپا کر کفر کا اظہار کررہے تھے اور مشرکین کے ساتھ شرکیہ عبادات میں شریک ہورہے تھے۔

(4) ایسے لوگ ہجرت کرسکتے تھے اور مدینہ میں امن کی زندگی گزار سکتے تھے لیکن وہ اپنے آپ کو فتنے میں مبتلا کیے ہوئے تھے۔

سوال3: اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے توسط سے کمزور مسلمانوں کی کیسے تربیت کی ہے؟

جواب: (1) ان کے اندر کی عزتِ نفس، ان کی بھلائی اور شرافت کے جذبے کو جوش دلایا گیا ہے۔

(2) ان کے اندر جو کمزوری، حرص، بخل اور سستی موجود تھی ان برائیوں کو ختم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

(3) اس کے لیے نزع کا منظر پیش کیا ہے۔ اس لیے کہ حالتِ نزع میں جو کچھ پیش آتا ہے انسان کے ذہن میں بیٹھ جاتا ہے۔ خوفناک صورتِ حال کو پیش کرکے انسانی کمزوریوں کو دور کرنے اور اعلیٰ انسانی خصوصیات کو اُبھارنے کی کوشش کی گئی ہے۔

سوال4: مدینہ میں اسلامی ریاست کے قائم ہونے کے بعد مکہ میں ایسے مسلمان موجود تھے جنہوں نے ہجرت نہ کی تھی۔ اُن کے ہجرت نہ کرنے کے کیا اسباب تھے؟

جواب: (1) مکہ میں پیچھے رہ جانے والے مسلمان اپنی قدرت رکھنے کے باوجود ہجرت نہیں کررہے تھے اس لیے کہ مشرکینِ مکہ کسی ایسے شخص کو جو ہجرت کرنا چاہتا اپنے ساتھ کچھ لے جانے نہیں دیتے تھے۔

(2) کچھ لوگ ہجرت کی تکالیف کی وجہ سے پیچھے رہ گئے تھے اس لیے کہ جو شخص ہجرت کرتا مکہ والے اس کا راستہ روکتے اور اسے منع کرتے۔

(3) مکہ میں کچھ لوگ ایسے تھے جو ہجرت کرنے پر قدرت نہیں رکھتے تھے مثلاً بعض بوڑھے، عورتیں اور بچے، ان کے لیے بھاگنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً

''ان کمزور مردوں اور عورتوں اور بچوں کے سوا جو نہ کسی تدبیر کی طاقت رکھتے ہیں

وَّلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا﴾

اور نہ ہی نکلنے کا راستہ پاتے ہیں'' (98)

سوال 1: ﴿اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ ... سَبِيْلًا﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً﴾ ''ان کمزور مردوں اور عورتوں اور بچوں کے سوا جو نہ کسی تدبیر کی طاقت رکھتے ہیں'' اللہ تعالیٰ کے ہاں ہجرت سے وہ مرد، عورتیں اور بچے معذور ہیں جو بے بس ہیں جن کے نکلنے کا کوئی ذریعہ نہیں۔

(2) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میں اور میری ماں بھی ان لوگوں میں سے تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے ﴿اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ﴾ فرما کر معذور قرار دیا ہے۔ (صحیح بخاری: 4588)

(3) ﴿اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ﴾ سے مراد فی الحقیقت معذور لوگ ہیں جیسے بیمار، بوڑھے، عورتیں، بچے اور کافروں کے قیدی مسلمان۔ (4) مردوں کے مستضعفین میں شامل ہونے کے اسباب عورتوں اور بچوں سے متعلق ہیں۔

(5) ﴿لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً﴾ ''جو نہ کسی تدبیر کی طاقت رکھتے ہیں'' وہ کسی منصوبے کی طاقت نہیں رکھتے یعنی ان کے وسائل محدود ہیں۔ سواری کا انتظام نہیں ہے اور نہ نکلنے کے لیے کوئی اور طریقہ۔

(6) ﴿وَّلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا﴾ ''اور نہ ہی نکلنے کا راستہ پاتے ہیں'' وہ مدینہ کا راستہ نہیں پاتے۔ (تفسیر فتح القدیر: 646/1)

(7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز میں (رکوع سے اُٹھتے ہوئے) ﴿سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ﴾ کہا اور پھر سجدہ میں جانے سے پہلے یہ دعا کی: ''اے اللہ! عیاش بن ابی ربیعہ کو نجات دے۔ اے اللہ! سلمہ بن ہشام کو نجات دے۔ اے اللہ! ولید بن ولید کو نجات دے۔ اے اللہ! کمزور مومنوں کو نجات دے۔ اے اللہ! کفار مضر کو سخت سزا دے۔ اے اللہ! انہیں ایسی سخت قحط سالی میں مبتلا کر جیسی سیدنا یوسف علیہ السلام کے زمانے میں قحط سالی آئی تھی۔'' (صحیح بخاری: 4598)

سوال 2: دارُالکفر میں رہنے کی رخصت کی شرائط کیا ہیں؟

جواب: دارُالکفر میں رہنا مستقل نافرمانی ہے۔ دارُالکفر میں رہنے کا جواز دو صورتوں میں ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(1) دعوتِ دین کی غرض سے۔ (2) بے زاری اور نفرت سے وہاں اس حال میں رہے کہ نکلنے کی کوئی صورت نہ پاتا ہو۔

سوال 3: کیا ہجرت کا حکم صرف رسول اللہ ﷺ اور ان کے ساتھیوں کے لیے تھا یا یہ حکم آج بھی لاگو ہو سکتا ہے؟

جواب: (1) یہ احکامات عام ہیں، کسی مخصوص معاشرے تک محدود نہیں ہیں۔

(2) جب بھی اور جس ملک میں بھی مسلمان اپنے دین کے معاملے میں مشکلات میں مبتلا ہوں اور دنیا میں کہیں دارُ الاسلام قائم ہو تو وہ شریفانہ اور پاک زندگی گزارنے کے لیے وہاں ہجرت کر کے جا سکتے ہیں۔

﴿فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا﴾

"چنانچہ یہ لوگ ہیں، اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں معاف کر دے گا اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہی نہایت معاف کرنے والا، بے حد بخشنے والا ہے" (99)

سوال: کن لوگوں کو ہجرت نہ کر سکنے پر معافی مل سکتی ہے، اس کی وضاحت ﴿فَاُولٰٓئِكَ ... غَفُوْرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ﴾ "چنانچہ یہ لوگ ہیں، اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں معاف کر دے گا" وہ مرد، عورتیں اور بچے جو نکلنے کا کوئی راستہ نہیں پاتے جو اپنی جائیداد، رشتہ داروں اور دوستوں کی وجہ سے نہیں بلکہ حقیقی طور پر مجبور ہوں انہیں ہجرت نہ کر سکنے پر معافی مل سکتی ہے۔

(2) ان کے علاوہ اور متعدد صحابہ تھے جو مکہ مکرمہ میں پھنسے ہوئے تھے اور وہاں سے نکلنے کی کوئی صورت نہ تھی اور کافروں کے ماحول میں مصیبت میں پڑے ہوئے تھے ان کے لیے نبی ﷺ قنوت نازلہ میں دعا کیا کرتے تھے ان میں سے عیاش بن ابی ربیعہ اور سلمہ بن ہشام اور ولید بن ولید کے اسماء گرامی روایات میں آتے ہیں۔ (تفسیر انوار البیان: 767/1)

(3) ﴿يَّعْفُوَ عَنْهُمْ﴾ "انہیں معاف کر دے گا" ان کے ہجرت ترک کرنے پر ان سے درگزر کرے۔ (تفسیر قاسمی: 401/5)

(4) ﴿وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا﴾ "اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہی نہایت معاف کرنے والا، بے حد بخشنے والا ہے" اللہ تعالیٰ نے ہجرت نہ کر سکنے والے کمزور اور مغلوب لوگوں کو اپنے عَفُو اور غَفُور ہونے کا شعور دلایا ہے، جو نہ راستے کا علم رکھتے ہیں اور نہ کسی قسم کی طاقت رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کمزوریوں سے درگزر کرنے والا اور معاف کرنے والا ہے۔

﴿وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً ؕ وَمَنْ يَّخْرُجْ

"اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کرے گا، وہ زمین میں پناہ کی بہت جگہ اور بڑی کشادگی پائے گا۔ اور جو اپنے گھر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ

سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرتے ہوئے نکلا، پھر اسے موت پالے تو یقیناً اس کا اجر اللہ تعالیٰ پر ثابت ہو گیا

وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿

اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہی بڑا بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے" (100)

ع 14 9 11

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ اپنے گھر سے ہجرت کے ارادہ سے روانہ ہوئے اور اپنے گھر والوں سے کہا کہ مجھے سوار کرا دو اور مشرکین کی زمین سے رسول اکرم ﷺ کی طرف روانہ کر دو مگر رسول اکرم ﷺ کے پاس پہنچنے سے پیشتر ہی راستہ میں انتقال فرما گئے ان کی شان میں بذریعہ وحی آپ ﷺ پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ اور ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت اسی طرح سیدنا سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ، عکرمہ رضی اللہ عنہ، قتادہ رضی اللہ عنہ اور سدی سے روایت کی ہے۔ بعض روایتوں میں ان کا نام ضمرۃ بن العیص یا عیص ابن ضمرہ اور بعض میں جندب بن ضمرہ الجدعی اور بعض میں ضمری اور بعض میں بنی ضمرہ کے ایک شخص اور بعض میں بنی خزاعہ کے ایک شخص اور بعض میں بنی لیث کے ایک شخص اور بعض روایتوں میں بنی بکر کے ایک شخص نے بیان کیا ہے۔ اور ابن سعد نے طبقات میں سیدنا یزید بن عبداللہ بن قسط رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جندع بن ضمرہ ضمری مکہ مکرمہ میں تھے اچانک بیمار ہوئے تو اپنی اولاد سے فرمایا کہ مجھے مکہ مکرمہ سے نکال دو مجھے اس چیز کے غم نے ہلاک کر دیا ہے، اولاد نے پوچھا کہ کس مقام پر جانا چاہتے ہیں؟ جندع بن ضمرہ نے اپنے ہاتھ سے ہجرت کے ارادہ سے مدینہ منورہ کی جانب اشارہ کیا، چنانچہ ان کی اولاد ان کو لے کر روانہ ہوئی جب بنی غفار کے پڑاؤ کے پاس پہنچے تو انتقال فرما گئے اللہ تعالیٰ نے ان کی فضیلت میں یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی۔ نیز ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ، ابن مندہ رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر نے صحابہ کے بیان میں ہشام بن مروہ بواسطہ والد روایت نقل کی ہے کہ زبیر بن عوام نے فرمایا کہ خالد بن حرام نے سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کی، ان کو اچانک راستہ میں ایک سانپ نے ڈس لیا جس کی وجہ سے وہ انتقال فرما گئے، ان کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ (تفسیر ابن عباس: 1/ 296,295)

سوال 2: ہجرت کی ترغیب کی وضاحت ﴿وَمَنْ يُّهَاجِرْ ... رَّحِيْمًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً﴾ "اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کی راہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں ہجرت کرے گا، وہ زمین میں پناہ کی بہت جگہ اور بڑی کشادگی پائے گا'' اس آیت میں ہجرت کی اور مشرکوں سے علیحدگی اختیار کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے اور خوش خبری دی گئی ہے کہ مومن جہاں بھی جائے گا وہیں اسے پناہ اور کشادگی مل جائے گی۔

(2) ﴿فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ ہجرت صحیح مقصد اور ایسی خالص نیت سے ہونی چاہیے جس میں دنیاوی امور کی آمیزش اور شائبہ تک نہ ہو۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا: ''اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر ایک کے لیے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی۔ جس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے لیے ہجرت کی پھر اس کی ہجرت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے لیے ہے اور جس نے دنیا حاصل کرنے کے لیے ہجرت کی یا کسی عورت سے شادی کرنے کی نیت سے ہجرت کی پھر اس کی ہجرت اسی کے لیے ہے جس نیت سے اس نے ہجرت کی۔'' (بخاری:5070)

(3) ﴿مُرٰغَمًا﴾ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کے سوا دوسرے شخص (سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ) نے کہا: مراغم کا معنی ہجرت کا مقام ہے۔ عرب لوگ کہتے ہیں رَاغَمْتُ قَوْمِيْ یعنی میں نے اپنی قوم والوں کو جمع کر دیا۔ (بخاری کتاب التفسیر)

(4) ﴿وَّسَعَةً﴾ یعنی رزق میں وسعت۔

(5) قتادہ نے کہا: سعۃ گمراہی سے ہدایت کی طرف ہے اور فقر سے دولت مندی کی طرف ہے۔

(6) امام مالک نے کہا: وسعت تو شہروں کی وسعت ہے۔ (تفسیر قرطبی:239/3) ﴿وَّسَعَةً﴾ سے مراد کشادگی اور فراخی ہے۔

(7) ﴿وَّسَعَةً﴾ سے مراد رزق کی کشادگی، ملک کی کشادگی اور جگہ کی کشادگی ہے۔

(8) جو کوئی اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اس کے راستے میں ہجرت کرتا ہے وہ زمین میں بہت سے راستے اور کشادگی پائے گا۔ پس یہ راستے دینی مصالح، زمین کی وسعت اور دنیاوی مصالح پر مشتمل ہیں۔ بندۂ مومن جب تک کفار کے درمیان رہ رہا ہے اس کا دین انتہائی ناقص ہے، اس کی وہ عبادات بھی ناقص ہیں جن کا تعلق صرف اسی کی ذات سے ہے جیسے نماز وغیرہ اور اس کی وہ عبادات بھی ناقص ہیں جن کا تعلق دوسروں سے ہے مثلاً قولی و فعلی جہاد اور اس کے دیگر توابع، کیونکہ یہ اس کے بس کی بات نہیں۔ اور وہ اپنے دین کے بارے میں ہمیشہ فتنے اور آزمائش میں مبتلا رہے گا۔ خاص طور پر جبکہ وہ مستضعفین (کمزوروں) میں شمار ہوتا ہو۔ پس جب وہ دار الکفر سے ہجرت کر جاتا ہے تو اقامتِ دین کی کوشش اور اللہ کے دشمنوں کے خلاف جہاد کر سکتا ہے کیونکہ المراغمۃ ایک جامع نام ہے اور اس سے مراد ہر وہ قول و فعل ہے جس سے اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کے خلاف غیظ و غضب پیدا ہو۔ اسی طرح مراغم سے مراد رزق وغیرہ کی فراخی ہے اور یہ چیز اسی طرح واقع ہوئی جس طرح

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ نے خبر دی تھی۔ (تفسیر سعدی:573/1)

(9) ہجرت کے ذریعے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایمان کی تکمیل ہوئی۔ انہیں ایمانِ کامل، جہادِ عظیم اور اللہ تعالیٰ کے دین کی نصرت حاصل ہوئی۔ بنابریں وہ بعد میں آنے والوں کے لیے امام بن گئے۔ اس ایمان کی تکمیل پر انہیں فتوحات اور غنائم حاصل ہوئیں اور وہ سب سے بے نیاز ہو گئے۔ (تفسیر سعدی)

(10) صحابہ رضی اللہ عنہم نے مکہ مکرمہ چھوڑ کر مدینہ منورہ کو ہجرت کی تھی چند سال بعد مکہ معظمہ بھی فتح ہو گیا۔ خیبر فتح ہوا، بہت سے علاقے قبضے میں آئے، بڑی بڑی جائیدادیں ملیں، اموال غنیمت ہاتھ آئے۔ پھر نبی ﷺ کے بعد مصر، شام، عراق فتح ہوئے۔ جو حضرات مکہ میں مجبور اور بے کس تھے ان کو بڑے بڑے اموال ملے۔ (تفسیر انوار البیان:769/1)

(11) امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کسی شخص کے لیے ایسے مقام پر رہنا جائز نہیں ہے جہاں سلف کو گالیاں دی جاتی ہوں۔ علی ہذا القیاس جس علاقہ میں حلال روزی نہ ملتی ہو یا دین میں فتنہ کا خوف ہو وہاں سے ہجرت کی بھی ترغیب آئی ہے۔ (قرطبی) (تفسیر اشرف الحواشی:114/1)

(12) ﴿وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ ''اور جو اپنے گھر سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرتے ہوئے نکلا'' جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے راستے میں وطن کو چھوڑے گا۔ اس آیت میں ہجرت جیسے عمل کے لیے بھی نیت کی اہمیت واضح کی گئی ہے۔

(13) ﴿ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ﴾ ''پھر اسے موت پالے تو یقیناً اس کا اجر اللہ تعالیٰ پر ثابت ہو گیا'' اسے اس کا اجر ملے گا یعنی جو شخص صرف اپنے رب کی رضا، اس کے رسول ﷺ کی محبت اور اللہ تعالیٰ کے دین کی نصرت کی خاطر ہجرت کے لیے اپنے گھر سے نکلتا ہے اور اس کے سوا اس کا کوئی اور مقصد نہیں پھر اسے موت آ جائے ''یقیناً اس کا اجر اللہ تعالیٰ پر ثابت ہو گیا'' یعنی اسے اس مہاجر کا اجر حاصل ہو گیا جسے اللہ تعالیٰ کی ضمانت سے اپنی منزلِ مقصود مل گئی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے عزمِ جازم کے ساتھ ہجرت کی نیت کی تھی اور اس پر عمل درآمد کرنا شروع کر دیا تھا۔ اس پر اور اس جیسے دوسرے لوگوں پر یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اگرچہ انہوں نے اپنے عمل کو مکمل نہیں کیا مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو کامل عمل عطا کر دیا اور ہجرت وغیرہ کے معاملے میں ان سے جو کوتاہی ہوئی اللہ تعالیٰ نے اس کو بخش دیا۔ (تفسیر سعدی)

(14) سیدنا ابو سعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بنی اسرائیل میں ایک شخص نے ننانوے قتل کیے تھے پھر وہ اپنے متعلق مسئلہ پوچھنے لگا۔ وہ ایک راہب کے پاس گیا اور اس سے پوچھا کہ کیا میرے لیے (توبہ کی) گنجائش ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس نے کہا نہیں۔تو اس نے راہب کو بھی مار ڈالا (اور سو پورے کر دیئے) پھر لوگوں سے یہی مسئلہ پوچھتا رہا۔کسی آدمی نے اسے کہا کہ فلاں فلاں بستی میں (توبہ کے لیے) چلے جاؤ، راستہ ہی میں اسے موت نے آلیا۔اس نے اپنا سینہ بستی کی طرف جھکا دیا، اب رحمت کے اور عذاب کے فرشتے آپس میں جھگڑنے لگے جس بستی کی طرف وہ جا رہا تھا اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا کہ نزدیک ہو جا اور جس بستی سے جا رہا تھا اسے حکم دیا کہ دور ہو جا۔اور فرشتہ سے فرمایا کہ فاصلہ ماپ لو۔ چنانچہ جہاں اسے جانا تھا وہ بستی ایک بالشت بھر قریب نکلی تو اسے بخش دیا گیا۔'' (بخاری کتاب الانبیاء) (تیسیر القرآن:453/1)

(15) رب العزت کا فرمان ہے:﴿فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّيْ لَآ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ۚ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ﴾ ''چنانچہ ان کے رب نے ان کی دُعا قبول فرمائی کہ بے شک میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کا عمل ضائع نہیں کروں گا، مرد ہو یا عورت، تم سب ایک دوسرے ہی سے ہو تو جن لوگوں نے ہجرت کی اور جو اپنے گھروں سے نکالے گئے اور میری راہ میں تکلیف دیئے گئے اور انہوں نے جنگ کی اور قتل کر دیئے گئے تو یقیناً میں ضرور ان کی برائیاں ان سے دور کر دوں گا اور یقیناً میں ضرور انہیں باغات میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ ان کا بدلہ ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کے پاس بہترین بدلہ ہے۔'' (آل عمران:195)

(16)﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْفَاۗىِٕزُوْنَ﴾ ''جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کیا، اللہ تعالیٰ کے نزدیک درجے میں زیادہ بڑے ہیں اور وہی لوگ کامیاب ہیں۔'' (التوبہ:20)

(17)﴿وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۭ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''اور جن لوگوں نے اس کے بعد کہ ان پر ظلم کیا گیا اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہجرت کی یقیناً ہم دنیا میں ضرور انہیں اچھا ٹھکانہ دیں گے اور بلاشبہ آخرت کا اجر تو بہت ہی بڑا ہے کاش وہ جانتے ہوتے!'' (النحل:41)

(18)﴿وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہی بڑا بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے ہجرت کرنے والوں کو اجر عطا کرنے سے اپنے ﴿رَحِيْم﴾ ہونے کا اور ہجرت کرنے والوں کو راستے میں موت آنے پر بھی اجر عطا کرنے سے اپنے ﴿غَفُوْر﴾ ہونے کا شعور دلایا ہے۔یقیناً وہ کوتاہیاں معاف کر کے رحم کرنے والا ہے۔اللہ تعالیٰ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اہل ایمان کے ان تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے جس کا وہ ارتکاب کرتے ہیں خاص طور پر وہ اہل ایمان جو توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے۔﴿رَحِيمًا﴾ یعنی وہ تمام مخلوق پر رحم کرنے والا ہے، اس کی رحمت ہی انہیں وجود میں لائی، اس کی رحمت ہی نے انہیں عافیت عطا کی اور اس کی رحمت ہی نے انہیں مال، بیٹوں اور قوت وغیرہ سے نوازا۔ وہ اہل ایمان پر رحم کرنے والا ہے کیونکہ اسی نے اہل ایمان کو ایمان کی توفیق عطا کی، انہیں ایسے علم سے نوازا جس سے ایقان حاصل ہوتا ہے۔ ان کے لئے سعادت اور فلاح کی راہیں آسان کر دیں، جن کے ذریعے سے وہ بے انتہا فائدہ اٹھاتے ہیں۔ وہ عنقریب اس کی رحمت اور فضل وکرم کے وہ نظارے دیکھیں گے جو کسی آنکھ نے دیکھے ہوں گے نہ کسی کان نے سنے ہوں گے اور نہ کسی بشر کے قلب سے ان کا گزر ہوا ہوگا۔ (تفسیر سعدی)

سوال 3: اس آیت میں ہجرت سے متعلقہ وسوسوں کا سد باب کیسے کیا گیا ہے؟

جواب: (1) ہجرت فی سبیل اللہ ہے۔ اسلام میں اس کے علاوہ کسی ہجرت کا تصور نہیں۔ (2) یہ ہجرت مال کے لیے نہیں ہے اس لیے مال نہ ملنے پر غم نہیں ہونا چاہئے۔ (3) یہ ہجرت مشکلات سے بھاگنے کے لیے نہیں اس لیے مشکلات آنے پر دل کو تکلیف نہ ہو۔ (4) یہ ہجرت لذت وشہوت کے لیے نہیں ہے اس لیے مصیبتیں برداشت کرتے ہوئے پریشان نہ ہو۔

﴿وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلٰوةِ ۖ إِنْ

''اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم نماز قصر کرو اگر تمہیں ڈر ہو کہ

خِفْتُمْ أَنْ يَفْتِنَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا ۚ إِنَّ الْكٰفِرِينَ كَانُوا لَكُمْ عَدُوًّا مُبِينًا﴾

تمہیں وہ لوگ فتنے میں ڈالیں گے جنہوں نے کفر کیا بلاشبہ کافر تمہارے لیے کھلے دشمن ہیں'' (101)

سوال 1: نماز قصر کے حکم کی وضاحت ﴿وَإِذَا ضَرَبْتُمْ ... مُبِينًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) رب العزت نے نماز قصر کا حکم دیا ہے، فرمایا: ﴿وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلٰوةِ﴾ ''اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم نماز قصر کرو'' قصر سے مراد ہے کہ سفر میں چار رکعات والی نماز کو کم کر کے دو رکعات ادا کرنا۔ (بخاری: 1090، مسلم: 1570)

(2) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی ﷺ کی زبان مبارک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے حضر میں چار رکعتیں، سفر میں دو رکعتیں اور خوف میں ایک رکعت فرض فرمائی ہے۔'' (صحیح مسلم:1575)

(3) قصر کی فضیلت کو دو امور ثابت کرتے ہیں۔ اول۔ رسول اللہ ﷺ کا اپنے تمام سفروں میں قصر کا التزام کرنا۔ ثانی۔ قصر بندوں کے لیے وسعت، رخصت اور رحمت کا دروازہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند ہے کہ اس کی رخصتوں سے استفادہ کیا جائے جس طرح وہ یہ بات ناپسند کرتا ہے کہ اس کی نافرمانی کا کوئی کام کیا جائے۔ (تفسیر سعدی:575/1)

(4) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ پہلے نماز دو رکعات فرض ہوئی تھی بعد میں سفر کی نماز تو اپنی اسی حالت پر رہ گئی البتہ حضر کی نماز پوری (چار رکعات) کر دی گئی۔ (بخاری:1090)

(5) نبی کریم ﷺ نے منیٰ میں امن کی حالت میں دو رکعات نماز پڑھائی تھی۔ (بخاری:1083)

(6) ﴿اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ ''اگر تمہیں ڈر ہو کہ تمہیں وہ لوگ فتنے میں ڈالیں گے جنہوں نے کفر کیا'' یہ بات عرب کے ماحول کے لحاظ سے کہی گئی ہے جو دارُ الحرب بنا ہوا تھا اور کوئی علاقہ خطرے سے خالی نہیں تھا۔ اس لیے حکم دیا گیا کہ خوف کی حالت میں نماز قصر کرنے کی اجازت ہے۔

(7) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے مکہ سے مدینہ کا سفر فرمایا، اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا ڈر نہ تھا۔ آپ ﷺ دو دو رکعتیں ہی پڑھتے رہے۔ (مجمع الزوائد:156/2) (ترمذی:547)

(8) حفص بن عاصم رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ان سے کہا: اے میرے بھتیجے! میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ سفر میں رہا مگر آپ ﷺ نے دو رکعتوں سے زیادہ نماز نہ پڑھی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی روح قبض فرمالی اور میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ سفر میں رہا، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے ہمراہ سفر میں رہا اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ہمراہ سفر میں رہا ان سب نے سفر میں دو رکعتوں سے زیادہ نماز نہیں پڑھی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی روح قبض فرمالی اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی اتباع ہی تمہارے لیے بہتر ہے۔ (صحیح مسلم:1579)

(9) حفص رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما منیٰ میں نمازِ قصر ادا کرتے اور اپنے بستر پر آجاتے۔ حفص رحمہ اللہ نے کہا: چچا جان! اگر آپ نماز قصر کے بعد دو رکعات (سنت) ادا فرما لیتے تو کتنا اچھا ہوتا؟ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اگر مجھے سنتیں ادا کرنا ہوتیں تو میں فرض پورے کرتا۔ (مختصر صحیح مسلم:437)

(10) ﴿اِنَّ الْكٰفِرِيْنَ كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِيْنًا﴾ ''بلاشبہ کافر تمہارے کھلے دشمن ہیں'' مسلمانوں کو تنبیہ کی گئی ہے کہ کافر ان کے کھلے دشمن ہیں۔ وہ مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کا کوئی موقع جانے نہیں دیتے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(11) قصر کی رخصت کی مشروعیت میں حکمت اور مصلحت بیان کی گئی ہے۔اس آیت کریمہ میں وہ انتہائی مشقت بیان کی گئی ہے جس کا قصر کی رخصت کے بارے میں تصور کیا جا سکتا ہے اور وہ ہے سفر اور خوف کا اجتماع اور اس سے یہ بات لازم نہیں آتی کہ اکیلے سفر میں قصر نہ کی جائے جو کہ مشقت کا باعث ہے۔(تفسیر سعدی:576/1)

سوال 2: کیا قصر کرنا واجب ہے؟

جواب:(1) قصر اس کے لیے واجب ہے جو اپنے شہر سے سفر کے ارادے سے نکلے خواہ اس کا سفر کتنا ہی کم ہو۔جتنی مسافت پر سفر کا اِطلاق ہوتا ہے وہاں قصر پڑھ لی جائے گی۔(مجموع الفتاوی:51/24،زاد المعاد:481/1)

(2) سیدنا یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ کچھ گناہ نہیں اگر تم قصر کرو نماز میں اگر تمہیں خوف ہو کہ کافر لوگ تمہیں ستائیں گے اور اب تو لوگ امن میں ہو گئے (یعنی اب قصر جائز ہے یا نہیں؟) انہوں نے کہا: مجھے بھی یہی تعجب ہوا جیسے تمہیں تعجب ہوا تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کو پوچھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں صدقہ دیا ہے تو اس کا صدقہ قبول کرو (یعنی بغیر خوف کے بھی سفر میں قصر کرو)۔''(مسلم:1573)

سوال 3: کتنے سفر میں قصر کی جائے گی؟

جواب:(1) قصر نماز کی ابتداء شہری آبادی کے ختم ہونے کے بعد کی جائے گی۔

(2) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ میں ظہر کی چار رکعات پڑھی اور ذوالحلیفہ میں عصر کی دو رکعات پڑھی۔(بخاری:1089)

(3) سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ (کوفہ سے سفر کے ارادے سے) نکلے تو نماز قصر کرنی اسی وقت سے شروع کر دی جب ابھی کوفہ کے مکانات دکھائی دے رہے تھے اور پھر واپسی کے وقت بھی جب آپ کو بتایا گیا کہ یہ کوفہ سامنے ہے تو آپ نے فرمایا کہ جب تک ہم شہر میں داخل نہ ہو جائیں نماز پوری نہیں پڑھیں گے۔(بخاری، کتاب تقصیر الصلوۃ، باب 5)

(4) سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین میل یا تین فرسخ (9 میل) سفر کرتے، تو نمازِ قصر ادا فرماتے۔میل یا فرسخ کا شک یحییٰ کے شاگرد شعبہ کو ہے۔(صحیح سنن ابی داؤد للالبانی الجزء الاول رقم الحدیث:1060)

(5) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما چار برد (اڑتالیس میل) پر قصر کرتے اور روزہ بھی ترک فرما دیتے۔(فی الفتح الباری، ص:565)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سوال 4: کتنے دن تک قصر نماز پڑھی جائے گی؟

جواب: (1) چار دن تک قصر نماز پڑھی جائے گی۔ (الفتاویٰ الاسلامیہ: 379/1)

(2) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے اپنے سفر کے دوران (ایک ہی جگہ) 19 دن قیام فرمایا، تو نمازِ قصر ادا فرمائی، لہٰذا جب ہم انیس دن ٹھہرتے ہیں، تو قصر نماز ادا کرتے ہیں لیکن جب انیس دن سے زیادہ قیام ہوتا ہے تو پوری نماز ادا کرتے ہیں۔ (صحیح بخاری: 1080)

سوال 5: اگر انسان چار دن کسی شہر میں تردّد کی حالت میں ہو تو کیا وہ قصر کرے گا اور کب تک؟

جواب: تردّد کی حالت میں انسان مقیم نہیں مسافر ہوتا ہے۔

(1) سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما آذربائیجان کے علاقے میں برف کی وجہ سے راستے بند ہو جانے کی وجہ سے چھ ماہ دو رکعات نماز ادا کرتے رہے۔ (نصب الرایۃ: 185/2)

(2) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ تبوک میں بیس دن ٹھہرے اور نماز قصر کرتے رہے۔ (ابوداؤد: 1235)

(3) اہلِ علم نے اجماع کیا ہے کہ مسافر جب تک اقامت کی نیت نہ کر لے قصر کر سکتا ہے خواہ کئی برس گزر جائیں۔

سوال 6: قصر نمازوں میں رکعتوں کی کیا تعداد ہوگی؟

جواب: فجر: پوری نماز (یعنی 2 سنت اور 2 فرض) ظہر: 2 فرض عصر: 2 فرض مغرب: 3 فرض عشاء: 2 فرض اور وتر

﴿وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْٓا

"اور جب آپ ان میں موجود ہوں تو ان کے لیے نماز کھڑی کریں تو لازم ہے کہ ان میں سے ایک جماعت آپ کے ساتھ کھڑی ہو اور

اَسْلِحَتَهُمْ ۫ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِكُمْ ۪ وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ اُخْرٰى

لازم ہے کہ وہ اپنا اسلحہ اُٹھائے رکھیں، چنانچہ جب وہ سجدہ کر چکیں تو لازم ہے کہ وہ تمہارے پیچھے ہو جائیں اور دوسرا گروہ جس نے

لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ ۚ وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

ابھی نماز نہیں پڑھی پس لازم ہے کہ وہ آ کر آپ کے ساتھ نماز پڑھیں اور لازم ہے کہ وہ اپنا سامانِ حفاظت اور اپنا اسلحہ اُٹھائے رکھیں

لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَاَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً ؕ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہ لوگ چاہتے ہیں جنہوں نے کفر کیا کہ کاش! تم اپنے اسلحے اور اپنے سامان سے غافل ہو جاؤ تو وہ تم پر ایک ہی بار ٹوٹ پڑیں

وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَنْ تَضَعُوْٓا

اور تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تمہیں بارش کی تکلیف ہو یا اگر تم بیمار ہو کہ تم اپنا اسلحہ اتار کر رکھ دو

اَسْلِحَتَكُمْ ۚ وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴾

اور اپنے بچاؤ کا سامان پکڑے رکھو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لیے رسوا کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے" (102)

سوال 1: نماز خوف کے حکم اور طریقے کی وضاحت ﴿وَاِذَا كُنْتَ ... مُّهِيْنًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اس آیت میں صلوٰۃ خوف کا حکم دیا جا رہا ہے۔

(2) اس آیت اور بعد والی آیت میں خوف کی حالت میں نماز ادا کرنے کی کیفیت بیان کی گئی ہے۔

(3) صلوٰۃ خوف کے معنی ہیں خوف کی نماز۔ صلوٰۃ خوف اس وقت مشروع ہے جب مسلمانوں اور کافروں کی فوجیں آمنے سامنے ہوں اور ایک دوسرے سے جنگ کے لیے تیار کھڑی ہوں یا جنگ ہو رہی ہو اور ایک لمحے کی غفلت بھی خطرناک ثابت ہو سکتی ہو۔ ایسے حالات میں نماز کا وقت آ جائے تو صلوٰۃ خوف پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

(4) صلوٰۃ خوف کی ترکیب کا انحصار جنگی حالات پر ہے کیونکہ کبھی تو دشمن قبلہ کی سمت میں ہوتا ہے اور کبھی غیر قبلہ کی سمت میں اور نماز بھی کبھی چار، کبھی تین اور کبھی دو رکعات والی ہوتی ہے۔ نبی ﷺ نے مختلف حالات میں مختلف طریقوں سے نماز پڑھائی۔

(5) رب العزت نے نماز خوف کا طریقہ واضح فرمایا ہے: ﴿وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَاۗىِٕفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَهُمْ ۡ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَاۗىِٕكُمْ ۠ وَلْتَاْتِ طَاۗىِٕفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَلْيَاْخُذُوْا حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ﴾ "اور جب آپ ان میں موجود ہوں تو ان کے لیے نماز کھڑی کریں تو لازم ہے کہ ان میں سے ایک جماعت آپ کے ساتھ کھڑی ہو اور لازم ہے کہ وہ اپنا اسلحہ اُٹھائے رکھیں، چنانچہ جب وہ سجدہ کر چکیں تو لازم ہے کہ وہ تمہارے پیچھے ہو جائیں اور دوسرا گروہ جس نے ابھی نماز نہیں پڑھی پس لازم ہے کہ وہ آ کر آپ کے ساتھ نماز پڑھیں اور لازم ہے کہ وہ اپنا سامانِ حفاظت اور اپنا اسلحہ اُٹھائے رکھیں" سیدنا ابو عیاش زرقی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مقام عسفان میں تھے، اس وقت مشرکوں کے سردار خالد بن ولید تھے، ہم نے ظہر پڑھی تو مشرکین کہنے لگے: ہم سے چوک ہو گئی، ہم غفلت کا شکار ہو گئے، کاش! ہم نے دوران نماز ان پر حملہ کر دیا ہوتا، چنانچہ ظہر اور عصر کے درمیان قصر کی آیت نازل ہوئی۔ پھر جب عصر کا وقت ہوا تو رسول اللہ ﷺ قبلہ رخ ہو کر کھڑے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوئے، مشرکین آپ کے سامنے تھے، لوگوں نے آپ کے پیچھے ایک صف بنائی اور اس صف کے پیچھے ایک دوسری صف بنائی تو آپ ﷺ نے ان سب کے ساتھ بیک وقت رکوع کیا، لیکن سجدہ آپ نے اور صرف اس صف کے لوگوں نے کیا جو آپ سے قریب تر تھے اور باقی (پچھلی صف کے) لوگ کھڑے نگرانی کرتے رہے، پھر جب یہ لوگ سجدہ کر کے کھڑے ہو گئے تو باقی دوسرے لوگوں نے جو ان کے پیچھے تھے، سجدے کئے، پھر قریب والی صف پیچھے ہٹ کر دوسری صف کی جگہ پر چلی گئی، اور دوسری صف آگے بڑھ کر پہلی صف کی جگہ پر آ گئی، پھر سب نے مل کر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رکوع کیا، اس کے بعد سجدہ صرف آپ اور آپ سے قریب والی صف نے کیا اور بقیہ لوگ کھڑے نگرانی کرتے رہے، جب رسول اللہ ﷺ اور قریب والی صف کے لوگ بیٹھ گئے تو بقیہ دوسروں نے سجدہ کیا، پھر سب ایک ساتھ بیٹھے اور ایک ساتھ سلام پھیرا، آپ نے عسفان میں اسی طرح نماز پڑھی اور بنی سلیم سے جنگ کے روز بھی اسی طرح نماز پڑھی۔ (ابوداؤد:1236)

(6) صلوٰۃ خوف کے متعدد طریقے ہیں: (i) ایک طریقہ یہ ہے کہ فوج کا ایک حصہ امام کے ساتھ نماز پڑھے اور دوسرا حصہ دشمن کے مقابلہ پر رہے۔ پھر جب ایک رکعت پوری ہو جائے تو پہلا حصہ سلام پھیر کر چلا جائے اور دوسرا حصہ آ کر دوسری رکعت امام کے ساتھ پوری کرے۔ اس طرح امام کی دو رکعتیں اور فوج کی ایک ایک رکعت ہوگی۔ (ابن عباس رضی اللہ عنہما)

(ii) دوسرا طریقہ یہ ہے کہ فوج کا ایک حصہ امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھ کر چلا جائے۔ پھر دوسرا حصہ آ کر ایک رکعت امام کے پیچھے پڑھے۔ پھر دونوں حصے باری باری سے آ کر اپنی چھوٹی ہوئی ایک ایک رکعت خود سے ادا کر لیں۔ اس طرح دونوں حصوں کی ایک ایک رکعت امام کے پیچھے اور ایک ایک الگ ہوگی۔ (سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے لشکر کے ایک حصہ کو جنگ کے وقت ایک رکعت نماز پڑھائی جب کہ لشکر کا دوسرا حصہ دشمن کے ساتھ جنگ میں مصروف رہا۔ پھر نماز پڑھنے والا حصہ دشمن کے سامنے آ گیا اور دوسرے حصے کو رسول اللہ ﷺ نے ایک رکعت نماز پڑھائی اور سلام پھیر دیا۔ پھر پہلے اور دوسرے دونوں حصوں نے اپنی (باقی) ایک ایک رکعت (میدان جنگ میں الگ الگ) پوری کر لی۔ (صحیح مسلم:1942)

(iii) تیسرا طریقہ یہ ہے کہ امام کے پیچھے فوج کا ایک حصہ دو رکعتیں ادا کر کے چلا جائے۔ پھر دوسرا حصہ تیسری رکعت میں آ کر شریک ہو اور امام کے ساتھ سلام پھیرے۔ اس طرح امام کی چار اور فوج کی دو دو رکعتیں ہوں گی۔ (امام حسن بصری رحمہ اللہ)

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں غزوۂ ذات الرقاع کے موقع پر ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ نماز کی نیت باندھی گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے لشکر کے ایک حصہ کو دو رکعات نماز پڑھائی اور وہ چلا گیا پھر لشکر کے دوسرے حصہ کو دو رکعات نماز

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پڑھائی اس طرح رسول اللہ ﷺ کی چار اور لوگوں کی دو دو رکعتیں ہو گئیں۔ (صحیح بخاری:4136)

(iv) چوتھا طریقہ یہ ہے کہ فوج کا ایک حصہ امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھے۔ جب امام دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہو تو مقتدی خود سے دوسری رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیں۔ پھر دوسرا حصہ آ کر اس حال میں امام کے پیچھے شامل ہو کہ امام ابھی دوسری رکعت میں ہو اور یہ لوگ ایک رکعت امام کے ساتھ ادا کرنے کے بعد دوسری رکعت خود اُٹھ کر پڑھ لیں۔ اس صورت میں امام کو دوسری رکعت میں طویل قیام کرنا ہوگا۔ (امام شافعی رحمہ اللہ و امام مالک رحمہ اللہ)

(7) یہ آیتِ کریمہ اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ نماز با جماعت دو وجوہ سے فرض عین ہے: اول: اللہ تعالیٰ نے خوف کی اس شدید حالت میں یعنی دشمن کے حملہ کے خوف کی حالت میں بھی جماعت کے ساتھ نماز کا حکم دیا ہے۔ جب اس شدید حالت میں بھی جماعت کو واجب قرار دیا ہے تو امن و اطمینان کی حالت میں اس کا واجب ہونا زیادہ اولیٰ ہے۔ ثانی: نماز خوف ادا کرنے والے نمازی نماز کی بہت سی شرائط اور لوازم کو چھوڑ دیتے ہیں اور اس نماز میں نماز کو صرف باطل کرنے والے بہت سے افعال کو نظر انداز کر کے ان کو معاف کر دیا گیا ہے۔ یہ سب کچھ صرف جماعت کے وجوب کی تاکید کی بنا پر ہے کیونکہ فرض اور مستحب میں کوئی تعارض نہیں۔ اگر جماعت کے ساتھ نماز کا پڑھنا فرض نہ ہوتا تو اس کی خاطر نماز کے ان واجبات کو ترک کرنے کی کبھی اجازت نہ دی جاتی۔ (تفسیر سعدی:577/1)

(8) ﴿وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ وَاَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً﴾ ''وہ لوگ چاہتے ہیں جنہوں نے کفر کیا کہ کاش! تم اپنے اسلحے اور اپنے سامان سے غافل ہو جاؤ تو وہ تم پر ایک ہی بار ٹوٹ پڑیں'' اپنا اسلحہ ساتھ لینے کا حکم اس لیے دیا گیا کہ اسلام احتیاط کے تقاضوں سے بے پرواہ ہونے کی اجازت کسی حال میں نہیں دیتا۔ دشمن تو ایسے ہی موقع کی تاک میں ہوتا ہے کہ جب مسلمان اپنے اسلحے سے اور اپنی حفاظت سے غافل ہوں اور وہ یک بارگی ٹوٹ پڑیں۔ (9) یہاں پر نماز میں سامان حفاظت اور اسلحہ اٹھانے کا حکم دیا گیا ہے۔ (ایسر التفاسیر:291)

(10) ﴿وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَنْ تَضَعُوْٓا اَسْلِحَتَكُمْ﴾ ''اور تم پر کوئی گناہ نہیں اگر تمہیں بارش کی تکلیف ہو یا اگر تم بیمار ہو کہ تم اپنا اسلحہ اتار کر رکھ دو اور اپنے بچاؤ کا سامان پکڑے رکھو'' سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کے سلسلے میں بتلایا کہ سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ زخمی ہو گئے تھے، ان سے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ (بخاری:4599)

(11) ﴿وَخُذُوْا حِذْرَكُمْ﴾ ''اور اپنے بچاؤ کا سامان پکڑے رکھو'' اسلام احتیاط کے تقاضوں سے بے پروا ہونے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی اجازت کسی حال میں نہیں دیتا یہی وجہ ہے کہ اگر اسلحہ اتارنے کی مجبوری ہو جائے تب بھی سامانِ حفاظت سے بے پرواہ ہونے کی اجازت نہیں۔ حالتِ نماز میں بھی شدت کے ساتھ دفاع کا اہتمام کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔

(12)﴿اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لیے رسوا کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے'' اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی ہمت بڑھائی ہے کہ جن سے تمہارا مقابلہ ہے وہ تمہارے ہی نہیں اللہ تعالیٰ کے بھی دشمن ہیں اور ان کے لیے رسوا کرنے والا عذاب تیار کیا گیا ہے۔ شر اور فساد کی وجہ کفر ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے کفر کرنے والوں کے لیے عذاب تیار کر رکھا ہے۔

سوال 2: صلوٰۃِ خوف سے کیا سبق ملتا ہے؟

جواب: (1) پہلا سبق یہ ملتا ہے کہ نماز مومن کا ہتھیار ہے۔ نماز میدانِ جنگ میں بھی ایک مومن کو یہ شعور دیتی ہے کہ اس کا مقصدِ زندگی، اس کا نصب العین اور اس کا عقیدہ برتر و اعلیٰ ہے۔ نماز سے جہاد میں فائدہ اٹھانا ضروری ہے کیونکہ جنگ کی فضا اور جنگ کے مزاج کے ساتھ نماز کا گہرا تعلق ہے۔

(2) دوسرا سبق یہ ملتا ہے کہ ایمان والے روحانی طور پر بیدار اور تیار ہیں جب کہ دشمن مکار ہے اور اوچھے ہتھکنڈے اختیار کرتا ہے اس لیے اطمینان رکھیں کہ جن سے ایمان والوں کا مقابلہ ہے ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے توہین آمیز عذاب تیار کر رکھا ہے۔

﴿فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ ۚ فَاِذَا

''پھر جب تم نماز پوری کر چکو تو کھڑے ہوئے اور بیٹھے ہوئے اور اپنے پہلوؤں پر لیٹے ہوئے اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے رہو، پھر جب

اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۚ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا﴾

تم بے خوف ہو جاؤ تو نماز قائم کرو۔ بلاشبہ نماز ہمیشہ سے ایمان والوں پر ایسا فرض ہے جس کا وقت مقرر کیا ہوا ہے'' (103)

سوال 1: صلوٰۃِ خوف کے بعد خاص طور پر ذکر الٰہی کا حکم دیا گیا ہے، اس کی وضاحت ﴿فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ .. جُنُوْبِكُمْ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ﴾ ''پھر جب تم نماز پوری کر چکو'' یہاں نماز ادا کر چکنے سے مراد نمازِ خوف ہے۔

(2) ﴿فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ﴾ ''تو کھڑے ہوئے اور بیٹھے ہوئے اور اپنے پہلوؤں پر لیٹے ہوئے اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے رہو'' چونکہ نماز قصر کر دی گئی ہے لہٰذا اس کی تلافی کے لیے کھڑے، بیٹھے اور لیٹے ہوئے ذکر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ کا ذکر اگرچہ تمام نمازوں کے بعد مشروع اور پسندیدہ ہے لیکن نمازِ خوف کے بعد اس کی خاص طور پر تاکید کی گئی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خوف کی حالت میں نماز کے ارکان میں کمی کر دی ہے۔ سو نماز سے فارغ ہونے کے بعد ذکر میں مصروف ہونے کی ہدایت کی گئی ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق جڑا رہے۔

(4) میدانِ جنگ میں اس کی اہمیت اس وجہ سے بھی ہے کہ انسان کے عزائم اور حوصلوں کا مرکز اللہ تعالیٰ کی یاد ہے۔

(5) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ذکر کھڑے، بیٹھے اور اپنے پہلوؤں پر کرو، رات اور دن میں، خشکی اور سمندر میں، سفر و حضر میں، دولت مندی اور فقیری میں، کھلے چھپے ہر حال میں۔ (ابن ابی حاتم: 1056/4)

(6) قلب کی صلاح و فلاح اور اس کی سعادت، اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی انابت اور اس کے ساتھ محبت میں پنہاں ہے نیز اس بات میں ہے کہ قلب اللہ تعالیٰ کے ذکر اور اس کی حمد و ثنا سے لبریز رہے۔ سب سے بڑا ذریعہ جس سے یہ مقصد حاصل ہوتا ہے نماز ہے جو درحقیقت بندے اور اس کے رب کے درمیان رابطے کا ذریعہ ہے۔ (تفسیر سعدی)

سوال 2: حالت امن میں پوری نماز ادا کی جائے گی، اس حکم کی وضاحت ﴿فَاِذَا ... الصَّلٰوةَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ﴾ ''پھر جب بے خوف ہو جاؤ تم تو نماز قائم کرو'' حالت امن میں پوری نماز ادا کی جائے گی یعنی جب خوف اور جنگ کی حالت ختم ہو تو پھر عام حالات میں خشوع و خضوع کے ساتھ رکوع اور سجدوں کے ساتھ تمام ارکان کے ساتھ پوری نماز ادا کرو۔ ارشاد ہے: ﴿فَاِذَآ اَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ﴾ ''پھر جب امن میں آ جاؤ تو اللہ تعالیٰ کو ایسے ہی یاد کرو جیسے اس نے تمہیں وہ سکھایا ہے جسے تم نہیں جانتے تھے۔'' (البقرہ: 239)

(2) طمانیت: خوف سے نفس کا سکون میں آ جانا ہے۔ (تفسیر قرطبی: 256/3)

(3) مجاہد نے کہا: ﴿فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ﴾ سفر سے اپنے گھر واپس آنا ہے۔ (تفسیر جامع البیان: 305/5)

سوال 3: آیت کے اس حصے ﴿اِنَّ الصَّلٰوةَ ... مَّوْقُوْتًا﴾ سے کیا خاص اصول اخذ ہوتے ہیں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا﴾ ''بلاشبہ نماز ہمیشہ سے ایمان والوں پر ایسا فرض ہے جس کا وقت مقرر کیا ہوا ہے'' اس سے یہ خاص اصول اخذ ہوتے ہیں کہ

(i) وقت کی پابندی نماز کی شرائط میں سے ہے۔ (ii) نماز کی پابندی اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کردہ فریضہ ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(iii) نماز کے جو اوقات نبی ﷺ نے مقرر کیے ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی طرف سے مقرر کردہ فریضہ قرار دیا ہے۔

(2) ﴿مَّوْقُوْتًا﴾ کے معنی ایک مقررہ وقت پر یعنی جو وقت ان کے لیے مقرر ہو۔ (بخاری کتاب التفسیر)

(3) نماز کو مقررہ وقت میں پڑھنے کی تاکید سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اوقات نماز کی حفاظت ضروری ہے۔ رب العزت کا فرمان ہے: ﴿حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۚ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ﴾ ''سب نمازوں کی حفاظت کرو اور خصوصاً درمیانی نماز کی اور اللہ تعالیٰ کے لیے فرماں بردار بن کر کھڑے ہو جاؤ۔'' (البقرۃ:238)

(4) وقت پر نماز پڑھنا واجب ہے۔ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ''تم اس وقت کیا کرو گے جب تم پر ایسے حکمران ہوں گے جو نماز کو اس کے وقت سے دیر کر کے پڑھیں گے یا نماز کو اس کے وقت سے مٹا ڈالیں گے؟ میں نے عرض کیا: اس وقت میرے لیے کیا حکم ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''نماز کو اپنے وقت پر پڑھنا لیکن اگر ان کے ساتھ بھی پا لو تو پڑھ لینا کیونکہ وہ تمہارے لیے نفل ہو جائے گی۔'' (مسلم:1465)

(5) شرعی عذر کے بغیر دو نمازوں کو جمع کرنا درست نہیں کیونکہ اس طرح ایک نماز اپنے وقت کے علاوہ دوسری نماز کے وقت میں پڑھی جائے گی۔ عبداللہ بن ابی قتادہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم (خیبر سے واپسی پر) رات کو آپ ﷺ کے ہمراہ سفر کر رہے تھے۔ بعض لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! کیا اچھا ہو جو یہاں اتر پڑیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے خطرہ ہے کہ تم سو جاؤ گے اور نماز فجر کے لیے نہ اٹھو گے۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں جگا دوں گا۔ چنانچہ سب لوگ سو گئے اور سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے اپنی اونٹنی سے پیٹھ لگائی تو نیند نے غلبہ کیا اور وہ بھی سو گئے۔ پھر آپ اس وقت اٹھے جب سورج کا کنارہ نکل آیا تھا۔ آپ ﷺ نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا: ''تمہارا قول کہاں گیا؟'' سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھے تو ایسی نیند آئی جیسے پہلے کبھی نہیں آئی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے جب چاہا تمہاری روحیں قبض کر لیں اور جب چاہا تمہیں واپس دے دیں۔ اے بلال! اٹھ اور نماز کے لیے اذان دے۔'' چنانچہ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی، آپ ﷺ نے وضو کیا اور جب سورج ذرا بلند اور سفید ہو گیا تو آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور نماز پڑھی۔ (بخاری:595)

(6) سیدنا انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص نماز ادا کرنا بھول جائے یا اس وقت سو یا ہو تو اس کا کفارہ یہ ہے کہ یاد آتے ہی ادا کر لے۔'' (بخاری)

(7) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نبی ﷺ سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کون سا عمل زیادہ محبوب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اپنے وقت پر نماز پڑھنا۔'' (صحیح بخاری:527)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(8) سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: ''اللہ عزوجل فرماتے ہیں میں نے تمہاری امت پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں اور میں نے اپنے ساتھ عہد کیا ہے کہ جو شخص ان کو وقت پر ادا کرے گا، میں اس کو جنت میں داخل کروں گا اور جو شخص ان کی حفاظت نہیں کرے گا اس کے ساتھ میرا کوئی عہد نہیں ہے۔'' (سنن ابی داود:430)

(9) سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک دن نماز کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ''جس شخص نے نماز کی حفاظت کی اس کے لیے نماز قیامت کے روز نور، برہان اور نجات کا باعث ہوگی۔ جس نے نماز کی حفاظت نہ کی اس کے لیے نور ہوگا نہ برہان اور نہ نجات، نیز قیامت کے روز اس کا انجام قارون، فرعون، ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔'' (صحیح ابن حبان:1467)

(10) سیدنا حنظلہ رضی اللہ عنہ (کاتب وحی) کا بیان ہے کہ میں نے رسول ﷺ سے سنا، آپ فرما رہے تھے: ''جو شخص پانچ نمازوں کے رکوع، سجود اور اوقات کا خیال رکھتا ہے اور یقین رکھتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے، وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔'' یا آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کے لیے جنت واجب ہے'' یا آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ آگ کے لیے حرام ہے۔'' (مسند احمد:267/4)

(11) سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اندھیرے میں مسجدوں کی طرف چل کر جانے والوں کو قیامت کے دن کامل روشنی کی خوشخبری دے دو۔'' (سنن ابی داود:561)

(12) اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ﴿عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ دلالت کرتا ہے کہ نماز ایمان کی میزان ہے اور بندۂ مومن کے ایمان کی مقدار کے مطابق نماز کی تکمیل ہوتی ہے۔ یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ کفار جو اگرچہ اہلِ ذمہ کی طرح مسلمانوں کے احکام وقوانین پر عمل کرنے کے پابند ہیں تاہم وہ فروعِ دین میں مخاطب نہیں مثلاً نماز وغیرہ اس لیے ان کو نماز پڑھنے کا حکم نہیں دیا جا سکتا۔ بلکہ جب تک وہ اپنے کفر پر قائم ہیں ان کی نماز صحیح نہیں البتہ ان کو نماز اور دیگر تمام احکام کو ترک کرنے پر آخرت میں سزا دی جائے گی۔ (تفسیر سعدی)

(13) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے کوئی نماز اس کے آخری وقت میں نہیں پڑھی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وفات دے دی۔ (بیہقی:435/1، مستدرک حاکم:190/1)

سوال 4: نمازوں کے اوقات کیا ہیں؟

جواب: (1) نماز کے اوقات وہی ہیں جو تمام مسلمانوں کے یہاں معروف ہیں اور جسے عالم اور جاہل سب جانتے ہیں۔ یہ اوقات نبی ﷺ سے اخذ کیے گئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ﴿صَلُّوْا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِي أُصَلِّي﴾ ''ویسے ہی نماز

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پڑھو جیسے تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے۔" (بخاری:631)

(2) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جبریل علیہ السلام نے بیت اللہ کے پاس میری دو بار امامت کرائی۔ (پہلے دن) مجھے ظہر کی نماز پڑھائی اس وقت جب کہ سورج ڈھل گیا اور سایہ تسمے کے برابر تھا اور عصر کی نماز پڑھائی جب اس کا سایہ اس کے برابر ہو گیا اور مغرب کی نماز پڑھائی جس وقت کہ روزہ دار روزہ کھولتا ہے اور عشاء کی نماز پڑھائی جب کہ شفق (سرخی) اُفق سے غائب ہو گئی اور فجر کی نماز پڑھائی جب کہ روزہ دار پر کھانا پینا حرام ہو جاتا ہے۔ جب دوسرا دن ہوا تو مجھے ظہر کی نماز پڑھائی جب کہ اس کا سایہ اس کے مثل تھا اور عصر کی نماز پڑھائی جب کہ اس کا سایہ دو مثل تھا اور مغرب کی نماز پڑھائی جب کہ روزہ دار روزہ کھولتا ہے اور عشاء کی نماز پڑھائی جب کہ رات کا تہائی حصہ گزر گیا اور مجھے فجر کی نماز پڑھائی اور خوب سفیدی کی۔" پھر (جبریل علیہ السلام) میری طرف متوجہ ہوئے اور کہا: "اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ سے پہلے انبیاء علیہم السلام کے یہی اوقات ہیں اور (نماز کے) اوقات ان دونوں (وقتوں) کے مابین ہیں۔" (ابوداؤد:393)

سوال 5: کیا عذر کی وجہ سے نمازوں کو جمع کرنا جائز ہے؟

جواب: (1) عذر کی وجہ سے نمازوں کو جمع کرنا جائز ہے۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سورج ڈھلنے سے پہلے سفر شروع کرتے تو ظہر عصر کا وقت آنے تک نہ پڑھتے۔ پھر کہیں (راستے میں) ٹھہرتے اور ظہر اور عصر ملا کر پڑھتے لیکن اگر سفر شروع کرنے سے پہلے سورج ڈھل چکا ہوتا تو پہلے ظہر پڑھتے پھر سوار ہوتے۔ (بخاری:1112)

(2) نمازیں باجماعت جمع کرتے وقت ایک اذان اور دو اقامتیں کہی جائیں گی۔ (مسلم:2950، ابوداؤد:1905)

﴿وَلَا تَهِنُوْا فِي ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ ۭ اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ

"اور اس قوم کے تعاقب میں ہمت نہ ہارو، اگر تم تکلیف اُٹھاتے ہو تو بلاشبہ وہ بھی تکلیف اُٹھاتے ہیں جیسا کہ تم تکلیف اُٹھاتے ہو،

كَمَا تَاْلَمُوْنَ ۚ وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُوْنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا﴾

ع 15 4 12

اور تم اللہ تعالیٰ سے وہ اُمید رکھتے ہو جو وہ اُمید نہیں رکھتے اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے" (104)

سوال 1: اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب احد کی جنگ ہوئی اور مسلمانوں پر مصیبت آئی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم پہاڑ پر چڑھے تو ابوسفیان آیا اور کہا: اے محمد! زخم کا بدلہ زخم ہے۔ جنگ ڈول کی طرح ہے ایک دن ہمارا اور ایک دن تمہارا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے فرمایا: اس کو جواب دو۔ تو انہوں نے کہا: برابر نہیں ہیں ہمارے مقتول تو جنت میں ہیں اور تمہارے مقتول آگ میں۔ ابوسفیان نے کہا: ہمارے لیے عزیٰ ہے اور تمہارا کوئی عزیٰ نہیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یہ کہو: ﴿اللہ مولنا ولا مولا لکم﴾ ''اللہ ہمارا مولیٰ ہے اور تمہارا کوئی مولیٰ نہیں۔'' ابوسفیان نے کہا: اعلیٰ ہبل، ہبل سربلند ہو تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہو ﴿اللہ اعلیٰ واجل﴾ ابوسفیان نے کہا: ہمارا تمہارا وعدہ بدر صغریٰ کا ہے۔ عکرمہ نے کہا: اس بارے میں آیت نازل ہوئی۔ ﴿اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ﴾ (تفسیر جامع البیان: 309/5)

سوال 2: مسلمانوں کو جہاد کا عمل جاری رکھنے کی ترغیب کیسے دلائی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿وَلَا تَهِنُوْا ... تَاْلَمُوْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا تَهِنُوْا فِي ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ﴾ ''اور اس قوم کے تعاقب میں ہمت نہ ہارو'' جہاد کا عمل جاری رکھنے کے لیے اس آیت میں ترغیب دلائی گئی ہے کہ: (i) دشمنوں کے تعاقب میں کمزوری نہ دکھاؤ۔ (ii) اگر تم تکلیف اٹھا رہے ہو تو وہ بھی تکلیف اٹھا رہے ہیں۔ (iii) اگر تم نے زخم کھائے ہیں تو انہوں نے بھی زخم کھائے ہیں۔ (iv) تم اللہ تعالیٰ سے رحمت اور جزا کے امیدوار ہو اور انہیں کوئی امید نہیں۔ (v) اگر کافر جنگ کے لیے ڈٹے ہوئے ہیں تو مسلمانوں کو ان سے بڑھ کر ڈٹے رہنا چاہیے۔ (vi) مسلمانوں کو کفار کا پیچھا کرنا چاہیے اور انہیں اس حال میں پہنچانا چاہیے کہ ان کی قوت ٹوٹ جائے اور وہ کسی مسلمان کے دین، جان اور مال کے لیے خطرہ نہ رہیں۔

(2) اپنے دشمن کفار کو طلب کرنے، ان کے خلاف جہاد اور ان کے مقابلے میں تیار رہنے میں کمزوری اور سستی کا مظاہرہ نہ کرو کیونکہ دل کی کمزوری بدن کی کمزوری کو دعوت دیتی ہے اور یہ کمزوری دشمن کے مقابلے میں کمزوری کا باعث بنتی ہے بلکہ دشمن کے خلاف جنگ میں چست و چالاک اور طاقت ور بنو۔ (تفسیر سعدی)

(3) ﴿اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ﴾ ''اگر تم تکلیف اُٹھاتے ہو تو بلاشبہ وہ بھی تکلیف اُٹھاتے ہیں جیسا کہ تم تکلیف اُٹھاتے ہو'' اپنے زخموں کا خیال نہ کرو تم ہی زخمی نہیں ہو، دشمن بھی زخمی ہے اور اس کے آدمی بھی تو مارے گئے ہیں پھر جنگ میں سب ہی زخمی ہوتے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ؕ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''اگر تمہیں چوٹ لگی ہے تو انہیں بھی یقیناً اس جیسی چوٹ لگ چکی ہے اور یہ دن ہیں جنہیں ہم لوگوں کے درمیان گھماتے رہتے ہیں اور تاکہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جان لے جو ایمان لائے اور تم میں سے بعض کو شہید بنا لے،

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اور اللہ تعالیٰ ظالموں سے محبت نہیں کرتا۔'' (آل عمران:140)(مختصر ابن کثیر:361/1)

(4)﴿وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُوْنَ﴾ ''اور تم اللہ تعالیٰ سے وہ اُمید رکھتے ہو جو وہ اُمید نہیں رکھتے'' مقاتل بن حیان نے کہا: ''تم اللہ تعالیٰ سے امید رکھتے ہو'' یعنی محمد ﷺ کے اصحاب زندگی کی، رزق کی، شہادت کی اور دنیا میں کامیابی کی امید رکھتے ہیں۔ (ابن ابی حاتم:1058/4)

(5) جنگ میں تو تکلیف ہی ہے لیکن تم جنت کی آرزو لیے ہوئے ہو اور کافر کے سامنے اس کے دین باطل کے سوا کچھ بھی نہیں لہٰذا تمہارے لیے کمزوری کا کوئی پہلو نہیں۔ (تفسیر انوار البیان:778/1)

(6) مومنوں کو جنگ میں اللہ تعالیٰ سے امید کی وجہ سے زیادہ صبر کرنا چاہیے۔

(7) امید اور تمنا میں فرق ہے۔ تمنا میں سستی ہوتی ہے اسی لیے تمنائیں کرنے والا کبھی عمدہ طریقے سے کوشش نہیں کرتا جب کہ امید رکھنے والا اسباب کے ساتھ اُمید رکھتا ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا وہی اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید رکھتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' (البقرہ:218)

(8) اللہ تعالیٰ سے اُمید رکھنا دل کی عبادت ہے۔ علماء نے سچی اُمید رکھنے کے چار عوامل بتائے ہیں: (الف) بندے کا اللہ تعالیٰ کے سابقہ فضل کو یاد کرنا۔ (ب) اللہ تعالیٰ کے کثیر ثواب کو یاد رکھنا۔ (ج) اللہ تعالیٰ کے انعامات کو ہر حال میں یاد رکھنا۔ (د) اللہ تعالیٰ کی رحمت کو یاد رکھنا۔ اللہ تعالیٰ سے حقیقی اُمید تب بندھتی ہے جب انسان اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات کی معرفت حاصل کرتا ہے۔

(9)﴿وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے نمازوں کو قصر کرنے سے اپنے علیم اور حکیم ہونے کا شعور دلایا ہے کہ حالتِ خوف اور امن کی حالت برابر نہیں ہوتی۔ چونکہ وہ علم رکھتا ہے اس لیے حکمت بھرے فیصلے کر سکتا ہے۔

(10) اللہ تعالیٰ نے جنگ کے موقعہ پر پہنچنے والے زخموں سے اپنے علیم ہونے کا شعور دلایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی اُمیدوں اور کافروں کی نا اُمیدی سے اپنے علیم ہونے کا شعور دلایا ہے۔

(11) اللہ تعالیٰ نے اپنے علیم اور حکیم ہونے کا شعور اس لیے دلایا ہے تاکہ مسلمان اللہ تعالیٰ کے حکم کو خوش دلی کے ساتھ قبول

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کریں اور دشمن کا پیچھا کرنے میں دل میں تنگی محسوس نہ کریں۔

سوال 3: جنگ مومنوں اور کافروں کے درمیان ہوتی ہے۔ دونوں کی جنگ میں کیا فرق ہے؟ موازنہ کریں۔

جواب:

مومنوں کی جنگ	کافروں کی جنگ
1۔ مومن رنج و اَلم اٹھاتے ہیں۔	1۔ کافر بھی رنج و اَلم اٹھاتے ہیں۔
2۔ مومنوں کو زخم لگتے ہیں۔	2۔ کافروں کو بھی زخم لگتے ہیں۔
3۔ مومن اللہ تعالیٰ کی راہ میں جنگ کرتے ہیں۔	3۔ کافر خود غرضی میں جنگ لڑتے ہیں۔
4۔ مومن اللہ تعالیٰ سے شاندار جزا کی اُمید رکھتے ہیں۔	4۔ کافر اللہ تعالیٰ سے جزا کی اُمید نہیں رکھتے۔
5۔ مومن اندرونی قوت ایمان رکھتے ہیں۔	5۔ کافر اندرونی تضاد کے روگ کے بیمار ہیں۔
6۔ مومن کے لیے اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کی طرف سے ملنے والی جزا بہت بڑا مرہم اور دوا ہے۔	6۔ کافروں کے زخم کا کوئی علاج نہیں۔ ان کی روح کے زخموں کا کوئی مرہم نہیں۔

﴿اِنَّاۤ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَیْنَ النَّاسِ بِمَاۤ اَرٰىكَ اللّٰهُ ؕ

"یقیناً ہم نے آپ کی طرف یہ کتاب حق کے ساتھ نازل کی ہے تاکہ آپ لوگوں کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ تعالیٰ نے

وَ لَا تَكُنْ لِّلْخَآىِٕنِیْنَ خَصِیْمًا﴾

آپ کو دکھایا ہے اور آپ خیانت کرنے والوں کی خاطر جھگڑنے والے نہ ہوں" (105)

سوال 1: اس آیت کا شانِ نزول کیا ہے؟

جواب: ترمذی اور مستدرک حاکم میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور سیدنا قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ سے جو روایتیں ہیں ان کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حاصل یہ ہے کہ سیدنا رفاعہ رضی اللہ عنہ کی زِرہ گم ہوگئی۔اس چوری کا گمان طعمہ بن اُبیرق کی طرف تھا جس کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ہجو میں اشعار لکھتا ہے اور مشہور کرتا ہے کہ یہ فلاں عرب شاعر کے ہیں۔جب چور کو پتہ چلا کہ اس کے خلاف رپورٹ ہوگئی ہے تو اس نے جلدی سے زِرہ ایک یہودی کے گھر پھینک دی اور اپنے خاندان کے لوگوں سے کہا کہ میں نے زِرہ غائب کردی ہے اور یہ اسی کے گھر سے برآمد ہوگی۔تم رسول اللہ ﷺ کے پاس جاؤ اور کہو کہ ہمارا بھائی تو بے گناہ ہے اور فلاں شخص چور ہے۔ہم نے پتہ لگالیا ہے کہ زِرہ اس کے گھر میں موجود ہے۔آپ ﷺ ہمارے ساتھی کی صفائی فرما دیں، اس کی حمایت کریں کہیں وہ ہلاک نہ ہو جائے۔جب نبی ﷺ کو معلوم ہوا کہ زِرہ یہودی کے گھر سے برآمد ہوگئی ہے تو آپ ﷺ نے مجمع میں اعلان کردیا کہ ابیرق بے گناہ ہے۔سیدنا قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم نے جان بوجھ کر ایک ایسے خاندان کے خلاف بغیر ثبوت کے چوری کا الزام عائد کیا جن کا اسلام اور نیکی مشہور و معروف ہیں۔''اس پر میں واپس ہوگیا لیکن میری حالت یہ تھی کہ میں یہ کہہ رہا تھا کہ اگر میری تمام دولت چلی جاتی اور میں نبی ﷺ سے بات نہ کرتا تو کتنا اچھا ہوتا۔اس پر میرے چچا سیدنا رفاعہ رضی اللہ عنہ آئے تو مجھے کہا: بھتیجے! یہ تُو نے کیا کیا۔میں نے وہ بات بتائی جو نبی ﷺ نے کہی تھی تو سیدنا رفاعہ رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ تعالیٰ ہی مددگار ہے۔اس پر زیادہ وقت نہ گزرا تھا کہ یہ آیات نازل ہوئیں۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب کے مطابق فیصلے کرنے کے حکم کی وضاحت ﴿اِنَّاۤ اَنْزَلْنَاۤ ... خَصِیْمًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّاۤ اَنْزَلْنَاۤ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ﴾ ''یقیناً ہم نے آپ کی طرف یہ کتاب حق کے ساتھ نازل کی ہے'' حق کے ساتھ نازل کرنے سے مراد ہے کہ اس کتاب کو شیاطین کے وسوسوں سے محفوظ رکھا ہے۔

(2) یہ کتاب عظیم حق کے ساتھ نازل ہوئی اور حق پر مشتمل ہے۔اس کی خبریں سچی اور اس کے اوامر و نواہی بھی عدل پر مشتمل ہیں۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ؕ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ﴾ ''اور آپ کے رب کی بات سچائی اور انصاف میں مکمل ہے، کوئی اُس کی باتیں بدلنے والا نہیں ہے اور وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔'' (الانعام: 115) (تفسیر سعدی)

(3) ﴿لِتَحْكُمَ بَیْنَ النَّاسِ بِمَاۤ اَرٰىكَ اللّٰهُ﴾ ''تاکہ آپ لوگوں کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دکھایا ہے'' جو اللہ تعالیٰ نے وحی کے واسطے سے آپ کو دکھایا ہے اس کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلے کریں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4) یعنی آپ ﷺ اپنی خواہش کے مطابق فیصلہ نہ کریں بلکہ اس الہام اور علم کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عطا کیا ہے۔ یہ آیتِ کریمہ اس امر کی دلیل ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان تمام احکام میں معصوم اور محفوظ ہیں جو آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں کو پہنچائے۔ نیز اس امر کی دلیل ہے کہ فیصلہ کرنے کے لیے علم اور عدل شرط ہے۔ (تفسیر سعدی)

(5) کتاب نازل کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو راہِ راست دکھائی ہے اس کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلہ کردو۔

(6) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾ ''اور جو اس کے مطابق فیصلے نہ کریں جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے تو وہی لوگ فاسق ہیں۔'' (المائدہ:47)

(7) اور فرمایا: ﴿وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ﴾ ''اور ہم نے آپ کی طرف یہ کتاب حق کے ساتھ نازل کی ہے جو تصدیق کرنے والی ہے اس کے لیے جو کتاب میں سے اس سے پہلے ہے اور ان پر نگہبان ہے، چنانچہ آپ ان کے درمیان اس کے مطابق فیصلہ کریں جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے اور جو حق آپ کے پاس آیا ہے اسے چھوڑ کر ان کی خواہشات کا پیچھا نہ کرو۔'' (المائدہ:48)

(8) ﴿وَلَا تَكُنْ لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًا﴾ ''اور آپ خیانت کرنے والوں کی خاطر جھگڑنے والے نہ ہوں'' مسلمانوں نے طعمہ بن اُبیرق یا بشیر بن اُبیرق اور ان کے خاندان کی طرف سے یہ جھگڑا کیا تھا کہ وہ نیکی میں معروف اور مشہور ہیں۔ ان پر چوری کا الزام عائد کیا گیا ہے۔ ﴿لِّلْخَآئِنِيْنَ﴾ وہ لوگ ہیں جو اپنے نفس سے بھی خیانت کرتے ہیں، چوری کرتے ہیں، نافرمانی کے کام کرتے ہیں اور دوسروں پر تہمت لگاتے ہیں۔ (تفسیر منیر:265/3)

(9) اس میں دلیل ہے کہ کوئی شخص اس کے بارے میں جھگڑا نہیں کرسکتا جب تک کہ اس کی حقیقت کے بارے میں نہ جان لے۔ (فتح القدیر:652/1)

(10) اس میں رسول اللہ ﷺ کو ایک قسم کا عتاب بھی ہے کہ آپ ﷺ کو خیانت کرنے والوں کی طرف سے دفاع نہیں کرنا چاہیے تھا۔ (تیسیر الرحمٰن)

(11) اس آیت میں ایسے مسلمانوں کو جنہوں نے محض خاندان اور قبیلے کی عصبیت کی بناء پر مجرم کی حمایت کی تھی اور تمام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لوگوں کو یہ بتا دیا گیا ہے کہ انصاف کے معاملے میں کسی قسم کا تعصب برداشت نہیں کیا جائے گا۔ اگر ایک فریق دشمن قوم سے تعلق رکھتا ہے اور وہ حق پر ہے تو اسی کی حمایت کی جائے گی، مسلمانوں کی نہیں کی جائے گی۔ (دعوۃ القرآن)

(12) اس آیتِ کریمہ کا مفہوم مخالف دلالت کرتا ہے کہ کسی ایسے شخص کے جھگڑے کی نیابت کرنا جائز ہے جو کسی ظلم میں معروف نہ ہو۔ (تفسیر سعدی)

15

﴿وَّاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾

''اور اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' (106)

سوال 1: مغفرت طلب کرنے کے حکم کی وضاحت ﴿وَّاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ ۔۔۔ رَّحِيْمًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَّاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے بخشش مانگو'' انسان معاملات میں غلطی کر بیٹھتا ہے تو اس کے قلب کو پاکیزگی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرنے سے دل اپنے صحیح مقام یعنی مقامِ عبودیت پر آ جاتا ہے اس لیے مغفرت طلب کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

(2) مغفرت طلب کرنے کے حکم سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ قاضی سے بھی غلطی ہو سکتی ہے۔ اگر وہ غلط فیصلہ کر بیٹھے تو اللہ تعالیٰ کے یہاں درست نہیں ہو جائے گا اس لیے مغفرت طلب کرنے کی ضرورت ہے۔

(3) سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے دروازے پر جھگڑے کی آواز سنی تو باہر ان کی طرف نکلے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں بھی ایک انسان ہوں اور میرے پاس لوگ مقدمے لے کر آتے ہیں۔ ممکن ہے ان میں سے ایک فریق دوسرے سے بولنے میں زیادہ عمدہ ہو اور میں یقین کر لوں کہ وہی سچا ہے اور اس طرح اس کے موافق فیصلہ کر دوں پس جس شخص کے لیے بھی میں کسی مسلمان کا حق دلا دوں تو وہ جہنم کا ایک ٹکڑا ہے۔ وہ چاہے تو لے چاہے تو چھوڑ دے۔'' (بخاری: 7181)

(3) ﴿اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت کو وہ پا سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی مغفرت کا امیدوار ہو اور اس کی رحمت کا طلب گار ہو، جو اپنی خطاؤں اور گناہوں کا احساس کرنے والا ہو اور جو خطاؤں سے پاک ہونے کے لیے اللہ تعالیٰ کی بخشش طلب کرے۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے اپنے غفور اور رحیم ہونے کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے نزولِ کتاب سے اپنے رحیم ہونے کا شعور دلایا ہے۔ کتاب کا نازل کرنا اللہ تعالیٰ کی رحمت کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وجہ سے ہے۔

(2) کتاب کے مطابق فیصلے کرنے کے حکم سے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کا شعور دلایا ہے کیونکہ انسانوں کو انصاف اللہ تعالیٰ کے قانون کے سوا کہیں سے نصیب نہیں ہوسکتا۔

(3) اللہ تعالیٰ نے خیانت کرنے والوں کی حمایت کرنے پر اپنی مغفرت کا اور اپنے غفور ہونے کا شعور دلایا ہے تاکہ اس سے بخشش طلب کریں۔

﴿وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ

''اور آپ ان کی جانب سے جھگڑا نہ کریں جو اپنے آپ سے خیانت کرتے ہیں، یقیناً اللہ تعالیٰ اس سے محبت نہیں کرتا جو ہمیشہ سے

خَوَّانًا اَثِيْمًا﴾

بہت خائن، سخت گناہ گار ہو'' (107)

سوال: خیانت کار منافقوں کی طرف سے جھگڑا نہ کیا جائے، اس حکم کی وضاحت ﴿وَلَا تُجَادِلْ ... اَثِيْمًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَا تُجَادِلْ عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ﴾ ''اور آپ ان کی جانب سے جھگڑا نہ کریں جو اپنے آپ سے خیانت کرتے ہیں'' یعنی آپ خیانت کرنے والوں کی حمایت نہ کریں۔ نبی ﷺ سے خطاب کرکے ہر اس شخص کو یہ حکم دیا گیا جو مسلمان ہونے کے باوجود منافقوں کی حمایت کرتا تھا۔

(2) ﴿يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ﴾ ''جو اپنے آپ سے خیانت کرتے ہیں'' جو معاصی کے ساتھ خیانت کرتے ہیں کیونکہ ان کی خیانت کا وبال انہی پر ہے۔ (تفسیر منیر: 265/3)

(3) ﴿يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ﴾ ''جو اپنے آپ سے خیانت کرتے ہیں'' اس سے مراد منافقین ہیں جن کا تذکرہ ﴿لِّلْخَآئِنِيْنَ﴾ کے لفظ سے کیا گیا ہے۔ انہوں نے ظاہری طور پر تو دوسرے انسانوں سے خیانت کی تھی مگر دراصل وہ اپنے آپ سے خیانت کر رہے تھے۔

(4) یہ خیانت (i) منافقین کی جانب سے اپنی جماعت اور اپنے نظام کے خلاف تھی۔

(ii) یہ خیانت اسلام کے اصولوں کے خلاف تھی۔ (iii) یہ خیانت اُمت کے خلاف تھی جس کے وہ فرد تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(iv) یہ خیانت ان کے اپنے نفس کے خلاف تھی کہ وہ اپنے آپ کو ایک ایسے جرم میں ملوث کر رہے تھے جس کی سزا سخت تھی۔

(v) یہ خیانت ضمیر کے خلاف تھی جس کو جھوٹ بول کر اور جرم کر کے خیانت میں لپیٹا جا رہا تھا۔

(5) ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِيْمًا﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ اس سے محبت نہیں کرتا جو ہمیشہ سے بہت خائن، سخت گناہ گار ہو'' ﴿خَوَّانًا﴾ مبالغے کا صیغہ استعمال ہوا ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا تھا کہ طعمہ بہت بڑا خائن اور بہت بڑا گناہ گار ہے۔ (تیسیر الرحمٰن)

(6) اس کا یہ بھی مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل امانت واستقامت سے محبت رکھتا ہے (تفسیر مراغی:308/2)

(7) اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ وہ اس سے محبت نہیں کرتا جو بڑا خائن، بڑا گناہ گار ہو۔ سزاؤں میں سے بڑی سزا اللہ تعالیٰ کی ناپسندیدگی ہے۔ اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور مومنین کی پسند و ناپسند کا معیار الگ الگ نہیں ہو سکتا پھر جب اللہ تعالیٰ ناپسند کرتے ہیں تو تم بھی ناپسند کرو۔

﴿يَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمْ اِذْ يُبَيِّتُوْنَ

''وہ لوگوں سے چھپنا چاہتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ سے نہیں چھپنا چاہتے حالانکہ وہ تو اس وقت بھی اُن کے پاس ہوتا ہے جب وہ رات کو ان

مَا لَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا﴾

باتوں کا جن سے اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہوتا، مشورے کرتے ہیں اور جو بھی وہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے اس کا احاطہ کرنے والا ہے'' (108)

سوال: منافق انسانوں سے چھپنا چاہتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ سے نہیں چھپتے، اس کی وضاحت ﴿يَّسْتَخْفُوْنَ... مُحِيْطًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ﴾ ''وہ لوگوں سے چھپنا چاہتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ سے نہیں چھپنا چاہتے'' اللہ تعالیٰ نے اظہارِ حیرت کیا ہے کہ منافق لوگوں سے اپنا آپ چھپاتے ہیں حالانکہ وہ ان کے نفع و نقصان کے مالک نہیں اور اپنے برے اعمال لے کر اللہ تعالیٰ سے نہیں چھپتے حالانکہ وہ تو کھلے چھپے کو جانتا ہے اور دل کے خفیہ بھیدوں سے واقف ہے۔

(2) یہ ایمان کی کمزوری اور یقین کی کمی ہے کہ ان کے نزدیک مخلوق کا خوف اللہ تعالیٰ کے خوف سے بڑھ کر ہے۔ وہ مباح اور حرام ہر طریقے سے چاہتے ہیں کہ لوگوں کے سامنے ان کی فضیحت نہ ہو۔ (تفسیر سعدی)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3)﴿وَهُوَ مَعَهُمْ﴾ ''حالانکہ وہ تو اُن کے پاس ہوتا ہے''یعنی اللہ تعالیٰ رقیب ہے ،ان پر حفیظ ہے، ان کا نگران اور محافظ ہے۔(قرطبی:259/3)(4)اللہ تعالیٰ اپنے علم اور دیکھنے، سننے سے ان کے ساتھ ہے۔(قرطبی:260/3)

(5)اللہ تعالیٰ اپنے علم اور قدرت سے ان کے ساتھ ہے۔(ایسرالتفاسیر:293)

(6)﴿اِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَا لَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ﴾ ''جب وہ رات کو ان باتوں کا جن سے اللہ تعالیٰ راضی نہیں ہوتا، مشورہ کرتے ہیں'' منافق رات کے وقت اسلام اور اہلِ اسلام کے خلاف جو مشورے کرتے تھے اس کے بارے میں فرمایا:﴿وَيَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ ۫ فَاِذَا بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِيْ تَقُوْلُ ؕ وَاللّٰهُ يَكْتُبُ مَا يُبَيِّتُوْنَ ۚ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا﴾ ''اور وہ کہتے ہیں اطاعت ہوگی، پھر جب وہ آپ کے پاس سے نکلتے ہیں تو ان میں سے ایک گروہ رات کو آپ کی بات کے خلاف مشورہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ لکھ رہا ہے جو وہ رات کو مشورے کرتے ہیں چنانچہ آپ ان سے منہ موڑ لیں اور اللہ تعالیٰ پر توکل کریں اور اللہ تعالیٰ ہی وکیل کافی ہے۔''(النساء:81)

(7)وہ اللہ تعالیٰ سے نہیں چھپ سکتے کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کا محافظ ہے۔اس سے زمین و آسمان کا کوئی ذرہ چھپا ہوا نہیں۔لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو یہی حقیقت سمجھائی تھی:﴿يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ﴾ ''اے میرے چھوٹے بیٹے! اگر کوئی چیز رائی کے دانے کے وزن کی ہو، پس وہ کسی چٹان میں ہو یا آسمانوں میں ہو یا زمین میں تو اللہ تعالیٰ اُس کو لے آئے گا، یقیناً اللہ تعالیٰ بڑا باریک بیں، پوری خبر رکھنے والا ہے۔''(لقمان:16)

(8)جو لوگ اپنا جرم اور خیانت چھپانے کی کوشش کرتے ہیں: الف۔وہ اللہ تعالیٰ سے کچھ چھپا نہیں سکتے جس کی مرضی کے خلاف باتیں کرتے ہیں۔ب۔اللہ تعالیٰ اس مجلس میں بھی ان کے ساتھ ہوتا ہے جس میں وہ راتوں کو سازشیں کرتے ہیں۔

(9)﴿وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا﴾ ''اور جو بھی وہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے اس کا احاطہ کرنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ اُس کا ہمیشہ احاطہ کرنے والا ہے جو وہ عمل کرتے ہیں۔اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ چھپی باتوں، دلوں کے بھیدوں سے آگاہ ہے۔اس کا آگاہ ہونا بے سبب نہیں ہے۔وہ آج اگر ان اعمال کا احاطہ کرنے والا ہے تو آئندہ آخرت میں حساب کتاب لے کر بدلہ دینے والا ہے۔

(10)رب العزت نے فرمایا:﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ ۚ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ وَاَنَّهٗٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ اور رسول کی دعوت قبول کرلو، جب رسول تمہیں اس کے لیے بلائے جو تمہیں زندگی بخشتی ہے اور جان لو کہ یقیناً اللہ تعالیٰ آدمی اور اس کے دل کے درمیان رکاوٹ بن جاتا ہے اور یقیناً اُسی کی طرف تم جمع کیے جاؤ گے۔'' (الانفال:24)

(11) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ﴾ ''بلاشبہ تمہارا رب یقیناً گھات میں ہے۔'' (فجر:14)

﴿هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ جٰدَلْتُمْ عَنْهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۣ فَمَنْ يُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنْهُمْ

''ہاں تم ہی وہ لوگ ہو جنہوں نے اُن کی خاطر دنیا کی زندگی میں جھگڑا کیا تو قیامت کے دن اُن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَمْ مَّنْ يَّكُوْنُ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا﴾

سامنے کون جھگڑا کرے گا یا کون اُن پر وکیل ہوگا''؟ (109)

سوال 1: مجرموں کی طرف سے وکالت کرنے والوں کو اس آیت ﴿هٰٓاَنْتُمْ ... وَكِيْلًا﴾ میں کیا احساس دلایا گیا ہے؟

جواب: (1) ﴿هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ جٰدَلْتُمْ عَنْهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۣ فَمَنْ يُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَمْ مَّنْ يَّكُوْنُ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا﴾ ''ہاں تم ہی وہ لوگ ہو جنہوں نے ان کی خاطر دنیا کی زندگی میں جھگڑا کیا تو قیامت کے دن اُن کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے سامنے کون جھگڑا کرے گا یا کون اُن پر وکیل ہوگا؟'' مجرموں کی طرف سے وکالت کرنے والوں کو احساس دلایا گیا ہے کہ تم نے دنیا میں مجرموں کی وکالت کی۔ اگر مجرم بچ بھی گئے تو کیا فائدہ؟ کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے کیا کرو گے جو پوشیدہ اور ظاہر کو جانتا ہے۔ اس دن کون مجرموں کی طرف سے وکالت کرے گا؟ اس دن کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ﴿وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ﴾ ''اور ڈرو اُس دن سے جب کوئی جان کسی جان کے کچھ بھی کام نہ آئے گی اور نہ اُس سے کوئی سفارش قبول کی جائے گی اور نہ اُس سے کوئی فدیہ لیا جائے گا اور نہ اُن کی مدد کی جائے گی۔'' (البقرہ:48)

(2) قیامت کے دن مجرموں کی طرف سے وکالت نہیں ہو سکے گی۔ اس شدت کے دن تو مجرم ہرگز نہیں بچ سکیں گے۔

(3) ایک طرف مجرموں کی وکالت ہے، جرم کی کراہت محسوس کروائی جا رہی ہے اور دوسری طرف یہ احساس دلایا جا رہا ہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کہ دنیا میں بچت کا مطلب آخرت میں بچت نہیں۔آخرت میں نہ مجرم بچ سکیں گے، نہ مجرموں کے وکیل۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ کی عدالت میں انسانوں کے ساتھ حسن سلوک اور انصاف کن اصول وقواعد کے مطابق ہوگا؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کی عدالت میں ہر شخص اپنے عمل کی جزا پائے گا۔

(2) ہر شخص اپنے عمل کا خود ذمہ دار ہے۔

(3) رب العزت کا ارشاد ہے۔﴿لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ۭ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْۗءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا﴾ ''نہ تمہاری تمناؤں پر (مدار) ہے اور نہ اہلِ کتاب کی تمناؤں پر، جو کوئی بھی بُرا عمل کرے گا اُسے اُس کی سزا دی جائے گی اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی دوست پائے گا اور نہ کوئی مددگار۔'' (النساء:123)

(4) اللہ تعالیٰ کی عدالت میں اصولِ وراثت نہیں چلتا۔کسی کے جرم کی سزا کوئی نہیں بھگتے گا، نہ ہی کوئی اور کفارہ دے گا۔

سوال 3: اس آیت میں کس چیز کی طرف راہ نمائی کی گئی ہے؟

جواب: (1) اس آیت کریمہ میں اس امر کی طرف راہ نمائی ہے جو ان موہوم دنیاوی مصالح کے مابین جو اللہ تعالیٰ کے اوامر کو ترک کرنے اور اس کی منہیات کے ارتکاب پر مترتب ہوتے ہیں اور اس اخروی ثواب کے مابین ہوتا ہے جس سے انسان محروم یا وہاں کے عذاب کا مستحق ہوتا ہے پس جس شخص کو اس کے نفس نے اللہ تعالیٰ کے حکم کو ترک کرنے کا حکم دیا ہے وہ اپنے آپ سے پوچھے کہ ''تو نے سستی اور کوتاہی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے حکم کو ترک کر دیا؟ تو اس کے عوض تو نے کونسا منافع کمایا؟ اور کتنا اخروی ثواب ہے جو تجھے حاصل ہونے سے رہ گیا؟ اور اللہ کے حکم ترک کرنے کے نتیجے میں کتنی بدبختی، محرومی، ناکامی اور خسارے کا سامنا کرنا پڑا؟'' اسی طرح جب اس کا نفس شہوات محرمہ کی طرف بلائے تو وہ اس سے مخاطب ہو کر کہے کہ ''فرض کیا جس چیز کی تو نے خواہش کی میں نے پوری کر دی، اس کی لذت تو ختم ہو جائے گی مگر یہ لذت اپنے پیچھے اتنے غم وہموم، حسرتیں، ثواب سے محرومیاں اور عذاب چھوڑ جائے گی کہ ان کا کچھ حصہ بھی عقلمند شخص کو ان لذتوں کی طرف بڑھنے سے روکنے کے لیے کافی ہوتا ہے۔'' یہی وہ سب سے بڑی چیز ہے جس میں تدبر بندے کے لیے فائدہ مند ہوتا ہے۔یہی حقیقی عقل مندی کی خصوصیت ہے، اس شخص کے برعکس جو عقل مندی کا دعویٰ کرتا ہے مگر وہ عقلمند نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ اپنے ظلم وجہالت کی وجہ سے دنیا کی لذت وراحت کو ترجیح دیتا ہے خواہ اس پر کیسے ہی نتائج مترتب کیوں نہ ہوں۔ (تفسیر سعدی:1/585)

(2) رب العزت نے فرمایا:﴿يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْـــًٔا ۭ وَالْاَمْرُ يَوْمَىِٕذٍ لِّلّٰهِ﴾ ''جس دن کسی جان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کوکسی جان کے لیے کوئی اختیار نہ ہوگا اور اس دن حکم صرف اللہ تعالیٰ کا ہی ہوگا۔'' (الانفطار:19)

﴿وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ

''اور جو شخص کوئی بُرائی کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے، پھر اللہ تعالیٰ سے بخشش کی درخواست کرے وہ اللہ تعالیٰ کو

غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾

بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا پائے گا'' (110)

سوال: توبہ اور استغفار کی ترغیب کی وضاحت ﴿وَمَنْ يَّعْمَلْ ... رَّحِيْمًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ ''اور جو شخص کوئی بُرائی کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے، پھر اللہ تعالیٰ سے بخشش کی درخواست کرے وہ اللہ تعالیٰ کو بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا پائے گا'' رب العزت نے گناہوں پر توبہ اور استغفار کی ترغیب دلاتے ہوئے فرمایا کہ جو شخص توبہ کرے، خواہ اس نے کوئی بھی گناہ کیا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لیتا ہے۔ الحمد للہ رب العالمین

(2) ﴿وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا﴾ سے مراد قبیح کام ہے جس سے برائی پہنچے۔ (تفسیر فتح القدیر:654/1)

(3) السوء وہ گناہ جن سے انسان اپنے علاوہ دوسروں کو بھی نقصان پہنچاتا ہے۔ جیسے جھوٹی شہادت اور بے گناہ کو متہم کرنا۔ (تفسیر اشرف الحواشی:116/1)

(4) ''برا عمل'' علی الاطلاق تمام گناہوں کو خواہ وہ چھوٹے ہوں یا بڑے ہوں، شامل ہے اور السوء کو (برائی) اس لیے کہا گیا ہے کیونکہ برے عمل کے مرتکب کو اس پر مترتب ہونے والا عذاب برا لگتا ہے۔ نیز برا عمل فی نفسہ برا ہے، اچھا نہیں ہے۔ (تفسیر سعدی)

(5) ﴿اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ﴾ ''یا اپنی جان پر ظلم کرے'' جب مومن گناہ کرتا ہے تو وہ اپنے نفس پر ظلم کرتا ہے۔

(6) ان گناہوں کی طرف اشارہ ہے جن سے انسان صرف اپنے آپ کو نقصان پہنچاتا ہے۔ جیسے ترک صلوٰۃ اور شراب نوشی وغیرہ۔ (تفسیر اشرف الحواشی:116/1) (7) یہاں ''برے عمل'' کی تفسیر ''ظلم'' کی جائے گی، جو لوگوں کو برا لگتا ہے اور وہ ہے خون، مال اور عزت و ناموس میں ان کا ایک دوسرے پر ظلم۔ اور نفس کے ظلم کی تفسیر ''ظلم اور گناہ'' بیان کی جائے گی جس کا تعلق اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان ہے۔ (تفسیر سعدی)

(8) ﴿ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ﴾ ''پھر اللہ تعالیٰ سے بخشش کی درخواست کرے'' استغفار، ندامت سے مغفرت طلب کرنے

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

اور توبہ کرنے کو کہتے ہیں۔ برائی کرنے والے اور ظالم اگر استغفار کرلیں، توبہ کر کے واپس پلٹ آئیں تو اللہ تعالیٰ معاف کرنے کے ساتھ ان پر رحمت بھی کرتا ہے۔

(9) ﴿يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ ''وہ اللہ تعالیٰ کو بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا پائے گا'' جب بھی کوئی توبہ کر کے لوٹ آئے اللہ تعالیٰ غفور ورحیم ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (۵۳) وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ (۵۴)﴾ ''آپ کہہ دیں کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ، یقیناً اللہ تعالیٰ سب کے سب گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ یقیناً وہی بڑا بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔ اور اپنے رب کی طرف پلٹ آؤ اور اُس کے مطیع بن جاؤ اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آجائے، پھر تمہاری کوئی مدد نہیں کی جائے گی۔'' (الزمر:54,53)

(10) اللہ تعالیٰ نے برائی کر کے اپنی جان پر ظلم کرنے والے کو اپنی مغفرت اور رحمت کا شعور دلایا ہے تاکہ وہ برائی سے توبہ کر کے، بخشش مانگ کر اللہ تعالیٰ کے دامن رحمت میں پناہ لے لے۔

(11) سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی ہے اور وہ یہ حدیث بیان کرنے میں سچے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو مسلمان کوئی گناہ کر بیٹھے، پھر وضو کرے، اس کے بعد دو رکعت نماز پڑھے اور اللہ تعالیٰ سے اپنے اس گناہ کی معافی مانگے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ کو یقیناً معاف فرما دے گا۔'' اس کے بعد نبی ﷺ نے دو آیتیں پڑھیں جن میں سے ایک یہی آیت تھی۔ (مسند احمد:47)

(12) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''بندہ جب ایک گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ ڈال دیا جاتا ہے اور جب وہ گناہ سے باز آجاتا ہے اور استغفار اور توبہ کرتا ہے تو اس کا دل صاف کر دیا جاتا ہے اور اگر وہ دوبارہ گناہ کرتا ہے تو وہ نقطہ بڑھ جاتا ہے حتیٰ کہ وہ پورے دل پر چھا جاتا ہے۔'' (ترمذی:3334)

(13) سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ رب العزت رات کو اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ دن کو برائی کرنے والا توبہ کر لے اور دن کو اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ رات کو گناہ کرنے والا توبہ کر لے۔ (یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے گا) جب تک کہ سورج مغرب سے طلوع نہ ہو۔'' (مسلم:6989)

(14) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم اتنے گناہ کرو کہ آسمان تک پہنچ جائیں پھر تم توبہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کر دو تو اللہ تعالیٰ تم کو معاف کر دے گا۔'' (ابن ماجہ:4248)

(15) سیدنا شداد بن اوس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا کہ سید الاستغفار (مغفرت کے تمام کلمات کا سردار) یہ ہے کہ انسان یوں کہے: ﴿اَللّٰهُمَّ أَنْتَ رَبِّي، لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ، خَلَقْتَنِي وَأَنَا عَبْدُكَ، وَأَنَا عَلَى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ، أَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ، أَبُوءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ، وَأَبُوءُ لَكَ بِذَنْبِي فَاغْفِرْ لِي فَإِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ﴾ ''اے اللہ! تو میرا رب ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو نے ہی مجھے پیدا کیا، میں تیرا ہی بندہ ہوں۔ میں اپنی طاقت کے مطابق تجھ سے کیے ہوئے عہد اور وعدہ پر قائم ہوں ان بری حرکتوں کے عذاب سے جو میں نے کی ہیں تیری پناہ مانگتا ہوں، مجھ پر نعمتیں تیری ہیں اس کا اقرار کرتا ہوں۔ میری مغفرت کر دے کہ تیرے سوا اور کوئی بھی گناہ نہیں معاف کرتا۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے اس دُعا کے الفاظ پر یقین رکھتے ہوئے دل سے ان کو کہہ لیا اور اسی دن اس کا انتقال ہو گیا شام ہونے سے پہلے تو وہ جنتی ہے اور جس نے اس دعا کے الفاظ پر یقین رکھتے ہوئے رات میں ان کو پڑھ لیا اور پھر اس کا صبح ہونے سے پہلے انتقال ہو گیا تو وہ جنتی ہے۔'' (بخاری:6306)

(16) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک اللہ عزوجل تم میں سے کسی کی توبہ کرنے سے ایسا خوش ہوتا ہے جیسے کوئی اپنی گم شدہ چیز پانے سے۔'' (ابن ماجہ:4247)

(17) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک گناہ سے توبہ کرنے والا اس طرح ہے جیسے وہ جس نے گناہ نہیں کیا۔'' (ابن ماجہ:4250)

(18) سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سارے آدمی گناہگار ہیں اور بہتر گناہگار وہ ہیں جو توبہ کرتے ہیں۔'' (ترمذی:2499)

﴿وَمَنْ يَّكْسِبْ اِثْمًا فَاِنَّمَا يَكْسِبُهٗ عَلٰى نَفْسِهٖ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا﴾

''اور جو کوئی گناہ کماتا ہے تو یقیناً وہ اسے اپنے ہی خلاف کماتا ہے، اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی سے سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے'' (111)

سوال 1: گناہ کا وبال گناہ گار ہی پر ہوگا، اس کی وضاحت ﴿وَمَنْ يَّكْسِبْ ... حَكِيْمًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَنْ يَّكْسِبْ اِثْمًا فَاِنَّمَا يَكْسِبُهٗ عَلٰى نَفْسِهٖ﴾ ''اور جو کوئی گناہ کماتا ہے تو یقیناً وہ اسے اپنے ہی خلاف کماتا ہے'' گناہ کا وبال گناہ کرنے والے شخص پر ہی ہوگا۔ ہر شخص کو اپنے اعمال کا خود حساب دینا ہو گا۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اور کوئی جان نہیں کماتی (گناہ) مگر اسی پر ہے (وبال) اور کوئی بوجھ اٹھانے والی کسی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی۔'' (الانعام:164)

(2) ﴿اِثْمًا﴾ گناہ جو نفس کے لیے نقصان دہ اور ضیاع کا باعث ہے۔ (ایسر التفاسیر:294)

(3) ''کسب'' کا لفظ ہر اس فعل پر بولا جاتا ہے جس سے کوئی نفع یا نقصان حاصل ہو۔ اس بناء پر اللہ تعالیٰ کی طرف کسب کی نسبت نہیں ہو سکتی۔ (تفسیر فتح القدیر:655/1)

(4) ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ۭ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ﴾ ''جس نے نیک عمل کیا تو اس کے اپنے ہی لیے ہے اور جس نے برائی کی سو اسی پر ہے اور آپ کا رب اپنے بندوں پر ہرگز ظلم کرنے والا نہیں ہے۔'' (حم سجدہ:46)

(5) ہر کوئی اپنے کیے کا خود ذمہ دار ہے۔ اس اصول سے ہر انسان کے دل میں خوف بھی پیدا ہوتا ہے اور اطمینان بھی۔ جب خوف پیدا ہوتا ہے تو انسان اپنے اعمال کو درست کرتا ہے۔ وہ مطمئن ہو جاتا ہے کہ دوسروں کے جرائم میں وہ پکڑا نہیں جائے گا۔ اس کی فطرت اللہ تعالیٰ کے انصاف پر مطمئن ہو جاتی ہے۔

(6) ﴿وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی سے سب کچھ جاننے والا، کمال حکمت والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے گناہوں کے بوجھ سے واقف ہونے سے اپنے علیم ہونے کا شعور دلایا ہے۔

(7) اللہ تعالیٰ نے گناہوں سے استغفار کرنے پر اپنی حکمت کا شعور دلایا ہے کہ اگر گناہوں سے معافی کی گنجائش نہ ہوتی تو گناہوں کا بوجھ تمہیں مار ڈالتا۔

(8) یہ اس کے علم و حکمت اور عدل و رحمت ہی کا تقاضا ہے کہ ہر شخص کے گناہ کا وبال اسی پر ہو اور اس کے سوا کسی پر نہ ہو۔ (المصباح المنیر: 181/2)

(9) وہ علم کامل اور حکمت تامہ کا مالک ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا علم و حکمت ہے کہ اسے گناہ کا علم ہے، اسے یہ بھی علم ہے کہ گناہ کس سے صادر ہوا، اس گناہ کا داعیہ کیا تھا، اس گناہ پر کیا سزا مترتب ہوگی اور وہ گناہ کے مرتکب کے احوال کو بھی خوب جانتا ہے کہ اگر اس سے یہ گناہ نفسِ امارہ کے داعیہ کے غلبہ سے صادر ہوا اور وہ اپنے اکثر اوقات میں توبہ و انابت کے ذریعے سے اپنے رب کی طرف رجوع کرتا ہے تو وہ اسے بخش دے گا اور اسے توبہ کی توفیق عطا کرے گا اور اگر اس نے اللہ تعالیٰ کی نظر کا استخفاف اور اس کے عذاب کی تحقیر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے محارم کے ارتکاب کی جرأت کی ہے تو یہ شخص

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور توبہ کی توفیق سے بہت دور ہے۔ (تفسیر سعدی)

سوال 2: اللہ تعالیٰ کی عدالت میں انسانوں کے ساتھ حسنِ سلوک اور عدل کو واضح کر کے انسانوں سے کیا مطالبہ ہے؟

جواب: (1) اگر انسان چاہیں تو دوسرے انسانوں سے ایسا ہی سلوک کر کے اچھا معاشرہ تعمیر کر سکتے ہیں۔

(2) اللہ تعالیٰ کے اس اصول جرم وسزا سے معاشرے میں عدل قائم کیا جا سکتا ہے لیکن اس کا تقاضا یہ ہے کہ کوئی مجرم سزا پانے سے بچنے نہ پائے۔ (3) ان اصولوں کے مطابق اللہ تعالیٰ سے معاملہ کر کے انسان اپنے آپ کو بچا سکتا ہے۔

ع 16 9 13 ﴿وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْٓئَةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓـًٔا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا﴾

''اور جو خطا یا گناہ کمائے پھر اس کی تہمت کسی بے گناہ پر لگائے تو یقیناً اُس نے بڑے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اُٹھا لیا'' (112)

سوال 1: جھوٹا الزام لگانے کی وعید کی وضاحت ﴿وَمَنْ يَّكْسِبْ ... مُّبِيْنًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْٓئَةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓـًٔا﴾ ''اور جو خطا یا گناہ کمائے پھر اس کی تہمت کسی بے گناہ پر لگائے'' خود گناہ کر کے اس کا الزام بے گناہ پر لگانا بہتان کہلاتا ہے جو بہت بڑا گناہ ہے۔

(2) ﴿خَطِيْٓئَةً﴾ کا لفظ غیر ارادی گناہ پر بھی بولا جاتا ہے اور اس کے برعکس ''اثم'' وہ ہے جو ارادی طور پر کیا جائے۔ مطلب یہ ہے کہ خود گناہ کا ارتکاب کرنے کے بعد کسی بے قصور آدمی کو اس میں ملوث کرنے کی کوشش کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ کسی بے گناہ شخص پر تہمت لگانے کو بہتان کہا جاتا ہے۔ (قرطبی)

(3) ﴿فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا﴾ ''تو یقیناً اُس نے بڑے بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اُٹھا لیا'' یہ آیتِ کریمہ اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ بہتان ہلاک کرنے والے کبائر میں شمار ہوتا ہے کیونکہ اس میں متعدد مفاسد جمع ہیں:

(الف) گناہِ کبیرہ کا ارتکاب۔ (ب) پھر اس گناہ کا بہتان اس شخص پر لگا دینا جو بے گناہ ہے۔

(ج) پھر اپنے آپ کو بے گناہ اور بے گناہ کو گناہ گار ثابت کرنے کے لیے جھوٹ بولنا۔

(د) پھر اس گناہ پر جو دنیاوی عقوبت مترتب ہوتی ہے وہ عقوبت ایک بے گناہ پر نافذ کرا دینا اور خود کو سزا سے بچا لینا حالانکہ وہ حقیقی مجرم ہے۔ (و) پھر بے گناہ شخص کے بارے میں لوگوں کی باتیں اور دیگر مفاسد۔ (تفسیر سعدی)

سوال 2: بہتان لگانے کی کوئی مثال حدیثِ رسول ﷺ سے دیں؟

جواب: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ عرب کے کسی قبیلہ کی ایک کالی لونڈی تھی۔ انہوں نے اسے آزاد کر دیا تھا اور وہ انہی کے ساتھ رہتی تھی۔ اس نے بیان کیا کہ ایک دفعہ ان کی ایک لڑکی (جو دلہن تھی) نہانے کو نکلی۔ اس کا کمر بند سرخ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تسموں کا تھا۔اس نے وہ کمر بند اتار کر رکھ دیا یا اس کے بدن سے گر گیا۔پھر اس طرف سے ایک چیل گزری جہاں کمر بند پڑا تھا۔چیل اسے (سرخ رنگ کی وجہ سے) گوشت سمجھ کر جھپٹ لے گئی۔بعد میں قبیلے والوں نے اسے بہت تلاش کیا لیکن کہیں نہ ملا۔ان لوگوں نے اس کی تہمت مجھ پر لگا دی اور میری تلاشی لینی شروع کر دی یہاں تک کہ انہوں نے اس کی شرمگاہ تک کی تلاشی لی۔اس نے بیان کیا کہ اللہ کی قسم! میں ان کے ساتھ اسی حالت میں کھڑی تھی کہ وہی چیل آئی اور اس نے ان کا وہ کمر بند گرا دیا۔وہ ان کے سامنے ہی گرا۔میں نے (اسے دیکھ کر) کہا: یہی تو تھا جس کی تم مجھ پر تہمت لگاتے تھے۔تم لوگوں نے مجھ پر اس کا الزام لگایا تھا حالانکہ میں اس سے پاک تھی۔یہی تو ہے وہ کمر بند! اس (لونڈی) نے کہا کہ اس کے بعد میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اسلام لائی۔سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ اس کے لیے مسجد نبوی ﷺ میں ایک بڑا خیمہ لگا دیا گیا (یا یہ کہا کہ) چھوٹا سا خیمہ لگا دیا گیا۔سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ وہ لونڈی میرے پاس آتی اور مجھ سے باتیں کیا کرتی تھی۔جب بھی وہ میرے پاس آتی تو یہ ضرور کہتی کہ کمر بند کا دن ہمارے رب کی عجیب نشانیوں میں سے ہے۔اسی نے مجھے کفر کے ملک سے نجات دی۔سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ میں نے اس سے کہا کہ آخر بات کیا ہے؟ جب بھی تم میرے پاس بیٹھتی ہو تو یہ بات ضرور کہتی ہو۔آپ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ پھر اس نے مجھے یہ قصہ سنایا۔(بخاری:439)

سوال 3: کسی بے گناہ پر بہتان لگانے کے جرم کو قرآنِ حکیم نے کیسے مجسم شکل میں پیش کیا ہے؟

جواب: (1) بے گناہ پر الزام تھوپ کر بہتان لگانے والے نے ایک بوجھ اٹھا لیا ہے۔بوجھ کا اٹھانا انسانی ضمیر کو بوجھل کر دیتا ہے۔(2) انسان عملی طور پر اس جرم کا بوجھ اپنے سر پر محسوس کرنے لگتا ہے۔

﴿وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ ؕ وَمَا

''اور اگر آپ پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اُس کی رحمت نہ ہوتی تو اُن میں سے ایک گروہ نے ارادہ کر ہی لیا تھا کہ وہ آپ کو گمراہ کر دیں،

يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَيْءٍ ؕ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ

حالانکہ وہ اپنے سوا کسی کو گمراہ نہیں کر رہے ہیں اور آپ کو کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا رہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب و حکمت کو نازل کیا

وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا﴾

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور آپ کو وہ سکھایا جو آپ جانتے نہیں تھے اور آپ پر ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ کا عظیم فضل ہے'' (113)

سوال: ﴿وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ...عَظِيمًا﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهُ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ يُّضِلُّوْكَ﴾ ''اور اگر آپ پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اُس کی رحمت نہ ہوتی تو اُن میں سے ایک گروہ نے ارادہ کر ہی لیا تھا کہ وہ آپ کو گمراہ کر دیں'' اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحمت یہ تھی کہ اس نے اپنے رسول کو وحی کے ذریعے اصل صورتِ حال سے مطلع فرما دیا۔

(2) اللہ تعالیٰ کا فضل یہ تھا کہ اس نے مسلمانوں کے کردار کو مجروح ہونے سے بچا لیا کیونکہ معاملہ محض ایک مجرم کے بچ جانے کا اور بے قصور کے مجرم ٹھہرنے کا نہیں تھا۔

(3) اللہ تعالیٰ نے اپنے احسان کا اظہار فرمایا ہے جس کی وجہ سے مسلمان منافقوں کے شر سے محفوظ رہے۔

(4) ﴿لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ﴾ سے مراد بنو ابیرق طعمہ کے بھائی تھے۔ انہوں نے ارادہ کر لیا تھا کہ آپ کو عدل کے حکم سے ہٹا دیں۔ (تفسیر منیر:272/3)

(5) منافقوں کی کوشش اور سازش یہی تھی کہ وہ آپ کو غلط فہمی میں ڈال کر سیدھے راستے یعنی سچائی اور عدل کے راستے سے ہٹا دیں۔

(6) ﴿وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ﴾ ''حالانکہ وہ اپنے سوا کسی کو گمراہ نہیں کر رہے ہیں'' یعنی منافق آپ کو گمراہ نہیں کر سکتے خود اپنے آپ کو گمراہی میں ڈال رہے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ﴾ ''وہ اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دیتے ہیں اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے حالانکہ وہ اپنی جانوں کے سوا کسی کو دھوکہ نہیں دے رہے، مگر وہ شعور نہیں رکھتے۔'' (البقرہ:9)

(7) حق ہی صراطِ مستقیم ہے۔ جو حق کے راستے سے ہٹتا ہے وہ کسی کا نقصان کرنے سے پہلے اپنا نقصان کرتا ہے۔ جب بھی کوئی سچائی کی راہ سے ہٹتا ہے یا دوسرے کو ہٹاتا ہے یا برائی کا ساتھ دیتا ہے تو اس کا دل گناہ میں آلودہ ہو جاتا ہے۔ اس طرح سب سے پہلے وہ خود جانتے بوجھتے گمراہ ہو جاتا ہے۔

(8) اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ باطل پرستوں کی حمایت کرنا گمراہی ہے۔ گمراہی کی دو اقسام ہیں: (الف) علم میں گمراہی۔ یہ حق سے لاعلمی اور جہالت کا نام ہے۔ (ب) عمل میں گمراہی یعنی عمل واجب کے خلاف عمل کرنا۔ (تفسیر سعدی:588/1)

(9) ﴿وَمَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَيْءٍ﴾ ''اور آپ کو کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا رہے'' اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ جو حق پر قائم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ ''یعنی شیطان اور اس کے چیلوں (منافقین) کو یہ قوت نہیں دی گئی کہ وہ آپ کو دین کے کسی شعبہ میں کچھ بھی مغالطہ ڈال سکیں۔'' (تفسیر الماجدی:794/1)

(10)﴿وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر کتاب وحکمت کو نازل کیا'' ﴿الْكِتٰبَ﴾ اس سے مراد قرآن حکیم ہے۔ ﴿الْحِكْمَةَ﴾ اس سے مراد سنت ہے۔ (ایسر التفاسیر) آپ پر کتاب وحکمت نازل کی ہے مراد ہے کہ قرآن وسنت دونوں اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہیں۔

(11)﴿وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ﴾ ''اور آپ کو وہ سکھایا جو آپ جانتے نہیں تھے'' یعنی امور دین اور شریعت سے واقف نہیں تھے۔ (الاساس فی التفسیر:1180/2)

(12) وحی کے نازل ہونے سے پہلے آپ ان حقائق سے باخبر نہیں تھے جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ۭ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِيْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِنَا ۭ وَاِنَّكَ لَتَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾ ''اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف اپنے حکم سے ایک رُوح وحی کی، آپ نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہے؟ اور نہ یہ کہ ایمان کیا ہے؟ لیکن ہم نے اُسے ایک روشنی بنا دیا ہے جس کے ساتھ ہم اپنے بندوں میں سے جسے چاہتے ہیں ہدایت دیتے ہیں اور یقیناً آپ سیدھی راہ کی طرف راہ نمائی کرتے ہیں۔'' (الشوریٰ:52)

(13)﴿نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۡ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ﴾ ''ہم ایک بہترین قصہ آپ سے بیان کرتے ہیں اس (قرآن) کی بدولت جس کو ہم نے آپ کی طرف وحی کیا ہے اور اس سے پہلے یقیناً آپ بے خبروں میں سے تھے۔'' (یوسف:3)

(14)﴿وَوَجَدَكَ ضَاۗلًّا فَهَدٰى﴾ ''اور اس نے آپ کو بے خبر پایا تو ہدایت دی؟'' (الضحیٰ:7) (15) پھر اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی طرف وحی بھیجتا رہا، آپ ﷺ کو علم سکھاتا رہا اور آپ ﷺ کے علم کی تکمیل کرتا رہا یہاں تک کہ آپ ﷺ علم کے ایسے مقام پر فائز ہو گئے کہ اولین وآخرین وہاں تک پہنچنے سے قاصر ہیں۔ پس رسول اللہ ﷺ علی الاطلاق مخلوق میں سب سے زیادہ علم رکھنے والے، صفات کمال کے سب سے زیادہ جامع اور ان صفات میں سب سے زیادہ کامل تھے۔ (تفسیر سعدی)

(16)﴿وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ عَظِيْمًا﴾ ''اور آپ پر ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ کا عظیم فضل ہے'' اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر اپنا فضل کیا۔ آپ ﷺ کو نبی بنایا، وحی نازل کی، ہمیشہ مدد کی جیسا کہ فرمایا: ﴿وَمَا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

كُنْتَ تَرْجُوْٓا اَنْ يُّلْقٰٓى اِلَيْكَ الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِيْرًا لِّلْكٰفِرِيْنَ﴾ ''اور آپ یہ اُمید نہ رکھتے تھے کہ آپ پر کتاب اتاری جائے گی مگر آپ کے رب کی جانب سے رحمت ہے، چنانچہ آپ کافروں کے مددگار نہ بنیں۔'' (القصص:86)

(17) امام رازی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ یہ آیت دلیل ہے کہ علم سے بڑھ کر کوئی نعمت، کوئی شرف اور کوئی منقبت نہیں ہے۔ (تیسیر الرحمٰن)

(18) اللہ تعالیٰ کا آپ پر عظیم فضل ہے جب اس نے ساری انسانیت کے لیے آپ ﷺ کو رسول بنایا، خاتم النبیین بنایا، قیامت کے دن سب پر گواہ بنایا، آپ کو لوگوں سے بچایا اور آپ کی امت کو امت وسط بنایا اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں اور اپنی امت کی جانب سے اس انعام پر شکر کریں یہاں تک کہ آپ کی امت لوگوں کے لیے نکلے اور دوسروں کے لیے اچھا نمونہ بن جائے۔

﴿لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍ بَيْنَ

''اور ان کی اکثر سرگوشیوں میں کوئی بھلائی نہیں ہے سوائے اس شخص کے جو کسی صدقے کا یا نیکی کا یا لوگوں کے درمیان صلح

النَّاسِ ۭ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَاۗءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾

کروانے کا حکم دے اور جو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے یہ کام کرے تو جلد ہی ہم اُسے اجرِ عظیم عطا کریں گے'' (114)

سوال 1: نجویٰ کے بارے میں کیا راہ نمائی کی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿لَا خَيْرَ ... عَظِيْمًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) خفیہ سرگوشیوں کو نجویٰ کہتے ہیں جو قیادت کے خلاف کی جائیں کیونکہ بھلائی اور صاف ستھری باتوں کو چھپانے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ نجویٰ کے بارے میں واضح کیا گیا ہے کہ ﴿لَا خَيْرَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ﴾ ''اور ان کی اکثر سرگوشیوں میں کوئی بھلائی نہیں ہے'' یعنی بہت سی ایسی سرگوشیاں جو لوگ آپس میں کرتے ہیں اور ایک دوسرے سے مخاطب ہوتے ہیں ان میں کوئی بھلائی نہیں اور جس کلام میں کوئی بھلائی نہ ہو تو وہ یا تو بے فائدہ کلام ہوتا ہے مثلاً فضول مگر مباح بات چیت، یا وہ محض شر ہوتا ہے مثلاً حرام کلام کی تمام اقسام۔ (تفسیر سعدی:1/589)

(2) جس نجویٰ میں خیر نہ ہو اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا۔ رب العزت کا فرمان ہے: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَمَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ وَتَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝ اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ لِيَحْزُنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيْسَ بِضَاۗرِّهِمْ شَيْـــًٔا

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

﴿اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ(۱۰)﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! جب تم آپس میں سرگوشی کرو تو گناہ کی اور زیادتی کی اور رسول کی نافرمانی کی سرگوشی نہ کرو اور نیکی اور تقویٰ کی سرگوشی کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس کی طرف تمہیں جمع کیا جائے گا۔ سرگوشی کرنا یقیناً شیطان کی طرف سے ہے تاکہ ان لوگوں کو وہ غم میں مبتلا کرے جو ایمان لائے، حالانکہ اللہ کے حکم کے بغیر انہیں ہرگز کچھ بھی نقصان پہنچانے والا نہیں پس لازم ہے کہ مومن اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کریں۔'' (المجادلہ:10,9)

(3) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب تم تین آدمی ہو تو دو آدمی اپنے ساتھی کو چھوڑ کر آپس میں سرگوشی نہ کیا کرو کیونکہ اس سے اس کی دل آزاری ہوگی۔'' (مسلم:5697)

(4) قرآنِ کریم میں نجویٰ سے منع کیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگوں کی خفیہ سرگوشیوں میں اکثر بھلائی نہیں ہوتی اور اسلام یہ پسند نہیں کرتا کہ کوئی گروہ اسلامی جماعت سے الگ ہو کر، قیادت سے علیحدہ ہو کر کوئی بات سوچے اور اس کے لیے جمع ہو۔

(5) ﴿اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ﴾ ''سوائے اس شخص کے جو کسی صدقے کا حکم دے'' اسلام صدقہ وخیرات کے کاموں میں مشورہ کرنے کی اجازت دیتا ہے۔ کچھ افراد مل کر مشورہ کریں کہ فلاں شخص کی مدد کے لیے یا فلاں کام کے لیے خرچ کرنا چاہیے اس لیے کہ اسے ضرورت ہے اور ہمیں اس کی ضروریات کا علم ہے۔

(6) صدقہ وہ مال ہے جو اللہ تعالیٰ کی خوشی حاصل کرنے کے لیے اس کے نام پر دیا جائے۔ سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''اگر تم میں سے کوئی آگ سے ایک کھجور کا ٹکڑا دے کر بھی بچنے کی طاقت رکھتا ہو تو کر گزرے۔'' (مسلم:2347)

(7) ﴿اَوْ مَعْرُوْفٍ﴾ ''یا نیکی کا'' معروف کاموں میں مشاورت ہو سکتی ہے۔ کسی بھی نیک کام کے لیے کوئی تنظیم بن سکتی ہے جہاں لوگ نیک کاموں میں باہم مشاورت کر کے تعاون کریں۔

(8) معروف اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو اور ہر نیک کام کو کہتے ہیں۔ (تفسیر قاسمی:5/454) سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا: ''نیکی میں کسی بھی چیز کو حقیر نہ سمجھو اگرچہ تو اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے ہی ملے۔'' (مسلم:6690) معروف اللہ تعالیٰ کی شریعت اور اس کے دین کو کہتے ہیں۔ (الاساس فی التفسیر:2/1186)

(9) امتِ مسلمہ کی صفات میں سے اہم صفت ہے کہ وہ معروف کا حکم دیتے ہیں۔ رب العزت فرماتے ہیں: ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ﴾ ''تم بہترین اُمت ہو جو لوگوں کے لیے نکالی گئی ہے، تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور تم اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔'' (آل عمران:110)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(10)﴿اَوْ اِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ﴾ "یا لوگوں کے درمیان صلح کروانے کا (حکم دے)" انسانوں کے درمیان صلح کروانے کے لیے اگر کوئی سوسائٹی بنانا چاہیں اور وہاں مشاورت کرنا چاہیں تو اسلام ایسے نجویٰ کی اجازت دیتا ہے۔

(11) ام کلثوم بنت عقبہ نے خبر دی کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے سنا تھا: "جھوٹا وہ نہیں ہے جو لوگوں میں باہم صلح کرانے کی کوشش کرے اور اس کے لیے کسی اچھی بات کی چغلی کھائے یا اسی سلسلہ کی اور کوئی اچھی بات کہہ دے۔" (بخاری:2692)

(12) صلح کروانا بڑی نیکی ہے۔ رب العزت کا فرمان ہے: ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ﴾ "سو تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنے آپس کے تعلقات کی اصلاح کرو۔" (الانفال:1) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "انسان کے بدن کے (تین سو ساٹھ جوڑوں میں سے) ہر جوڑ پر ہر اس دن کا صدقہ واجب ہے جس میں سورج طلوع ہوتا ہے اور لوگوں کے درمیان انصاف کرنا بھی ایک صدقہ ہے۔" (بخاری:2707)

(13) عبدالرحمن بن زید بن اسلم رحمہ اللہ نے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں کہا: جو اپنی سرگوشیوں میں صدقہ، نیکی یا صلح کا معاملہ لے کر آئے گا اس سے قبول کر لیا جائے گا۔ (ابن ابی حاتم:1065/4)

(14)﴿وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾ "اور جو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے یہ کام کرے تو جلد ہی ہم اُسے اجرِ عظیم عطا کریں گے" مقاتل بن حیان نے کہا: جو صدقہ دے یا قرض دے یا لوگوں کے درمیان اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے صلح کروا دے تو اللہ تعالیٰ اسے جلد ہی اجرِ عظیم عطا کریں گے۔ (الدر المنثور:392/2)

(15) بندے کے لئے مناسب یہی ہے کہ وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی رضا کو مدنظر رکھے اور ہر وقت چھوٹے سے چھوٹا عمل بھی خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کرے تا کہ اسے اجرِ عظیم حاصل ہو، تا کہ اس میں اخلاص کی عادت راسخ ہو اور وہ اہل اخلاص کے زمرے میں شمار ہو اور اس کے اجر کی تکمیل ہو خواہ اس کے مقصد کی تکمیل ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو کیونکہ اس نے اس نیک مقصد کی نیت کی تھی اور امکان بھر اس کا عمل بھی کیا تھا۔ (تفسیر سعدی)

سوال 2: نیکی کا کام تو ایک ہی ہوتا ہے لیکن انجام مختلف کیوں ہو جاتا ہے؟

جواب: (1) نیکی کا کام نیتوں اور ارادوں کی وجہ سے مختلف ہو جاتا ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کی طرف نہیں دیکھتا بلکہ وہ تو تمہارے دلوں اور اعمال کی طرف دیکھتا ہے۔" (مسلم:6543)

(2) اگر مقصد اعلیٰ ہو یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول اور آخرت میں اجر پانا تو نیکی کا کام قبول کیا جاتا ہے۔

16

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3)اور اگر کام کا مقصد یہ ہو کہ لوگوں میں اچھی شہرت ہو جائے، لوگوں میں نیک مشہور ہو جائیں تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے یہاں ملنے والا نہیں۔ سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک صحابی (لاحق بن ضمیرہ) نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ایک شخص جنگ میں شرکت کرتا ہے غنیمت حاصل کرنے کے لیے، ایک شخص جنگ میں شرکت کرتا ہے ناموری کے لیے، ایک شخص جنگ میں شرکت کرتا ہے تاکہ اس کی بہادری کی دھاک بیٹھ جائے تو ان میں سے اللہ تعالیٰ کے راستے میں کون لڑتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اس ارادے سے جنگ میں شریک ہوتا کہ اللہ تعالیٰ ہی کا کلمہ بلند رہے، صرف وہی اللہ تعالیٰ کے راستے میں لڑتا ہے۔'' (بخاری:123,3126,2810)

(4)ہر شخص کو دو راستوں میں سے ایک راستہ اپنانا ہے یا تو اللہ تعالیٰ کے لیے اِخلاص اور اس کی اطاعت کا طریقہ یا ریاکاری اور دنیا کے ارادے کا طریقہ۔ لوگ اپنی نیتوں پر اٹھائے جائیں گے۔

سوال3: اسلامی تربیت کا طریقۂ کار کیا ہے؟

جواب:(1)لوگ اپنی مشکلات اور مسائل لے کر اسلامی قیادت کے پاس آئیں۔

(2)اگر بات ذاتی ہو تو علیحدگی میں پیش کریں تاکہ وہ بات لوگوں میں نہ پھیلے۔

(3)اگر بات عام ہو تو اسے علانیہ پوچھیں۔

سوال4: نجویٰ سے روکنے کی پالیسی میں حکمت کیا ہے؟

جواب: اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے سدِ باب کیا ہے کہ اُمتِ مسلمہ میں کوئی بلاک یا گروہ نہ بن سکے۔

سوال5: اسلامی جماعت میں نجویٰ کون لوگ کرتے ہیں؟

جواب: اسلامی جماعت میں منافق نجویٰ کرتے ہیں۔

سوال6: اسلامی معاشرہ ایک کھلا معاشرہ ہے۔ نبی ﷺ کے دور میں اس کے معاملات کیسے طے پاتے تھے؟

جواب:(1)مسجد نبوی مسلمانوں کی پارلیمنٹ تھی۔

(2)لوگ مسجد نبوی میں باہم ملتے تھے، نماز پڑھتے تھے اور زندگی کے سارے معاملات وہاں طے کرتے تھے۔

(3)جنگی اَسرار و رموز سے متعلقہ معاملات یا لوگوں کے نجی معاملات جن کو وہ سب کے سامنے نہ رکھنا چاہتے ہوں ان کو سب کے سامنے بیان نہیں کیا جاتا تھا۔

﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''اور جو رسول کی مخالفت کرے اس کے بعد کہ اس پر ہدایت واضح ہو چکی اور اہلِ ایمان کے راستے کے علاوہ کسی اور کی پیروی کرے گا

﴿الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا﴾

تو ہم اُس کو اُدھر ہی پھیر دیں گے جدھر وہ پھرے گا اور اُسے جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بہت ہی بُری لوٹنے کی جگہ ہے''(115)

سوال 1: اس آیت کا شانِ نزول کیا ہے؟

جواب: جب قرآن کریم کا یہ حکم نازل ہوا تو رسول اکرم ﷺ ہتھیار لے کر آئے اور سیدنا رفاعہ رضی اللہ عنہ کو دے دیئے اور بشیر منافق مشرکوں کے ساتھ جا کر مل گیا اور سلافہ بنت سعد کے پاس جا کر اترا، اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔ امام حاکم فرماتے ہیں امام مسلم کی شرط کے مطابق یہ حدیث صحیح ہے۔ (تفسیر ابن عباس: 303,302/1)

سوال 2: رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرنے سے کیا مراد ہے اور اس کی کیا سزا ہے، اس کی وضاحت ﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ... مَصِيْرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ﴾ ''اور جو رسول کی مخالفت کرے'' رسول اللہ ﷺ کی مخالفت سے مراد آپ ﷺ کے مقابلے پر آ جانا ہے۔ یعنی ایک طرف اگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ہوں اور دوسری طرف کوئی شخص یا گروہ ہو تو رسول کے طریقے (یعنی آپ ﷺ کی سنت) سے ہٹ کر دوسروں کا راستہ اختیار کرنا رسول اللہ ﷺ کی مخالفت ہے۔

(2) ﴿مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى﴾ ''اس کے بعد کہ اس پر ہدایت واضح ہو چکی'' یعنی اس نے نبی کو پہچان لیا کہ وہ دینِ حق اور ہدایت لے کر آئے ہیں۔ (ایسر التفاسیر: 296)

(3) ﴿وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور اہلِ ایمان کے راستے کے علاوہ کسی اور کی پیروی کرے گا'' مومنوں سے یہاں مراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں جو دینِ اسلام کے مطابق چلنے والے تھے اور نبی ﷺ کی سنت کی پیروی کرنے والے تھے۔

(4) رسول کی مخالفت اور ﴿غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور اہلِ ایمان کے راستے کے علاوہ'' یعنی مومنوں کے طریقے کے علاوہ کوئی اور طریقہ دونوں ایک ہی چیز ہیں۔

(5) رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرنے اور مومنوں کے راستے کو چھوڑنے کی سزا یہ ہے کہ ﴿نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى﴾ ''تو ہم اُس کو اُدھر ہی پھیر دیں گے جدھر وہ پھرے گا'' اسے کفر اور گمراہی میں چھوڑ دیا جاتا ہے جو اس کے لیے دنیا میں رسوائی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(ایسر التفاسیر)(6)اس سے مراد یہ ہے کہ انسان پہلے خود پھرتا ہے، پھر اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے پھیر دیا جاتا ہے۔

(7)رسول اللہ ﷺ کی مخالفت اور مومنوں کے راستے کو چھوڑ کر کوئی اور راستہ اختیار کرنا دین اسلام سے خروج ہے۔

(8)رسول اللہ ﷺ کی مخالفت سے مراد آپ ﷺ کی دشمنی ہے اور ایسا کرنے والا مسلمانوں کی جماعت سے نکل جاتا ہے اور مومنوں کے راستے کے ماسوا کسی اور راستے پر چلتا ہے جو دین اسلام نہیں کیونکہ وہ اس کے احکامات کو مضبوطی سے پکڑتا نہیں ہے۔(فتح القدیر:657/1)

(9)رب العزت نے فرمایا:﴿فَذَرْنِيْ وَمَنْ يُّكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ ۭ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''چنانچہ مجھے اور اس کو چھوڑ دو جو اس کلام کو جھٹلاتا ہے ہم ضرور انہیں آہستہ آہستہ لے جائیں گے جہاں سے وہ نہیں جانیں گے۔''(القلم:44)(10)﴿فَلَمَّا زَاغُوْٓا اَزَاغَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ﴾ ''پھر جب وہ ٹیڑھے ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو ٹیڑھا کر دیا۔''(الصف:5)

(11)﴿وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖٓ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ﴾ ''اور ہم ان کے دلوں کو اور ان کی نگاہوں کو پھیر دیں گے جیسے پہلی بار وہ اس پر ایمان نہیں لائے تھے اور ہم انہیں چھوڑ دیں گے وہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں گے۔''(الانعام:110)

(12)نبی ﷺ اسلام پر ثابت قدمی کے لیے دعائیں مانگتے تھے۔ابن حوشب رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے عرض کیا:ام المومنین! جب رسول اللہ ﷺ کا آپ کے پاس قیام ہوتا تھا تو آپ اکثر کونسی دعا پڑھتے تھے؟انہوں نے فرمایا:آپ ﷺ کی اکثر دعا﴿يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِيْ عَلٰى دِيْنِكَ﴾ ہوتی ''اے دلوں کے پھیرنے والے میرے دل کو اپنے دین پر قائم رکھ۔'' وہ فرماتی ہیں میں نے عرض کیا:اللہ کے رسول ﷺ! آپ یہ دعا اکثر مانگتے ہیں(اس کی وجہ کیا ہے؟)آپ ﷺ نے فرمایا:''ام سلمہ رضی اللہ عنہا! ہر آدمی کا دل اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہے اس نے جس (دل) کو چاہا(دین پر قائم رکھا)اور جس کو چاہا ٹیڑھا کر دیا۔'' پھر راوی معاذ نے یہ آیت تلاوت کی:﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا﴾ ''اے ہمارے رب! تو ہمارے دلوں کو ہدایت دینے کے بعد ٹیڑھا نہ کر۔''(آل عمران:8)(جامع الترمذی:3522)

(13)﴿وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ﴾ ''اور اُسے جہنم میں داخل کریں گے'' رسول کی مخالفت اور مومنوں کے راستے کو چھوڑ دینے کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کو چھوڑ دیا ہے۔اس کی سزا یہاں بہت بری جگہ 'جہنم' بتائی گئی ہے۔

(14)﴿وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا﴾ ''اور وہ بہت ہی بُری لوٹنے کی جگہ ہے'' جو شخص جہنم میں پہنچے گا ہمیشہ اس میں رہے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(15) رسول ﷺ کی مخالفت حرام ہے۔ (تفسیر قاسمی:458/5)

(16) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَشَآقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدٰى ۙ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَسَيُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ﴾ ''یقیناً جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کے راستے سے روکا اور رسول کی مخالفت کی اس کے بعد کہ ہدایت ان پر واضح ہو چکی تھی وہ اللہ تعالیٰ کا ہرگز کچھ بھی نقصان نہیں کریں گے اور جلد ہی اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو ضائع کر دے گا۔'' (محمد:32) ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ ''یہ اس وجہ سے ہے کہ یقیناً انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی مخالفت کرے تو اللہ تعالیٰ یقیناً بہت سخت عذاب والا ہے''۔ (الانفال:13)

(17) آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم سب جنت میں داخل ہو گے مگر جو انکار کر دے۔ لوگوں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! کون انکار کرتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے میری تابعداری کی وہ بہشت میں داخل ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی گویا اس نے انکار کیا۔'' (صحیح بخاری:7280)

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَنْ

''بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس کو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور اس کے علاوہ جس کے لیے چاہے گا وہ بخش دے گا اور جو

يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا﴾

اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک بنائے تو یقیناً وہ بھٹک گیا، دور کا بھٹکنا'' (116)

سوال 1: شرک ناقابل معافی جرم ہے، اس کی وضاحت ﴿اِنَّ اللّٰهَ ... بَعِيْدًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ﴾ ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس کو نہیں بخشے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے'' شرک ناقابل معافی جرم ہے۔ رب العزت کا فرمان ہے: ﴿وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ﴾ ''اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتا ہے تو گویا وہ آسمان سے گر گیا، پھر پرندے اسے اچک لیتے ہیں یا اسے ہوا کسی دور دراز جگہ میں گرا دیتی ہے۔'' (الحج:31)

(2) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک کون سا گناہ

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سب سے بڑا ہے؟ فرمایا: ''یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو برابر ٹھہراؤ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ہی تم کو پیدا کیا ہے۔'' میں نے عرض کیا کہ یہ تو واقعی سب سے بڑا گناہ ہے۔ پھر اس کے بعد کون سا گناہ بڑا ہے؟ فرمایا: ''یہ کہ تم اپنی اولاد کو اس خوف سے مار ڈالو کہ وہ تمہارے ساتھ کھائیں گے۔'' میں نے پوچھا: اور اس کے بعد ؟ فرمایا: ''یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی عورت سے زنا کرو۔'' (صحیح بخاری:4477)

(3) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ جنت اور دوزخ کو واجب کرنے والی چیز کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے کسی کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک نہ کیا وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس نے کسی کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرایا وہ دوزخ میں داخل ہوگا۔'' (مسلم:269)

(4) جو شخص شرک کرتا ہے وہ نیکی اور بھلائی کے دائرے سے باہر نکل جاتا ہے، شرک کرنے والے کی اصلاح کی کوئی اُمید باقی نہیں رہتی، شرک کرنے والے کی فطرت بگڑ جاتی ہے۔ شرک سب سے بڑا ظلم ہے۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ﴾ ''بلاشبہ شرک یقیناً بہت بڑا ظلم ہے۔'' (لقمان:13)

(5) اس آیت میں واضح الفاظ میں بتایا گیا ہے کہ شرک نا قابلِ عفو گناہ ہے کیونکہ اس سے زیادہ گمراہ کن، جاذبِ اوہام اور کوئی عقیدہ نہیں۔ فطرتِ انسان کو اللہ تعالیٰ نے اتنا پاکیزہ اور بلند پیدا کیا ہے کہ وہ کسی طرح بھی شرک جیسی ذلت کو برداشت نہیں کر سکتی۔ (تفسیر سراج البیان:229/1)

(6) انسان میں سب سے بڑا عیب یہی ہے کہ وہ اپنے بڑوں کی بے ادبی کرے۔ پھر اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر بڑا کون ہو سکتا ہے اور شرک اس کی شان میں بے ادبی ہے۔

(7) اللہ تعالیٰ شرک سے بیزار ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''میں شریکوں میں سب سے زیادہ شرک سے بے پرواہ ہوں۔ جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس میں اس نے میرے ساتھ غیر کو شریک کیا تو میں اس کو اور اس کے شرک کو چھوڑ دیتا ہوں۔'' (مسلم:7475)

(8) ﴿وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾ ''اور اس کے علاوہ جس کے لیے چاہے گا وہ بخش دے گا'' وہ گناہ جو شرک سے کم تر ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تابع ہیں اگر اللہ تعالیٰ چاہے گا تو اپنی رحمت اور حکمت سے ان گناہوں کو بخش دے گا اور اگر چاہے گا تو اپنے عدل و حکمت سے ان کو عذاب دے گا۔ (تفسیر سعدی:592/1)

(9) ﴿وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا﴾ ''اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک بنائے تو یقیناً وہ بھٹک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گیا، دور کا بھٹکنا'' جس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرایا وہ گمراہی میں بہت دور نکل گیا۔ جس نے شرک کیا اس کی فطرت بگڑ گئی۔ اگر اس کی فطرت میں کوئی نیکی کا عنصر ہوتا تو وہ ایک اللہ تعالیٰ کے ساتھ رشتہ جوڑ لیتا لیکن ایسے شخص نے سارے رشتے توڑ دیئے۔

سوال 2: اگر کوئی موت سے چند منٹ پہلے شرک سے توبہ کرے تو کیا وہ جہنم سے نجات پا سکتا ہے؟

جواب: جب تک حالتِ نزع طاری نہیں ہوتی توبہ قبول ہو سکتی ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ تب تک قبول کرتے ہیں جب تک کہ غرغرہ نہ لگے۔'' (ترمذی:3537)

﴿اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اِنٰثًا ۚ وَاِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا مَّرِيْدًا﴾

''وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ نہیں پکارتے مگر عورتوں کو اور وہ سرکش شیطان کے سوا کسی کو نہیں پکارتے'' (117)

سوال 1: بت پرست دیویوں کے پجاری ہیں، اس کی وضاحت ﴿اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اِنٰثًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اِنٰثًا﴾ ''وہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ نہیں پکارتے مگر عورتوں کو'' مشرک دیویوں کی عبادت کرتے ہیں۔ (2) ﴿اِنٰثًا﴾ سے بے جان چیزیں مراد ہیں پتھر، مٹی وغیرہ۔ (بخاری کتاب التفسیر)

(3) ابن زید نے کہا: اس سے مراد ان کے معبود ہیں لات، عزیٰ، اساف اور نائلہ۔ وہ سب عورتیں تھیں جنہیں وہ اللہ تعالیٰ کے ماسوا پکارتے تھے۔ (تفسیر جامع البیان:5/324)

(4) ضحاک نے کہا: ملائکہ کے بارے میں وہ یہ گمان رکھتے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں۔ (تفسیر جامع البیان:5/325)

(5) قرآن حکیم میں مشرکوں کے بارے میں فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ لَيُسَمُّوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ تَسْمِيَةَ الْاُنْثٰى﴾ ''یقیناً جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے، بلاشبہ وہ فرشتوں کے عورتوں کے سے نام رکھتے ہیں۔'' (النجم:27)

(6) ﴿وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِيْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا ۭ اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ ۭ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَيُسْـَٔلُوْنَ﴾ ''اور انہوں نے فرشتوں کو، جو رحمن کے بندے ہیں، عورتیں بنا دیا؟ کیا ان کی پیدائش کے وقت وہ موجود تھے؟ ضرور ہی ان کی گواہی لکھی جائے گی اور ان سے پوچھا جائے گا۔'' (الزخرف:19)

(7) مشرکانہ مذاہب کی تاریخ بتاتی ہے کہ دیویوں کو سب سے زیادہ اہمیت حاصل رہی ہے۔ چین، ہندوستان، عرب، مصر، بابل اور نینوا وغیرہ میں دیویوں کو زیادہ اہمیت حاصل رہی ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(8) زندگی کی اصل ضرورتوں کا تعلق دیویوں سے سمجھا جاتا تھا۔ عربوں میں بھی خدائی کے کام میں دیویوں کا قبضہ سمجھا جاتا تھا مثلاً لات، منات، عزیٰ وغیرہ۔ مشرکین کا یہ عقیدہ تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی لاڈلی بیٹیاں ہیں اور ان کی بات اللہ تعالیٰ کبھی رَدّ نہیں کرتے۔ اگر یہ راضی ہوں تو ان کے واسطے سے جو کچھ مانگا جائے ملتا ہے۔

سوال 2: دیویوں کے پجاری دراصل شیطان کے پجاری ہیں، اس کی وضاحت ﴿وَاِنْ ... مَّرِیْدًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنْ یَّدْعُوْنَ اِلَّا شَیْطٰنًا مَّرِیْدًا﴾ ''اور وہ سرکش شیطان کے سوا کسی کو نہیں پکارتے'' بتوں کی عبادت کرنے والے باغی شیطان ہی کو معبود بناتے ہیں کیونکہ وہی بت پرستی کا حکم دیتا ہے۔

(2) ﴿مَّرِیْدًا﴾ کا معنی ہے شریر۔ (بخاری کتاب التفسیر) ﴿شَیْطٰنًا مَّرِیْدًا﴾ کا مطلب ہے شریر شیطان۔

(3) اللہ تعالیٰ نے وضاحت فرمائی ہے کہ وہ عورتوں کی عبادت نہیں کرتے بلکہ شیطان کے پجاری ہیں کیونکہ شیطان ہی نے بت پرستی کا انہیں حکم دیا۔ (تفسیر ابن کثیر: 368-369)

(4) فرشتوں، بتوں اور دیگر بزرگ ہستیوں کی عبادت شیطان کی عبادت ہے کیونکہ شیطان ہی اللہ تعالیٰ کی عبادت سے روک کر انسانوں کو ان کے آستانوں پر جھکاتا ہے۔ اس طرح انسان شیطان کو معبود بناتا ہے۔ شیطان انسان کا پہلا اور سب سے بڑا دشمن ہے۔ اس نے دھمکی دی تھی کہ میں اللہ تعالیٰ کے بندوں کو توحید سے ہٹا کر شرک میں مبتلا کر دوں گا۔ سو شرک کہیں بھی پایا جاتا ہے، پیچھے کروانے والا شیطان ہے۔ اسی وجہ سے ہر دُعا، اِلتجا اور ہر عبادت جو کہیں بھی غیر اللہ کے لیے کی جا رہی ہو وہ شیطان کے لیے ہوتی ہے۔

﴿لَّعَنَهُ اللّٰهُ ۘ وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا﴾

''اللہ تعالیٰ نے اس پر لعنت کی ہے اور اس (شیطان) نے کہا کہ یقیناً میں تیرے بندوں میں سے ایک مقررہ حصہ ضرور لے لوں گا'' (118)

سوال: ﴿لَّعَنَهُ اللّٰهُ ... مَّفْرُوْضًا﴾ کی وضاحت کریں؟

جواب: (1) ﴿لَّعَنَهُ اللّٰهُ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے اس پر لعنت کی ہے'' یعنی اللہ تعالیٰ نے شیطان کو اپنی رحمت اور فضل سے دور کر دیا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے شیطان پر لعنت اس لیے بھیجی ہے کہ: (i) شیطان نے یہ دھمکی دی تھی کہ وہ انسانوں کے ایک بڑے حصے کو گمراہ کر کے رہے گا۔ (ii) انہیں جھوٹی تمناؤں اور جھوٹی خواہشات کے چکر میں ڈالے گا۔ (iii) انہیں لذتوں کے حصول میں گم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کردے گا۔(iv) انہیں دنیا کی کامیابیوں کے پیچھے دیوانہ کردے گا۔(v) انہیں آخرت کی خوش فہمیوں میں مبتلا کردے گا۔

(3)﴿وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا﴾ ''اور اس (شیطان) نے کہا کہ یقیناً میں تیرے بندوں میں سے ایک مقررہ حصہ ضرور لے لوں گا'' (i) مقررہ حصہ سے مراد نذر و نیاز بھی ہو سکتی ہے جنہیں شرک کرنے والے قبروں میں دفن شدہ لوگوں کے نام پر نکالتے ہیں۔

(ii) اس سے مراد وہ لوگ بھی ہو سکتے ہیں جنہیں شیطان گمراہ کر کے اپنے ساتھ جہنم لے جائے گا۔

(4)﴿قَالَ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ ذُرِّيَّتَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ ''اس نے کہا: کیا تو نے دیکھا یہ شخص جس کو تو نے مجھ پر فضیلت دی ہے؟ یقیناً اگر تو مجھے قیامت کے دن تک مہلت دے گا تو بہت تھوڑے لوگوں کے سوا اس کی پوری نسل کو ہر صورت جڑ سے اکھاڑ پھینکوں گا۔'' (بنی اسرائیل:62)

(5)﴿وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اور بلاشبہ یقیناً ابلیس نے ان پر اپنا گمان سچ کر دکھایا، تو اہل ایمان کے ایک گروہ کے سوا ان سب نے اس کا پیچھا کیا۔'' (سبا:20)

(6)﴿قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ (٣٩) اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ (٤٠)﴾ ''اس نے کہا: اے میرے رب! اس وجہ سے کہ تو نے مجھے بہکایا ہے، میں زمین میں ضرور ان کے لیے (گناہ) مزین کروں گا اور میں ان سب کو ضرور بہکاؤں گا۔ مگر ان میں تیرے وہ بندے جو خالص کیے ہوئے ہیں۔'' (الحجر:40,39)

﴿وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ

''اور یقیناً میں ضرور انہیں گمراہ کروں گا اور میں ضرور انہیں جھوٹی اُمیدیں دِلاتا رہوں گا اور میں ضرور انہیں حکم دوں گا سو وہ ضرور (میرے حکم سے)

وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ

جانوروں کے کان چیریں گے اور یقیناً میں ان کو ضرور حکم دوں گا سو یقیناً وہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی صورت کو ضرور بدلیں گے اور جو کوئی

دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا﴾

اللہ تعالیٰ کے علاوہ شیطان کو دوست بناتا ہے تو بلاشبہ اس نے خسارہ اٹھایا، واضح خسارہ'' (119)

سوال: شیطان کے طریقۂ واردات کی وضاحت ﴿وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ ... مُّبِيْنًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب: شیطان کے طریقہ واردات کے بارے میں چار باتیں واضح کی گئی ہیں:

(1)﴿وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ﴾ ''اور یقیناً میں ضرور انہیں گمراہ کروں گا'' (i) الاضلال: گمراہ کرنا یعنی انسانوں کو صحیح عقائد سے پھیر دینا۔ (ii) اضلال کہتے ہیں ہدایت کے راستے سے گمراہی کے راستے پر لے جانا۔ (فتح القدیر:1/659)

(iii) شیطان کا قول ہے کہ میں انہیں ضرور بہکاؤں گا۔ بہکانے سے مراد گمراہ کرنا ہے۔ شیطان باطل عقیدوں اور جھوٹی آرزوؤں کے ذریعے انسان کو گمراہ کرتا ہے۔

(iv) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے کسی کے پاس شیطان آتا ہے اور تمہارے دل میں پہلے تو یہ سوال پیدا کرتا ہے کہ فلاں چیز کس نے پیدا کی؟ فلاں چیز کس نے پیدا کی؟ اور آخر میں بات یہاں تک پہنچاتا ہے کہ خود تمہارے رب کو کس نے پیدا کیا؟ جب کسی شخص کو ایسا وسوسہ ڈالے تو اسے چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگے اور شیطانی خیال کو چھوڑ دے۔'' (صحیح بخاری:3276)

(v) قرآنِ حکیم میں ابلیس کا قول بیان کیا گیا ہے: ﴿قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ﴾ ''ابلیس نے کہا: پھر اس وجہ سے کہ آپ نے مجھے گمراہ کیا ہے یقیناً میں ان کے لیے آپ کے سیدھے راستے میں ضرور بیٹھوں گا۔'' (الاعراف:16)

(iv) انسان رب سے دعائیں کرتا ہے۔ ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ﴾ ''ہمیں سیدھے راستے پر چلا۔'' (الفاتحہ:5) لیکن سیدھے راستے سے روکنے کے لیے شکاری بیٹھا ہے۔ اس نے اپنے پھندے لگا رکھے ہیں، اپنے جال پھیلا رکھے ہیں، اپنے مورچے لگا رکھے ہیں۔ وہ خواہشات کے جال میں اُلجھاتا ہے، جھوٹی اُمیدوں سے فریب دیتا ہے اور باطل عقیدوں کو خوبصورت بنا کر پیش کرتا ہے جس کی وجہ سے انسان سیدھے راستے کو گم کر بیٹھتا ہے۔

(2)﴿وَّلَاُمَنِّيَنَّهُمْ﴾ ''اور یقیناً میں ضرور انہیں جھوٹی اُمیدیں دلاتا رہوں گا'' (i) امانی: جھوٹی اور باطل امیدوں کو دل میں مزین کرنا انسان کی اہم خواہشات میں سے ہے جیسے لمبی عمر پانا اور لازوال بادشاہت حاصل کرنا۔ اسی سے اس نے سیدنا آدم علیہ السلام اور حوا علیہا السلام کو پھسلایا تھا۔ ﴿فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰٓاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى﴾ ''پس شیطان نے اس کے دل میں وسوسہ ڈالا، اُس نے کہا: ''اے آدم! کیا میں تمہیں دائمی زندگی کا درخت نہ بتاؤں اور ایسی بادشاہت جو پرانی نہ ہو؟'' (طٰہٰ:120)

(ii) امانی سے مراد شیطان کی دلائی ہوئی جھوٹی امیدیں ہیں۔ (فتح القدیر:1/659)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(iii) شیطان انسان کے دل میں جھوٹی امیدیں پیدا کرتا ہے کہ گناہ کرتے رہو اللہ غفور ورحیم ہے۔ ابھی عمر پڑی ہے توبہ کرلیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے سارے انسانوں کو جہنم کے لیے تو پیدا نہیں کیا۔ محمد رسول اللہ ﷺ کے اُمتیوں کی شفاعت ہوجائے گی۔ اس قسم کے خیالات اور گمان باطل اُمیدوں میں شامل ہیں۔

(iv) یعنی میں ان کو گمراہ کرنے کے ساتھ ساتھ یہ امیدیں بھی دلاتا رہوں گا کہ انہیں وہ سب کچھ حاصل ہوگا جو ہدایت یافتہ کو حاصل ہوتا ہے اور یہ عین فریب ہے۔ پس اس نے انہیں مجرد گمراہ کرنے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ اس نے اس گمراہی کو ان کے سامنے آراستہ کیا جس میں وہ مبتلا ہوئے اور یہ ان کی برائی میں مزید اضافہ ہے کہ انہوں نے اہل جہنم کے اعمال کیے جو عذاب کے موجب ہیں اور سمجھتے رہے کہ یہ اعمال انہیں جنت میں لے جائیں گے۔ (تفسیر سعدی:595/1)

(v) شیطان ان خواہشات کے راستے انسان کے اندر داخل ہوجاتا ہے پھر انسان کو بھلا دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے کیا حکم دے رکھا ہے؟

(3) ﴿وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ﴾ ''اور یقیناً میں ضرور انہیں حکم دوں گا، سو وہ ضرور (میرے حکم سے) جانوروں کے کان چیریں گے'' (i) شیطان کا وعدہ ہے کہ وہ انسانوں کو جانوروں کے کان چیرنے اور اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں تبدیلی کا حکم دے گا۔ جیسا کہ اہل عرب کیا کرتے تھے کہ جب کوئی اونٹنی دس بچے جن لیتی یا جس اونٹ کے نطفہ سے دس بچے پیدا ہو چکتے تو اسے اپنے دیوتا کے نام پر چھوڑ دیتے تھے اور اس سے کام لینا حرام سمجھتے تھے اور علامت کے طور پر اس کے کان چیر دیتے تھے۔ (تفسیر تیسیر القرآن:464/1)

(ii) عربی میں امر کا لفظ حکم دینے، مشورہ دینے اور سمجھانے کے معنوں میں آتا ہے۔

(iii) شیطان یہ مشورے اپنے ساتھیوں کی وساطت سے دیتا ہے۔ شیطان انسان کے دل میں وسوسے ڈالتا ہے اور انسان سمجھتا ہے کہ کیا کمال بات سوجھی ہے! کیا کمال راستہ نظر آیا ہے! اور یوں شیطان کا کام ہوجاتا ہے۔

(iv) شیطان کے ایجنٹ اگر زور آور ہوں تو ان کے ہاتھوں وہ قانون بھی بنواتا ہے اور اس کو نافذ بھی کرواتا ہے۔

(v) مشرکین مختلف اَدوار میں اپنے خاص خاص جانوروں کے کان چیر کر اُنہیں اپنے جھوٹے معبودوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے۔ کان چیرنے کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ کوئی ان جانوروں سے فائدہ نہ اٹھائے۔

(vi) گمراہی کی یہ قسم اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام ٹھہرانے اور حرام کردہ چیزوں کو حلال ٹھہرانے کی متقاضی ہے اور اسی میں فاسد اعتقادات اور ظلم وجور پر مبنی احکامات بھی شامل ہیں جو بڑی گمراہیوں میں سے ہیں۔ (تفسیر سعدی:596/1)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4)﴿وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ﴾ ''اور یقیناً میں ان کو ضرور حکم دوں گا سو یقیناً وہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی صورت کو ضرور بدلیں گے'' (i) حافظ سیوطی نے ''الاکلیل'' میں لکھا ہے کہ یہ آیت خصی کرنے، گدوانے، اضافی بال جوڑنے، دانتوں کے درمیان فاصلہ پیدا کرنے اور چہرے کے بال اکھاڑنے کی حرمت پر دلیل ہے۔ (تیسیر الرحمٰن:296)

(ii) اس سے مراد ہے: عورتوں کو بانجھ بنانا، مردوں کی نس بندی کرنا، مردوں کا داڑھی منڈوانا، سر پر مصنوعی بال لگوانا، دانت باریک کروانا، عورتوں کو فطری فرائض سے ہٹا کر انہیں مردوں کی صف میں لا کھڑا کرنا۔

(iii) بیضاوی نے لکھا ہے کہ ﴿خَلْقَ اللّٰهِ﴾ سے مراد انسان کا چہرہ، صورت اور صفت ہے، اور آزاد کردہ نر اونٹ کی آنکھ پھوڑ دینا، غلاموں کو خصی کرنا، گدوانا اور گال پر زینت کے لیے نشان بنوانا، لواطت، سحاق (دو عورتوں کا آپس میں جنسی خواہش پوری کرنا) شمس و قمر کی عبادت، اسلام میں تبدیلی لانا، اور اعضاء و جوارح کو غیر مفید کاموں میں استعمال کرنا جس سے انسان کو کوئی فائدہ نہ ہو، یہ سبھی صورتیں اس آیت کے ضمن میں آتی ہیں۔ (تیسیر الرحمٰن:296)

(iv) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے گدوانے والیوں اور گودنے والیوں پر لعنت بھیجی ہے چہرے کے بال اکھاڑنے والیوں اور حسن کے لیے آگے کے دانتوں میں کشادگی کرنے والیوں پر لعنت بھیجی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی صورت میں تبدیلی کرتی ہیں۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ کلام قبیلہ بنی اسد کی ایک عورت کو معلوم ہوا جو ام یعقوب کے نام سے معروف تھی، وہ آئی اور کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے اس طرح کی عورتوں پر لعنت بھیجی ہے؟ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: آخر کیوں نہ میں انہیں لعنت کروں جنہیں رسول اللہ ﷺ نے لعنت کی ہے اور جو کتاب اللہ کے حکم کے مطابق ملعون ہے۔ اس عورت نے کہا کہ قرآن مجید تو میں نے بھی پڑھا ہے لیکن آپ جو کچھ کہتے ہیں میں نے تو اس میں کہیں یہ بات نہیں دیکھی۔ انہوں نے کہا کہ اگر تم نے بغور پڑھا ہوتا تو تمہیں ضرور مل جاتا، کیا تم نے یہ آیت نہیں پڑھی ﴿وَمَا اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ کہ ''رسول (ﷺ) تمہیں جو کچھ دیں لے لیا کرو اور جس سے تمہیں روک دیں، رک جایا کرو۔'' اس نے کہا کہ پڑھی ہے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پھر نبی کریم ﷺ نے ان چیزوں سے روکا ہے۔ اس پر عورت نے کہا کہ میرا خیال ہے کہ آپ کی بیوی بھی ایسا کرتی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ اچھا جاؤ اور دیکھ لو۔ وہ عورت گئی اور اس نے دیکھا لیکن اس طرح کی ان کے یہاں کوئی معیوب چیز اسے نہیں ملی۔ پھر سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر میری بیوی اسی طرح کرتی تو بھلا وہ میرے ساتھ رہ سکتی تھی؟ ہرگز نہیں۔'' (بخاری:4886)

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(v) سیدہ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ ایک عورت نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ یارسول اللہ ﷺ! میری لڑکی کو خسرے کا بخار ہو گیا اور اس سے اس کے بال جھڑ گئے۔ میں اس کی شادی بھی کر چکی ہوں تو کیا اس کے مصنوعی بال لگا دوں؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے مصنوعی بال لگانے والی اور جس کے لگایا جائے، دونوں پر لعنت بھیجی ہے'' (بخاری:5941)

(vi) اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی صورت کو بدلنے سے مراد یہ بھی ہے کہ اس فطرت کو بدلا جائے جس پر اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوقات کو پیدا کیا ہے مثلاً عقیدہ توحید جو کہ انسان کی فطرت میں ہے لیکن شیطان اور اس کے ایجنٹوں نے اس عقیدے کو خراب کیا۔

(vii) شیطان کا یہ کام باطنی تخلیق کی تبدیلی کو بھی شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو حنیف بنا کر اچھی فطرت پر پیدا کیا ہے، ان میں قبول حق اور حق کو ترجیح دینے والوں کی فطرت تخلیق کی۔ شیاطین آئے اور انہوں نے ان کو اس خوبصورت تخلیق سے ہٹا دیا اور شر، شرک، کفر، فسق اور معصیت کو ان کے سامنے آراستہ کر دیا، حالانکہ پیدا ہونے والا ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے مگر اس کے والدین اس کو یہودی، نصرانی یا مجوسی وغیرہ بنا دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو جس فطرت پر پیدا کیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی توحید، اس کی محبت اور اس کی معرفت وہ اس فطرت کو بدل ڈالتے ہیں۔ اس مقام پر شیاطین بندوں کو اسی طرح شکار کرتے ہیں جس طرح درندے اور بھیڑیئے ریوڑ سے الگ ہونے والی بھیڑوں، بکریوں کو پھاڑ کھاتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کا اپنے مخلص بندوں پر فضل و کرم نہ ہوتا تو ان کا بھی وہی حشر ہوتا جو ان فتنہ زدہ لوگوں کا ہوا ہے۔ پس وہ بھی دنیا و آخرت کے خسارے میں پڑ جاتے اور انہیں ناکامی اور گھاٹے کا منہ دیکھنا پڑتا۔ (تفسیر سعدی:1/596)

(viii) اللہ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''چنانچہ آپ یکسو ہو کر اپنا رخ دین پر قائم رکھیں، اللہ تعالیٰ کی فطرت ہے جس پر اُس نے لوگوں کو پیدا کیا اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں، یہی سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔'' (الروم:30)

(5) ﴿وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا﴾ ''اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کے علاوہ شیطان کو دوست بناتا ہے تو بلاشبہ اس نے خسارہ اٹھایا، واضح خسارہ'' جس نے شیطان کو دوست بنایا وہ واضح خسارے میں ہے۔ شیطان کو دوست بنانے سے مراد اسے اپنے معاملات سونپ دینا، اسے امام بنانا اور اس کی پیروی کرنا ہے۔ (تفسیر منیر:3/287)

(6) اس نے اپنے نفس کے حق میں کمی کی، اس کا غبن کیا، اس نے اللہ تعالیٰ کا حق شیطان کو دے دیا۔ (قرطبی:3/271)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(7)عظیم خسارہ یہ ہے کہ قرآن کی ہدایت چھوڑ کر شیطان کے اسالیب اور طریقوں کی پیروی کی۔(تفسیر منیر:287/3)

(8)اسی طرح جو کوئی اپنے آقا اور مولا کو ہی اپنا سرپرست بناتا ہے اور اس کی رضا کو ترجیح دیتا ہے، وہ ہر لحاظ سے فائدے میں رہتا ہے، ہر طرح سے فلاح پاتا ہے، دنیا و آخرت کی سعادت حاصل کرتا ہے اور اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں۔ اے اللہ! جو چیز تو عطا کرے اسے کوئی روک نہیں سکتا اور جس چیز سے تو محروم کر دے اسے کوئی عطا نہیں کر سکتا۔ اے اللہ! جن لوگوں کی تو نے سرپرستی فرمائی ان لوگوں کی معیت میں ہماری بھی سرپرستی فرما، اور جن لوگوں کو تو نے عافیت سے نوازا ان کے ساتھ ہمیں بھی عافیت سے نواز۔ آمین (تفسیر سعدی:597,596/1)

﴿يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيهِمْ ۚ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا﴾

''وہ انہیں وعدے دیتا ہے اور انہیں جھوٹی اُمیدیں دلاتا ہے اور شیطان ان کو دھوکے کے سوا کوئی وعدہ نہیں دیتا''(120)

سوال1: شیطان کے وعدے جھوٹے ہیں، اس کی وضاحت ﴿يَعِدُهُمْ ... غُرُورًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿يَعِدُهُمْ﴾ ''وہ انہیں وعدے دیتا ہے'' شیطان انسانوں کے سامنے سبز باغ پیش کرتا ہے۔ وہ جس طرف لے جانا چاہتا ہے اُس کے لیے کسی کو لُطف اُٹھانے، لذت حاصل کرنے کے وعدے دیتا ہے اور کسی کو کامیابی کے وعدے دیتا ہے۔

(2)جب لوگ فی سبیل اللہ خرچ کرنے لگتے ہیں تو انہیں فقیر ہو جانے کا وعدہ دیتا ہے۔ وہ دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے خرچ کرو گے تو مال ختم ہو جائے گا یا کم ہو جائے گا اور تم فقیر بن کر ذلیل ہو جاؤ گے۔ جب کوئی جوا کھیلتا ہے تو اسے مالدار ہونے کا وعدہ دیتا ہے۔(تفسیر منیر:318/2)

(3)﴿وَيُمَنِّيهِمْ﴾ ''اور انہیں جھوٹی اُمیدیں دلاتا ہے'' شیطان کسی کو کامیابی کی اُمید دلاتا ہے، کسی کو نافرمانی کے اعمال پر بھی آخرت کی کامیابیوں کا یقین دِلاتا ہے اور کسی کو یہ تسلی دِلاتا ہے کہ آخرت میں کسی کے سہارے بچ نکلو گے۔

(4)﴿وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا﴾ ''اور شیطان ان کو دھوکے کے سوا کوئی وعدہ نہیں دیتا'' شیطان کے وعدے جھوٹے ہیں یہ ایک سچی خبر ہے جس میں کوئی شک نہیں۔ شیطان اپنے دوستوں سے جھوٹے وعدے کرتا ہے، انہیں بیکار آرزوئیں دلاتا ہے کہ تم دنیا و آخرت میں کامیاب رہو گے۔ اسی وجہ سے فرمایا کہ شیطان انہیں دھوکہ دیتا ہے اور وہ اس دھوکے میں اپنے عمل کو نیک سمجھنے لگتے ہیں جیسا کہ حق تعالیٰ نے قیامت کے دن کے بارے میں فرمایا: ﴿وَوَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَأَخْلَفْتُكُمْ ۖ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّن سُلْطَانٍ إِلَّا أَن دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِي ۖ فَلَا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تَلُوْمُوْنِيْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ﴾ ''اور شیطان کہے گا: ''جب کام کا فیصلہ کر دیا جائے گا بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تم سے جو وعدہ کیا، وہ سچا وعدہ تھا اور میں نے تم سے جو وعدہ کیا تھا سو میں نے تم سے خلاف ورزی کی اور میرا تم پر کوئی غلبہ نہ تھا سوائے اس کے کہ میں نے تمہیں بلایا تو تم نے میرا کہا مان لیا، چنانچہ مجھے ملامت نہ کرو اور خود ہی کو ملامت کرو، میں تمہاری فریاد رسی کرنے والا نہیں ہوں اور تم میری فریاد رسی کرنے والے نہیں ہو۔'' (ابراہیم:22) (مختصر ابن کثیر:370/1)

(5) شیطان کا وعدہ محض فریب ہے۔ وہ انسان کے لیے جال بچھاتا ہے، اسے آہستہ آہستہ اس جال میں پھانستا ہے۔ اس جال میں وہ لوگ پھنس جاتے ہیں جن کی فطرت بدل گئی ہو، جو یہ نہیں سوچتے کہ انہیں کس راستے پر چلایا جا رہا ہے اور کس دھوکے میں انہیں مبتلا کیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے شیطان کے دھوکے کے بارے میں آگاہ کیا ہے۔

(6) ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۪ وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ۭ اِنَّمَا يَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِيَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ۝﴾ ''اے لوگو! یقیناً اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے تو دنیا کی زندگی تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے اور نہ ہی وہ بڑا دھوکے باز اللہ تعالیٰ کے متعلق تمہیں دھوکے میں ڈالے۔ یقیناً شیطان تمہارا دشمن ہے تو تم دشمن بنا لو اُسے، یقیناً وہ اپنے گروہ کو اس لیے بلاتا ہے تاکہ وہ بھڑکتی ہوئی آگ والوں میں سے ہو جائیں۔'' (فاطر:6,5)

سوال 2: شیطان کے پھندے میں کون پھنستا ہے؟

جواب: (1) جس کی فطرت بدل جائے۔ (2) جس کے اندر بھلائی قبول کرنے کا مادّہ کمزور پڑ جائے۔

سوال 3: شیطان کے پھندے سے کون بچ جاتا ہے؟

جواب: (1) جو صحیح ایمان لے آئے۔ (2) جو یہ جان لے کہ شیطان دشمن ہے اور اس کی چالوں سے غافل نہ ہو۔

(3) جس کا عقیدہ پختہ ہو۔ (4) جو اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتا ہو۔

(5) جو شیطان کے پھندے سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی پارٹی میں شامل ہو جائے۔

سوال 4: شیطان کب تک مُخلص بندوں کے ساتھ مقابلے میں کمزور رہتا ہے؟

جواب: (1) جب تک وہ اللہ تعالیٰ کی رسی (قرآنِ حکیم) کو مضبوطی سے تھامے رکھیں۔

(2) جب تک وہ اِنفرادی اور اجتماعی سطح پر کوششیں کرتے رہیں۔

(3) جب تک وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے کوششیں کرتے رہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿اُولٰٓئِكَ مَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَلَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا﴾

''یہی لوگ ہیں جن کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ اس سے بھاگنے کی کوئی جگہ نہ پائیں گے''(121)

سوال: شیطان کے وعدوں کو سچ سمجھنے والوں کو جو تنبیہ کی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿اُولٰٓئِكَ مَاْوٰهُمْ ... مَحِيْصًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اُولٰٓئِكَ مَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَلَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا﴾ ''یہی لوگ ہیں جن کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ اس سے بھاگنے کی کوئی جگہ نہ پائیں گے'' اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو تنبیہ کی ہے جو شیطان کے وعدوں اور اس کی دلائی ہوئی امیدوں کو سچا سمجھ رہے ہیں کہ قیامت کے دن ان کا ٹھکانہ اور انجام جہنم ہے جس سے انہیں بھاگنے اور چھپنے کی جگہ نہیں ملے گی اور نہ وہ اس سے رہائی اور نجات پا سکتے ہیں۔ (مختصر ابن کثیر: 370/1)

(2) ﴿وَلَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا﴾ ''اور وہ اس سے بھاگنے کی کوئی جگہ نہ پائیں گے'' شیطان کے وعدوں کو سچا سمجھنے والے کل جب رب العزت کے حضور پہنچیں گے تو جہنم سے فرار کا وہ کوئی راستہ نہیں پائیں گے۔

(3) جہنم کی ہولناکیوں کا شعوری احساس دلا کر انسان کی سوچ کا رخ جنت کی طرف موڑا گیا ہے۔ اسی لیے رب العزت نے ارشاد فرمایا: ﴿اِسْتَجِيْبُوْا لِرَبِّكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ ۭ مَا لَكُمْ مِّنْ مَّلْجَاٍ يَّوْمَىِٕذٍ وَّمَا لَكُمْ مِّنْ نَّكِيْرٍ﴾ ''اپنے رب کی پکار پر لبیک کہو قبل اس سے کہ وہ دن آئے جس کے اللہ تعالیٰ سے ٹلنے کی کوئی صورت نہیں۔ اُس دن تمہارے لیے نہ کوئی جائے پناہ ہوگی اور نہ ہی انکار کی کوئی صورت ہوگی۔'' (الشوریٰ: 47)

﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

''اور وہ جو ایمان لائے ہیں اور انہوں نے نیک عمل کیے ہیں، انہیں ہم بہت جلد جنتوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں

خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ۭ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا﴾

بہتی ہیں ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، ہمیشہ ہمیشہ، اللہ تعالیٰ کا سچا وعدہ ہے، اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ کون بات میں سچا ہے؟ (122)

سوال: سعادت مندوں سے جو وعدہ کیا گیا ہے، اس کی وضاحت ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ... قِيْلًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) سعادت مندوں سے ایسی جنتوں میں داخلے کا وعدہ کیا گیا ہے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، رب العزت نے فرمایا: ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ ''اور وہ جو ایمان لائے ہیں'' جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کو سچا کہا۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

(2)﴿وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ﴾ ''اورانہوں نے نیک عمل کیے ہیں'' یعنی جنہوں نے اطاعت کی کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی ہر اطاعت عمل صالح ہے۔(ایسر التفاسیر:279)

(3)﴿سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا﴾ ''انہیں ہم بہت جلد جنتوں میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، ہمیشہ ہمیشہ'' سعادت مندوں اور پرہیز گاروں کی عزت وکمال اور احترام کا ذکر ہے۔جن لوگوں کے دلوں نے تصدیق کی، اعضاء نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق کام کیے، برے کاموں سے رکے رہے، ہم انہیں جنتوں میں داخل کریں گے وہ جہاں چاہیں گے چلیں پھریں گے، کھائیں پئیں گے، موج اڑائیں گے، نہ فنا ہے، نہ انتقال مکانی کا ڈر۔ یہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔(مختصر ابن کثیر:370/1)

(4)﴿وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا﴾ ''اللہ تعالیٰ کا سچا وعدہ ہے'' اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے، انصاف پر مبنی ہے، ہر ایک کو اس کے کیے کا بدلہ ملے گا۔اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا۔

(5)﴿وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ کون بات میں سچا ہے'' اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر سچی بات کس کی ہو سکتی ہے۔ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے خطبے میں ارشاد فرماتے: ﴿فَاِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ وَخَيْرُ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ﴾ ''بے شک ہر بات سے بہتر اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور سب سے بہتر محمد ﷺ کا راستہ ہے۔''(مسلم:2005)

(6)اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر سچی بات کس کی ہو سکتی ہے۔اس سے مراد خبر ہے ﴿لا اله الا هو﴾ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور اس کے سوا کوئی رب نہیں۔(تفسیر منیر:288/3)

﴿لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ۭ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْۗءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ وَلَا

''نہ تمہاری تمناؤں پر (مدار) ہے اور نہ اہلِ کتاب کی تمناؤں پر، جو کوئی بھی برا عمل کرے گا اُسے اُس کی سزا دی جائے گی

يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا﴾

اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی دوست پائے گا اور نہ کوئی مددگار''(123)

سوال1: آخرت میں جزا اور سزا کا انحصار آرزوؤں پر نہیں بلکہ اعمال پر ہے، اس کی وضاحت ﴿لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ ... نَصِيْرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1) آخرت میں جزاوسزا کا انحصار آرزوؤں پر نہیں بلکہ دنیا میں جو جیسا عمل کرے گا ویسا ہی بدلہ آخرت میں پائے گا۔

(2)﴿لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ﴾ ''نہ تمہاری تمناؤں پر (مدار) ہے اور نہ اہلِ کتاب کی تمناؤں پر'' اس آیت میں یہ حقیقت واضح کی گئی ہے کہ دین آرزوؤں اور تمناؤں کا نام نہیں بلکہ دین تو پختہ عقیدے کا دلوں کے اندر رچ بس جانا ہے اور عمل کا اس ایمان کی تصدیق کرنا ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ جیسے اہلِ کتاب بہت سی آرزوؤں اور تمناؤں کا شکار تھے ایسے ہی تمہاری بھی آرزوئیں اور تمنائیں ہیں جن کی وجہ سے نجات ملنی ممکن نہیں۔ نجات کا انحصار تو اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے رسول ﷺ کی سنت کی اتباع میں ہے۔

(4) اللہ تعالیٰ اہل کتاب کی تمناؤں کے بارے میں قرآنِ حکیم میں فرماتے ہیں:﴿وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً ۭ قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗٓ اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَي اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ ''اور انہوں نے کہا: ''جہنم کی آگ ہمیں ہرگز نہیں چھوئے گی مگر گنے ہوئے چند دن۔'' کہہ دو: ''کیا تم نے اللہ تعالیٰ سے کوئی عہد لے رکھا ہے تو وہ اپنے عہد کی خلاف ورزی کبھی نہیں کرے گا یا تم اللہ تعالیٰ پر ایسی بات کہتے ہو جو تم نہیں جانتے؟'' (البقرہ:80)

(5)﴿وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ۭ تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ۭ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ ''اور انہوں نے کہا کہ کوئی شخص جنت میں ہرگز داخل نہیں ہوگا مگر وہ جو یہودی یا عیسائی ہو، یہ اُن کی تمنائیں ہیں، آپ کہہ دیں کہ اپنی دلیل لاؤ اگر تم سچے ہو۔'' (البقرہ:111)

(6)﴿مَنْ يَّعْمَلْ سُوْۗءًا يُّجْزَ بِهٖ﴾ ''جو کوئی بھی بُرا عمل کرے گا اُسے اُس کی سزا دی جائے گی'' السوء سے یہاں مراد شرک ہے۔ حسن نے کہا: یہ آیت کافر کے بارے میں ہے۔ (قرطبی:271/3)

(7) رب العزت نے فرمایا:﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ (۷) وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ (۸)﴾ ''تو جو ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ اُس کو دیکھ لے گا۔ اور جو ذرہ برابر بدی کرے گا وہ اُس کو دیکھ لے گا۔'' (الزلزال:8,7)

(8) یہ آیت مسلمانوں کو دہشت میں مبتلا کر گئی جب انہوں نے سنا کہ انہیں ان کے عمل کی سزا ملے گی تو انہوں نے خود کو میدانِ حشر میں محسوس کیا اور آیت سن کر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس آیت کے بعد فلاح کیسے ہوگی۔ (مسند احمد:11/1)

(9) سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو مسلمان شدید پریشان ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے فرمایا: ''میانہ روی اور استقامت اختیار کرو۔ مسلمان کو جو بھی تکلیف پہنچتی ہے وہ (اس کے گناہوں کا) کفارہ ہوتی ہے یہاں تک کہ جو ٹھوکر لگتی ہے یا کانٹا چبھتا ہے (تو وہ بھی گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے)۔'' (مسلم:6569)

(10) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے یہ آیت تلاوت کی: ''جو کوئی بھی بُرا عمل کرے گا اُسے اُس کی سزا دی جائے گی'' تو وہ کہنے لگا کہ اگر ہمیں ہمارے عمل کا بدلہ دیا جائے گا تو ہم تو ہلاک ہو جائیں گے۔ نبی ﷺ کو یہ بات معلوم ہوئی تو فرمایا: ''ہاں! البتہ مومن کو اس کا بدلہ دنیا ہی میں جسمانی ایذاء اور مصیبت کی شکل میں دے دیا جاتا ہے۔'' (احمد:24872)

(11) ﴿وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا﴾ ''اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی دوست پائے گا اور نہ کوئی مددگار'' اللہ تعالیٰ کی سنن بھی اس کے احکامات کی طرح ہیں، کوئی ان کو بدلنے کی قدرت نہیں رکھتا بلکہ وہ جاری ہیں اس لیے کسی برائی کرنے والے کو دوست اور مددگار فائدہ نہیں دیں گے۔ (ایسر التفاسیر:298) اللہ تعالیٰ نے کسی اور ولی اور نصیر کے نہ ملنے کا شعور اس لیے دلایا ہے تاکہ لوگ جھوٹی عقیدتوں اور جھوٹی توقعات سے بچ جائیں اور نیک عمل کرنے کی ٹھان لیں۔

سوال 2: اس آیت میں کیا اسباق ملتے ہیں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ کی جزا اور سزا کا دارومدار انسانی خواہشات اور تمناؤں پر نہیں ہے۔

(2) یہ اللہ تعالیٰ کی مستقل اور دائمی سنت ہے۔ (3) دنیا میں کوئی نہیں جس کے لیے اس اُصول میں کوئی نرمی کی جائے۔

(4) دنیا میں کوئی نہیں جس کے لیے قانون بدل جائے۔ (5) جو جیسا کرے گا ویسا بھرے گا۔

﴿وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ

''اور جو بھی نیک اعمال میں سے کوئی عمل کرے مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہو تو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے

الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا﴾

اور ان پر کھجور کی گٹھلی کے شگاف برابر بھی ظلم نہ کیا جائے گا'' (124)

سوال: ایمان لا کر نیک عمل کرنے والوں کو جو بشارت دی گئی ہے، اس کی وضاحت ﴿وَمَنْ يَّعْمَلْ ... نَقِيْرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ایمان لا کر نیک عمل کرنے والوں کو جنت کی بشارت دی گئی ہے، رب العزت نے فرمایا: ﴿وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ﴾ ''اور جو بھی نیک اعمال میں سے کوئی عمل

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کرے مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہو تو یہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے'' اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے احسان اور فضل وکرم کی وضاحت کی ہے کہ وہ مرد اور عورت میں اعمال کی جزا کے اعتبار سے فرق نہیں کرتا بشرطیکہ وہ صاحبِ ایمان ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال قبول کرتا ہے اور ان کی قدر کرتا ہے۔ وہ انہیں جنت میں داخل کرے گا اور ان کی نیکیوں میں ذرّہ برابر کمی نہیں کی جائے گی۔

(2) وہ جنت میں اپنے نفس کی پاکیزگی اور روحوں کی طہارت کی وجہ سے داخل ہوں گے۔ (مرافی:322/2)

(3) ﴿وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا﴾ ''اور ان پر کھجور کی گٹھلی کے شگاف برابر بھی ظلم نہ کیا جائے گا'' نقیر کھجور کی گٹھلی کی پشت پر چھوٹے سے سوراخ کو کہتے ہیں۔

(4) اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ جزا سزا کے دن کسی کی حق تلفی نہیں ہوگی، ہر ایک کو پورا پورا اجر دیا جائے گا۔ ارشاد فرمایا: ﴿وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى (۳۹) وَاَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى (۴۰) ثُمَّ يُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى (۴۱)﴾ ''اور یہ کہ انسان کے لیے صرف وہی ہے جس کی خود اُس نے کوشش کی۔ اور بلاشبہ اُس کی کوشش جلد ہی اسے دکھائی جائے گی۔ پھر اُسے اس کا بدلہ دیا جائے گا، پورا بدلہ۔'' (النجم:39-41)

﴿وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ

''اور دین میں اُس سے اچھا کون ہے؟ جس نے اپنا چہرہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا اور وہ نیکی کرنے والا ہو اور اس نے ابراہیم کی ملّت

حَنِيْفًا ۭ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا﴾

کی پیروی کی اور وہ ایک (اللہ کی) طرف ہو جانے والا تھا اور ابراہیم کو اللہ تعالیٰ نے خاص دوست بنا لیا تھا'' (125)

سوال: نیک اعمال کے لیے خلوص اور صواب شرط ہے، اس کی وضاحت ﴿وَمَنْ... خَلِيْلًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ﴾ ''اور دین میں اُس سے اچھا کون ہے؟ جس نے اپنا چہرہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا اور وہ نیکی کرنے والا ہو'' جس نے اپنی ذات اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دی اور اپنے عزت وجلال والے رب کی رضامندی کے لیے خلوص سے عمل کرتا رہا اور اس کے ثواب پر یقین کر کے اور اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لیے اس کی رضامندی کے کام کیے، اپنے عمل میں شریعت کی مطابقت کا لحاظ رکھا اس کے لیے جنت ہے۔ ہر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عمل کے لیے دو شرائط ہیں (i) خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہو۔ (ii) سنت کے مطابق ہو۔ خالص وہ عمل ہے جو دل سے کیا جائے اور صواب وہ عمل ہے جو سنت اور شریعت کے مطابق ہو لہٰذا ظاہری عمل شریعت کی مطابقت سے اور باطنی عمل اخلاص سے صحیح ہوتا ہے پھر جب عمل میں ان دو شرطوں میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے تو وہ عمل باطل ہوگا۔ (مختصر ابن کثیر:1/372)

(2) چہرہ سب سے معزز عضو ہے پھر جب وہ اللہ کے آگے جھک جاتا ہے تو سارے اعضاء اس کے تابع ہو جاتے ہیں۔ (تفسیر خازن:1/431)

(3) ﴿اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ﴾ ''اپنا چہرہ اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا'' یہاں اخلاص سے مراد ہے چہرے کا اللہ تعالیٰ کے سامنے جھک جانا جو قلب کے خشوع، اس کی توجہ، اس کی انابت اور اس کے اخلاص پر دلالت کرتا ہے۔ (تفسیر سعدی:1/601)

(4) ﴿وَهُوَ مُحْسِنٌ﴾ (i) محسن وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی نگرانی کے یقین کے ساتھ عمل کرتا ہے۔ (الاساس فی التفسیر:2/1190)

(ii) احسن عمل اس کا ہے جو سنت کے مطابق عمل کرے۔

(5) ﴿وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا﴾ ''اور اس نے ابراہیم کی ملّت کی پیروی کی اور وہ ایک (اللہ کی) طرف ہو جانے والا تھا'' ملت ابراہیم: اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا جو ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ (ایسر التفاسیر:298)

(6) اس سے مراد نبی ﷺ ہیں اور جن لوگوں نے قیامت تک آپ ﷺ کی پیروی کی۔ رب العزت نے فرمایا: ﴿اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۭ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''یقیناً لوگوں میں ابراہیم کے سب سے زیادہ قریب وہ ہیں جنہوں نے ان کی پیروی کی اور یہ نبی اور وہ لوگ جو ایمان لائے، اور اللہ تعالیٰ مومنوں کا دوست ہے۔'' (آل عمران:68)

(7) ایسے شخص کو حنیف کہتے ہیں جو ہر طرف سے کٹ کر یک سُوئی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا ہو جاتا ہے۔

(8) سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے ہر طرف سے کٹ کر اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیا۔ رب العزت کا فرمان ہے: ﴿اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا ۭ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ ''یقیناً ابراہیم ایک اُمت تھے، اللہ تعالیٰ کا فرماں بردار اور ایک اللہ کی طرف ہو جانے والے اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھے۔'' (النحل:120)

(9) ﴿وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا﴾ ''اور ابراہیم کو اللہ تعالیٰ نے خاص دوست بنا لیا تھا'' خُلّہ محبت کی بلند ترین نوع ہے اور محبت کا یہ اعلیٰ ترین مرتبہ اللہ تعالیٰ کے دو خلیلوں کو حاصل ہوا ہے، جناب محمد مصطفی ﷺ اور جناب ابراہیم علیہ السلام کو اور رہی اللہ تعالیٰ کی محبت عامہ تو یہ عام اہل ایمان کے لیے ہے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو خلیل اس لیے بنایا کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے تمام احکام کو پورا کیا اور ہر آزمائش میں پورے اترے۔ پس اللہ تعالیٰ نے انہیں تمام لوگوں کا امام ٹھہرایا اور اپنا خلیل بنا لیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور تمام جہانوں میں ان کے ذکر کو بلند کیا۔ (تفسیر سعدی:601/1)

(10) سیدنا جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے آپ ﷺ کے وصال سے پانچ دن پہلے سنا، آپ ﷺ فرما رہے تھے: ''میں اللہ تعالیٰ کے سامنے اس چیز سے بری ہوں کہ تم میں سے کسی کو اپنا دوست بناؤں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا خلیل (دوست) بنایا ہے جیسا کہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا تھا اور اگر میں اپنی امت سے کسی کو اپنا خلیل بناتا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بناتا۔'' (صحیح مسلم:1188)

(11) امام ابن قیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''الجواب الکافی'' میں لکھا ہے کہ کلمہ ''خلۃ'' جس سے ''خلیل'' بنا ہے اس کا معنی کمال محبت اور انتہائے محبت ہے کہ جس کے بعد دل میں کسی دوسرے کے لیے کوئی گنجائش باقی نہ رہے اور یہ منصب عظیم صرف ابراہیم علیہ السلام و محمد ﷺ کے لیے خاص تھا۔ (تیسیر الرحمن:298)

﴿وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا﴾

ع 18 11 15

''اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا ہمیشہ سے احاطہ کرنے والا ہے'' (126)

سوال: اللہ تعالیٰ شہنشاہ مطلق ہے، اس کی وضاحت ﴿وَلِلّٰهِ ... مُّحِيْطًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے'' اللہ تعالیٰ شہنشاہ مطلق ہے یعنی ساری کائنات اللہ تعالیٰ کی مملوک، اس کی غلام اور اس کی مخلوق ہے، اس میں اس کا تصرف اور اختیار ہے، اس کے حکم کو کوئی ٹالنے والا نہیں اور اس کے فرمان کی تعمیل میں کوئی دیر نہیں کر سکتا۔ اس کی عظمت و قدرت، عدل و حکمت اور رحمت و شفقت عام ہے۔ اس سے کوئی باز پرس نہیں کر سکتا۔ (مختصر ابن کثیر:373/1)

(2) جب انسان کے اندر یہ شعور پختہ ہو جاتا ہے کہ زمین و آسمانوں میں جو کچھ ہے اللہ تعالیٰ کا ہے تو: (i) انسان اللہ تعالیٰ کو اپنا الٰہ (معبود) اور حاکم تسلیم کر لیتا ہے۔ (ii) انسان صرف اللہ تعالیٰ کی غلامی کرتا ہے۔ (iii) انسان صرف اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

(3) ﴿وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا ہمیشہ سے احاطہ کرنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ کا علم گوشہ گوشہ میں پھیلا ہوا ہے اور ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔ اس سے کوئی چیز ڈھکی چھپی نہیں۔ آسمانوں میں اور زمین میں کوئی ذرہ برابر چیز یا اس سے کم و بیش اس سے پوشیدہ نہیں۔ ایک ایک ناقابل تقسیم جزو کی اسے خبر ہے۔ (مختصر ابن کثیر:373/1)

(4) اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی ملکیت سے اپنے ﴿مُّحِيْطًا﴾ یعنی گھیرنے والا ہونے کا شعور دلایا ہے۔

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

﴿وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ ۭ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ ۙ وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي

''اور لوگ آپ سے عورتوں کے بارے میں فتویٰ پوچھتے ہیں، آپ کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ان کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے

الْكِتٰبِ فِيْ يَتٰمَى النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ

اور اس کتاب میں جو تم پر پڑھا جاتا ہے یتیم عورتوں کے بارے میں ہے جن کو تم وہ نہیں دیتے جو ان کے لیے فرض کیا گیا ہے

وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْوِلْدَانِ ۙ وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ ۭ وَمَا تَفْعَلُوْا

اور تم رغبت رکھتے ہو کہ اُن سے نکاح کرو اور بے بس کمزور بچوں کے بارے میں بھی۔ اور یہ کہ تم یتیموں کے بارے میں انصاف پر

مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِيْمًا﴾

قائم رہو اور جو بھی تم بھلائی کرو گے تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے اس کو خوب جاننے والا ہے'' (127)

سوال 1: اس آیت کا شانِ نزول کیا ہے؟

جواب: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ یہ آیت ایسے شخص کے بارے میں نازل ہوئی کہ اگر اس کی پرورش میں کوئی یتیم لڑکی ہو اور وہ اس کا ولی اور وارث بھی ہو اور لڑکی اس کے مال میں بھی حصہ دار ہو یہاں تک کہ کھجور کے درخت میں بھی، اب وہ شخص خود اس لڑکی سے نکاح کرنا چاہے کیونکہ اسے یہ پسند نہیں کہ کسی دوسرے سے اس کا نکاح کر دے کہ وہ اس کے اس مال میں حصہ دار بن جائے جس میں لڑکی حصہ دار تھی اس وجہ سے اس لڑکی کا کسی دوسرے شخص سے وہ نکاح نہ ہونے دے تو ایسے شخص کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی تھی۔ (بخاری: 4600)

سوال 2: یتیم لڑکیوں کے بارے میں دیئے گئے حکم کی وضاحت ﴿وَيَسْتَفْتُوْنَكَ ... عَلِيْمًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِي النِّسَآءِ﴾ ''اور لوگ آپ سے عورتوں کے بارے میں فتویٰ پوچھتے ہیں'' لوگ آپ سے عورتوں اور ان کی میراث کے بارے میں فتویٰ طلب کرتے ہیں۔ (ایسر التفاسیر: 299)

(2) ﴿قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ﴾ ''آپ کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ان کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے'' اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے بارے میں ظلم سے روکا اور ہر حصہ دار کا حصہ مقرر کر دیا۔

(3) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جاہلیت میں دستور تھا کہ اگر کوئی شخص یتیم بچی کا ولی بننا چاہتا تو اس پر کپڑا ڈال دیتا

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

تھا۔ پھر دستور کے مطابق کوئی اس سے نکاح نہیں کرسکتا تھا۔ اگر وہ حسین ہوتی اور خود ولی اس کی طرف مائل ہوتا تو اس سے شادی کرلیتا اور اس کا مال کھاتا اور اگر بدصورت ہوتی تو اسے مرتے دم تک بٹھائے رکھتا۔ جب مرجاتی تو اس کا وارث بنتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو حرام قرار دیا اور اس سے لوگوں کو روک دیا۔ (مختصر ابن کثیر:374/1)

(4)﴿وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ فِيْ يَتٰمَى النِّسَآءِ﴾ ''اور اس کتاب میں جو تم پر پڑھا جاتا ہے یتیم عورتوں کے بارے میں ہے'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس آیت میں جو کہا گیا ہے کہ ''جو اس کتاب سے یتیم عورتوں کے بارے میں تمہیں سنایا جاتا ہے'' یعنی (سابقہ احکام) تو اس سے مراد سورۃ النساء کی سابقہ آیت ہے یعنی ﴿وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ﴾ ''اور اگر تمہیں ڈر ہو کہ یتیموں کے حق میں انصاف نہ کرسکو گے تو دوسری عورتوں میں سے جو تمہیں پسند آئیں دو دو اور تین تین اور چار چار کے ساتھ نکاح کرو۔'' (النساء:3)(بخاری:2494)

(5)﴿الّٰتِيْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ﴾ ''جن کو تم وہ نہیں دیتے جو ان کے لیے فرض کیا گیا ہے'' اس سے مراد ہے کہ جو کچھ ان کے مہر اور میراث ہیں اسے فرض کیا گیا ہے۔

(6)﴿وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ﴾ ''اور تم رغبت رکھتے ہو کہ اُن سے نکاح کرو'' سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے مراد یہ ہے کہ اگر تم میں سے کسی کے ہاں کوئی یتیم لڑکی زیر تربیت ہو اور مال وخوبصورتی میں ہو اور وہ اس وجہ سے اس کے ساتھ نکاح کرنے سے اعراض کرتا ہو تو ان کو بھی اس سے منع کیا گیا ہے جو یتیم کم عورتوں کے مال اور خوبصورتی میں رغبت کرتے ہیں کہ بغیر انصاف کے ان کے ساتھ نکاح نہ کریں۔ (مسلم:7528)

(7)﴿وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْوِلْدَانِ﴾ ''اور بے بس کمزور بچوں کے بارے میں بھی'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا: جاہلیت میں چھوٹے بچوں اور بیٹیوں کو جائیداد میں سے حصہ نہیں دیا جاتا تھا اللہ تعالیٰ نے یہاں اس سے روک دیا ہے۔ (ابن ابی حاتم:1078/4)

(8)﴿وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ﴾ ''اور یہ کہ تم یتیموں کے بارے میں انصاف پر قائم رہو'' اللہ تعالیٰ نے یتیموں کے بارے میں تلقین کی ہے کہ ان کے لیے انصاف پر قائم رہو یعنی اگر تم یتیم لڑکیوں سے نکاح کرنا چاہتے ہو تو انہیں مہر ادا کرو، جو کچھ طے کرو انہیں ادا کرو اور انہیں دوسرے حقوق بھی دو۔

(9)﴿بِالْقِسْطِ﴾ ''انصاف پر'' میراث اور مہر میں انصاف پر قائم رہو۔ (تفسیر منیر:301/3)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(10) سیدنا ابوشریح خویلد بن عمرو خزاعی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ! میں لوگوں کو دو ضعیفوں کے حق سے بہت ڈراتا ہوں (کہ ان میں کوتاہی مت کرنا) ایک یتیم اور دوسری عورت۔'' (نسائی)

(11) ﴿وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ﴾ ''اور جو بھی تم بھلائی کرو گے'' ضعفاء کے حق میں ان کے مالوں کی حفاظت اور ان کے قائم رہنے کی تدبیر اور ان کے لیے انصاف کرنے میں سے کوئی کام جو تم کرو گے۔

(12) ﴿فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِيْمًا﴾ ''تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے اس کو خوب جاننے والا ہے'' وہ اس کی جزا دے گا۔ (تفسیر قاسمی: 504/5) سیدنا قتادہ نے کہا: اللہ تعالیٰ علیم ہے۔ اس کے پاس یہ محفوظ ہے، وہ اس کو پوری طرح جاننے والا ہے اور اس کا قدردان ہے۔ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی قدردان نہیں اور نہ اس سے بڑھ کر کوئی خیر کی جزا دے سکتا ہے۔ (ابن ابی حاتم: 1079/4)

سوال 3: اللہ تعالیٰ نے اپنے ﴿عَلِيم﴾ ہونے کا شعور کیسے دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے یتیم لڑکیوں کو نکاح میں لانے کی رغبت کے علم سے اپنے ﴿عَلِيم﴾ ہونے کا شعور دلایا ہے۔

(2) اللہ تعالیٰ نے یتیموں اور کمزور بچوں کے حقوق کی حفاظت کے لیے دیئے جانے والے احکامات سے اپنے علم کا شعور دلایا ہے۔

﴿وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ

''اور اگر کوئی عورت اپنے شوہر سے کسی قسم کی زیادتی یا بے رُخی کا خوف رکھے تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ دونوں آپس

يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ۭ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ۭ وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ۭ

میں کسی طرح کی صلح کر لیں اور صلح بہر حال بہتر ہے اور ہر نفس میں حرص حاضر رکھی گئی ہے اور اگر تم نیکی کرو

وَاِنْ تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا﴾

اور تقویٰ اختیار کرو تو یقیناً اللہ تعالیٰ اُس سے جو تم عمل کرتے ہو ہمیشہ سے پورا باخبر ہے'' (128)

سوال 1: اس آیت کا شانِ نزول کیا ہے؟

جواب: (1) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ایسا مرد جس کے ساتھ اس کی بیوی رہتی ہے لیکن شوہر کو اس کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں بلکہ وہ اسے جدا کر دینا چاہتا ہے، اس پر عورت کہتی ہے کہ میں اپنی باری اور اپنا نان ونفقہ معاف کر دیتی ہوں (تم مجھے طلاق نہ دو) تو ایسی صورت کے متعلق یہ آیت اتری۔ (بخاری: 4601)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کو خوف ہوا کہ بوجہ بڑھاپے کے نبی ﷺ انہیں طلاق نہ دے دیں۔ چنانچہ انہوں نے عرض کی کہ آپ ﷺ مجھے طلاق مت دیجئے اور مجھے اپنی بیویوں میں شامل رکھیے اور میں اپنی باری سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو معاف کر دیتی ہوں۔ سو نبی ﷺ نے ایسا ہی کیا۔ پس یہ آیت نازل ہوئی۔ (ترمذی:3040)

سوال 2: شوہر کی طرف سے نشوز سے کیا مراد ہے اور اس صورت میں عورت کیا طریقہ اختیار کر سکتی ہے، اس کی وضاحت ﴿وَاِنِ امْرَاَةٌ... خَبِيْرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْۢ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا﴾ ''اور اگر کوئی عورت اپنے شوہر سے کسی قسم کی زیادتی یا بے رُخی کا خوف رکھے'' (i) نشوز بغض وعداوت کے معنی میں ہے۔ (بخاری کتاب التفسیر) (ii) نحاس نے کہا: نشوز اور اعراض میں فرق ہے۔ نشوز تو دوری ہے اور اعراض یہ ہے کہ وہ عورت سے کلام نہ کرے یا انس نہ رکھے۔ (فتح القدیر:664/1)

(iii) نشوز یہ ہے کہ شوہر بیوی کے ساتھ سونا چھوڑ دے اور اس کے اخراجات میں کمی کر دے۔ اعراض یہ ہے کہ بیوی کے ساتھ بیٹھنا اور بات چیت کرنا بند کر دے۔

(2) ﴿فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا﴾ ''تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں ہے کہ دونوں آپس میں کسی طرح کی صلح کر لیں'' اللہ تعالیٰ نے شوہر اور بیوی کے تعلقات میں خرابی کی صورت میں تعلقات کی بہتری کے لیے دونوں کو آمادہ کیا ہے کہ باہمی صلح میں کوئی حرج نہیں، صلح بہر حال بہتر ہے۔ عورت کو اپنے شوہر کی بیزاری کا ڈر ہے تو اگر اسے خوش کرنے کے لیے اپنے تمام یا بعض حقوق سے دست بردار ہو جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں مثلاً نان ونفقہ چھوڑ دے، اپنی باری معاف کر دے، شوہر کو اس کی بات مان لینی چاہیے اس میں شوہر کا حرج ہے نہ بیوی کا۔ پھر حق تعالیٰ نے ملاپ کو جدائی سے بہتر بتایا کیونکہ صلح کی صورت لڑائی سے بہتر ہے۔ (مختصر ابن کثیر:375/1)

(3) ﴿وَالصُّلْحُ خَيْرٌ﴾ ''اور صلح بہر حال بہتر ہے'' مرد اور عورت کی صلح کے بارے میں فرمایا کہ بہر حال بہتر ہے، صلح جدائی، نشوز اور اعراض سے بہتر ہے۔ (تفسیر قاسمی:505/5)

(4) صلح بہتر ہے کیونکہ ازدواجی تعلق عظیم روابط میں سے ہے اور اس کا حق بڑا ہے اور یہ معاہدہ مضبوط معاہدات میں سے ہے۔ (تفسیر مراغی:326/2)

(5) (i) صلح کی وجہ سے خشک اور سنگدل لوگوں کے دل بھی نرم پڑ جاتے ہیں۔

(ii) صلح کی وجہ سے محبت اور اُنس پیدا ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے باہمی تعلقات بہتر ہو جاتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(iii) صلح کی وجہ سے ازدواجی تعلقات کو برقرار رکھنے کی خواہش پیدا ہو جاتی ہے۔

(6) ﴿وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ﴾ ''اور ہر نفس میں حرص حاضر رکھی گئی ہے'' شُح ایسے بخل کو کہتے ہیں جس کے ساتھ حرص ملی ہوئی ہو۔ (راغب) انسانی نفس کی تنگ دِلی، بخل اور حرص فطری امر ہے۔ پھر شوہر بیوی کی زندگی میں بعض اوقات ایسے اسباب جمع ہو جاتے ہیں جن کی وجہ سے بخل اور تنگ دِلی اُبھر آتی ہے۔

(7) مرد کی طرف سے شُح یہ ہے کہ عورت سے پورا فائدہ اٹھائے مگر اس کے پورے حقوق ادا نہ کرے۔

(8) عورت کی طرف سے شُح یہ ہے کہ مرد سے نان ونفقہ اور مہر پورا وصول کرے مگر حقوق ادا کرنے میں کمی کرے۔

(9) رب العزت نے ارشاد فرمایا: ﴿وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ ''اور جو اپنے نفس کی بخیلی سے بچا لیا گیا تو وہی فلاح پانے والے ہیں۔'' (التغابن:16) (10) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بخل اور ایمان کبھی ایک بندے کے اندر جمع نہیں ہو سکتا۔'' (نسائی:3112)

(11) ﴿وَاِنْ تُحْسِنُوْا﴾ ''اور اگر تم نیکی کرو'' عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو۔ ﴿وَتَتَّقُوْا﴾ ''اور تقویٰ اختیار کرو'' اور عورتوں پر ظلم کرنے سے بچو۔ (تفسیر منیر:302/3)

(12) ﴿وَاِنْ تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا﴾ سے مرد کو اُبھارا گیا ہے کہ احسان وتقویٰ اور ایثار وقربانی کا میدان تو ان کے لیے ہے۔

(13) ﴿فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا﴾ ''تو یقیناً اللہ تعالیٰ اُس سے جو تم عمل کرتے ہو ہمیشہ سے پورا باخبر ہے'' اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگرچہ نفس میں تنگ دلی، حرص اور بخل ہے پھر بھی شوہر اور بیوی اگر ایک دوسرے سے حسن سلوک کرتے رہیں اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیں تو اجر ضرور پائیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کے ہر عمل سے باخبر ہے۔ جیسا کہ اس نے فرمایا: ﴿وَاَحْسِنُوْا ۛ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ ''اور نیکی کرو، بلاشبہ اللہ تعالیٰ نیکی کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔'' (البقرہ:195)

﴿وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ

''اور تم ہرگز استطاعت نہیں رکھتے کہ بیویوں کے درمیان عدل کرو خواہ تم حرص بھی رکھو چنانچہ تم بالکل (ایک جانب) پوری

فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ۭ وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ

طرح نہ جھک جاؤ، کہ تم اس (دوسری کو) لٹکی ہوئی کی طرح چھوڑ دو اور اگر تم اصلاح کرو اور تم ڈرتے رہو تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

﴿غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾

ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے" (129)

سوال 1: کوئی انسان اپنی بیویوں میں سے ایک کی طرف زیادہ مائل ہو تو وہ اپنے میلان کو ختم نہیں کر سکتا، اس کا حل کیا ہے، ﴿وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا ... رَّحِيْمًا﴾ کی روشنی میں واضح کریں؟

جواب: (1) اسلام اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ انسان بیویوں کے درمیان مکمل عدل نہیں کر سکتا اگرچہ وہ ایسا کرنے کی کوشش کرے۔ باریاں تقسیم کر لے پھر بھی محبت اور دل کے میلان کو ختم نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے نصیحت کی ہے کہ اگر ایک بیوی کی طرف زیادہ میلان ہو تو حد سے نہیں نکلنا چاہیے کہ دوسری کو لٹکا ہوا چھوڑ دو۔ اس لیے اپنے معاملات کی اصلاح کر لو یعنی عدل کے لیے باریاں تقسیم کر لو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تو اللہ تعالیٰ بڑا ہی معاف کرنے والا اور نہایت رحم والا ہے۔

(2) ﴿وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ﴾ "اور تم ہرگز استطاعت نہیں رکھتے کہ بیویوں کے درمیان عدل کرو خواہ تم حرص بھی رکھو" سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: تم ہرگز استطاعت نہیں رکھتے کہ بیویوں کے درمیان محبت اور جماع میں عدل کر سکو۔ (ابن ابی حاتم: 4/1083)

(3) ﴿فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ﴾ "چنانچہ تم بالکل (ایک جانب) پوری طرح نہ جھک جاؤ، کہ تم اس (دوسری کو) لٹکی ہوئی کی طرح چھوڑ دو" یعنی ظاہری معاملات میں ایسا جھکاؤ نہ ہو کہ دوسری بیوی کے حقوق مارے جائیں کہ وہ نہ تو بیوی رہے نہ طلاق یافتہ۔

(4) آپ ﷺ نے فرمایا: "جس کی دو بیویاں ہوں اور وہ ان میں سے ایک کی طرف میلان رکھے تو قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کا ایک پہلو جھکا ہوا ہوگا۔" (ترمذی: 1141، دارمی کتاب النکاح)

(5) رسول اللہ ﷺ دلی میلان کے باوجود عدل کرتے تھے۔ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مسلمانوں کو یہ معلوم تھا کہ رسول اللہ ﷺ کو زیادہ محبت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہے۔ پس جب ان میں سے کسی کے پاس کچھ ہدیہ ہوتا اور وہ چاہتا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو دے تو وہ اس کو روک لیتا یہاں تک کہ جب رسول اللہ ﷺ ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر ہوتے تو وہاں ہدیہ پہنچایا جاتا۔ (بخاری: 2581)

(6) سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ سے پوچھا کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ کو سب سے زیادہ عزیز کون شخص ہے؟ فرمایا: ''عائشہ رضی اللہ عنہا۔'' (بخاری:3662)

(7) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ (اپنی ازواج کے مابین) تقسیم کرتے اور عدل کرتے اور فرمایا کرتے: ''اے اللہ! یہ میری تقسیم ہے جو میرے بس میں ہے اور اس بات میں مجھے ملامت نہ فرمانا جس کا تُو مالک ہے اور میرا اس پر اختیار نہیں۔'' (ابوداؤد:2134)

(8) سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ کی بیماری بڑھی اور تکلیف شدید ہوگئی تو آپ ﷺ نے اپنی بیویوں سے اپنے ایامِ مرض میرے پاس گزارنے کی اجازت طلب کی اور سب نے آپ ﷺ کو بخوشی اجازت دے دی۔ (بخاری:2588)

(9) ﴿وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا﴾ ''اور اگر تم اصلاح کرو اور تم ڈرتے رہو'' اگر تم اپنے باہمی معاملات درست کرلو، اپنی استطاعت کے مطابق بیویوں میں برابری کرتے رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرجاؤ۔

(10) ﴿فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ ''تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے'' باہمی معاملات کی اصلاح کر کے اختیاری چیزوں میں برابری کرنے لگو تو کسی ایک طرف جھک جانے کو اللہ تعالیٰ معاف کردے گا۔

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے اپنے ﴿غَفُوْر﴾ اور ﴿رَحِيْم﴾ ہونے کا شعور کیوں دلایا ہے؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے پورا عدل کرنے کی کوشش کے باوجود نہ کر پانے پر اپنے غفور اور رحیم ہونے کا شعور دلایا ہے تاکہ ایک سے زائد بیویوں کے درمیان عدل کرسکیں۔

(2) اللہ تعالیٰ نے اپنے غفور اور رحیم ہونے کا شعور اس لیے دلایا ہے تاکہ لوگ اصلاح کر کے تقویٰ کی روش اختیار کرسکیں۔

﴿وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ

''اور اگر وہ دونوں جدا ہوجائیں تو ہر ایک کو اللہ تعالیٰ اپنی وسعت سے غنی کردے گا اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی سے

وَاسِعًا حَكِيْمًا﴾

بڑی وسعت والا، کمال حکمت والا ہے'' (130)

سوال: زوجین کی علیحدگی کی صورت میں اللہ تعالیٰ نے کیا وعدہ کیا ہے، اس کی وضاحت ﴿وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا ... حَكِيْمًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1) زوجین کی علیحدگی کی صورت میں وعدہ کیا گیا ہے کہ ﴿وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ﴾ ''اور اگر وہ دونوں جُدا ہو جائیں تو ہر ایک کو اللہ تعالیٰ اپنی وسعت سے غنی کر دے گا'' یعنی شوہر اور بیوی اگر آپس میں اتفاق سے صلح نہ کر سکیں اور معاملہ طلاق تک پہنچ جائے تو اللہ تعالیٰ اپنی وسیع قدرت اور فضل و کرم سے ہر ایک کو دوسرے سے بے نیاز کر دے گا اور بہتر رشتے کا انتظام کر دے گا۔ زوجین کے اندر علیحدگی کے لیے اٹھنے والے وسوسوں کا علاج کیا گیا ہے کہ رازق تم نہیں اللہ تعالیٰ ہے۔

(2) ﴿وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيْمًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی سے بڑی وسعت والا، کمال حکمت والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے شوہر اور بیوی کے درمیان باہمی ہم آہنگی نہ ہونے کے باوجود خدشوں کی وجہ سے جدا نہ ہو سکنے پر اپنے ﴿وَاسِعًا﴾ ہونے کا شعور دلایا ہے تاکہ لوگ ایک دوسرے کے لیے وبال جان بننے کی بجائے سکون سے علیحدگی اختیار کر سکیں کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی وسعت سے ہر ایک کو دوسرے سے بے نیاز کر دینے والا ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ نے اپنے حکیم ہونے کا شعور دلایا ہے کہ اس نے حکمت بھرے احکامات دیئے ہیں جس کی وجہ سے شوہر اور بیوی دونوں کے لیے علیحدگی کا راستہ بن جاتا ہے اور وہ سکون سے اپنی زندگی کا آغاز کر سکتے ہیں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے افعال اور شریعت میں حکیم ہے۔ (تفسیر قاسمی:5/512)

﴿وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ

''اور اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو بھی آسمانوں میں ہے اور جو بھی زمین میں ہے اور بلاشبہ تم سے پہلے جو لوگ کتاب دیئے گئے تھے یقیناً انہیں

مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ۭ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ

بھی اور تمہیں بھی ہم نے وصیت کی ہے کہ تم اللہ تعالیٰ سے ڈر کر رہو اور اگر تم کفر کرو گے تو یقیناً جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین

وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيْدًا﴾

میں ہے سب اللہ تعالیٰ ہی کا ہے اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی سے ہر طرح بے پرواہ، ہر تعریف کا حق دار ہے'' (131)

سوال 1: بادشاہ حقیقی سے ڈر کر توحید اختیار کرو، اس کی وضاحت ﴿وَلِلّٰهِ ... اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1) ﴿وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو بھی آسمانوں میں ہے اور جو بھی زمین میں ہے'' اللہ تعالیٰ ہی آسمان و زمین کا حاکم ہے اور وہی کائنات کا مالک و خالق ہے لہٰذا اس سے ڈر جاؤ۔

(2) تخلیق، ملکیت، تصرف اور تدبیر کے اعتبار سے ہر چیز اسی کی ہے۔ (ایسر التفاسیر:1/302,301)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(3)﴿وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ﴾''اور بلاشبہ تم سے پہلے جولوگ کتاب دیئے گئے تھے یقیناً انہیں بھی اور تمہیں بھی ہم نے وصیت کی ہے کہ تم اللہ تعالیٰ سے ڈرکر رہو''اللہ تعالیٰ زمین وآسمان کا مالک ہے اسی وجہ سے اس نے جن لوگوں کو پہلے کتاب دی تھی انہیں بھی اور تمہیں بھی نصیحت کی ہے کہ عزت وجلال والے اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے ڈرکر رہو،اسی ایک کی عبادت کرواور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔

(4)﴿وَلَقَدْ وَصَّيْنَا﴾''اور یقیناً ہم نے وصیت کی ہے''ہم نے تم سے تقویٰ کا عہد لیا۔﴿الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾''تم سے پہلے جولوگ کتاب دیئے گئے تھے''اس سے مراد یہود ونصاریٰ ہیں۔(ایسر التفاسیر:301)

(5)﴿اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ﴾''کہ تم اللہ تعالیٰ سے ڈرکر رہو''اللہ تعالیٰ کی شریعت اوراس کی سنن کو قائم کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے ڈرکر رہو۔(تفسیر مراغی:329/2)

(6)تقویٰ سے مراداللہ تعالیٰ کے ثواب کی امید کی وجہ سے اس کی اطاعت کرنااوراس کے عذابوں سے ڈرکراس کے روکے سے رک جانا ہے۔(7)اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کی وصیت اس لیے کی ہے کہ (الف)اللہ تعالیٰ کے تقویٰ سے ہی دِلوں کی اصلاح ہوسکتی ہے۔(ب)اللہ تعالیٰ کے تقویٰ سے ہی ہر نظام کی اصلاح ہوسکتی ہے۔

(ج)اللہ تعالیٰ کے تقویٰ سے ہی کسی نظام کی جزویات پر عمل کیا جاسکتا ہے۔

سوال2:اللہ تعالیٰ کو مخلوق کی عبادت کی کچھ پرواہ نہیں،اس کی وضاحت﴿وَاِنْ تَكْفُرُوْا...حَمِيْدًا﴾کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ﴾''اوراگر تم کفر کروگے تو یقیناً جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ تعالیٰ ہی کا ہے''اگر تم اللہ تعالیٰ کے آگے نہیں جھکتے تو نہ جھکو،ساری کائنات بلکہ خود تمہارے اعضاء بھی اس کے آگے جھکے ہوئے ہیں۔اللہ تعالیٰ کو تمہاری عبادت کی پرواہ نہیں،وہ بے نیاز ہے،اسے بندوں کی حاجت نہیں۔(مختصر ابن کثیر:377/1)

(2)تمہارا کفر اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا کیونکہ وہ آسمانوں اور زمین کا مالک ہے۔تمہاری نافرمانی سے اس کی عزت وشان میں کمی نہیں آتی۔

(3)﴿وَكَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيْدًا﴾''اوراللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی سے ہر طرح بے پرواہ،ہر تعریف کا حق دار ہے''اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کی ملکیت سے اپنے﴿غَنِيٌّ﴾اور﴿حَمِيْدٌ﴾ہونے کا شعور دِلایا ہے۔اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے بے پرواہ ہے اوراپنے فیصلوں اوراحکامات میں تعریف کا حق دار ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(4) حمید اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ وہ ہر قسم کی حمد وثنا، محبت اور اکرام کا مستحق ہے۔ اس لیے وہ صفات حمد سے متصف ہے جو کہ جمال اور جلال کی صفات ہیں اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے اس لیے وہ ہر حال میں محمود ہے۔ ان دو اسمائے گرامی یعنی الغنی اور الحمید کا یکجا ہونا کتنا خوبصورت ہے۔ یقیناً وہ بے نیاز اور قابل تعریف ہے، اسے کمال بے نیازی بھی حاصل ہے اور کمال حمد بھی اور ان دونوں کے حسن امتزاج کا کمال بھی۔ (تفسیر سعدی: 608،607/1)

(5) سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے سنا، پروردگار نے فرمایا: ''اے میرے بندو! میں نے ظلم کو اپنے اوپر حرام کیا اور تم پر بھی حرام کیا، تو تم مت ظلم کرو آپس میں ایک دوسرے پر۔ اے میرے بندو! تم سب گمراہ ہو مگر جس کو میں راہ بتلاؤں تو مجھ سے راہ مانگو میں تم کو راہ بتلاؤں گا۔ اے میرے بندو! تم سب بھوکے ہو مگر جس کو میں کھلاؤں تو مجھ سے کھانا مانگو میں تم کو کھلاؤں گا۔ اے میرے بندو! تم سب ننگے ہو مگر جس کو میں پہناؤں، تو کپڑا مانگو مجھ سے میں پہناؤں گا تم کو۔ اے میرے بندو! تم رات دن گناہ کرتے ہو اور میں سب گناہوں کو بخشتا ہوں، تو بخشش چاہو مجھ سے میں بخشوں گا تم کو۔ اے میرے بندو! تم میرا نقصان نہیں کر سکتے اور نہ مجھ کو فائدہ پہنچا سکتے ہو، اگر تمہارے اگلے اور پچھلے، آدمی اور جنات سب ایسے ہو جائیں جیسے تمہارا بڑا پرہیزگار شخص تو میری سلطنت میں کچھ افزائش نہ ہوگی اور اگر تمہارے اگلے اور پچھلے، آدمی اور جنات سب ایسے ہو جائیں جیسے تمہارا بڑا بدکار شخص تو میری سلطنت میں سے کچھ کم نہ ہو گا۔ اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے اور پچھلے، آدمی اور جنات سب ایک میدان میں کھڑے ہوں پھر مجھ سے مانگنا شروع کریں اور میں ہر ایک کو جو مانگے سو دوں تب بھی میرے پاس جو کچھ ہے وہ کم نہ ہوگا مگر اتنا جیسے دریا میں سوئی ڈبو کر نکال لو (تو دریا کا جتنا پانی کم ہو جاتا ہے اتنا بھی میرا خزانہ کم نہ ہوگا اس لیے کہ دریا کتنا ہی بڑا ہو آخر محدود ہے اور میرا خزانہ بے انتہا ہے پر یہ صرف مثال ہے) اے میرے بندو! یہ تو تمہارے ہی اعمال ہیں جن کو تمہارے لیے شمار کرتا رہتا ہوں، پھر تم کو ان اعمال کا پورا بدلہ دوں گا، سو جو شخص بہتر بدلہ پائے تو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر کرے کہ اس کی کمائی بیکار نہ گئی اور جو برا بدلہ پائے تو اپنے ہی تئیں برا سمجھے۔'' (کہ اس نے جیسا کیا ویسا پایا) سعید نے کہا کہ ابوادریس خولانی جب یہ حدیث بیان کرتے تو اپنے گھٹنوں کے بل گر پڑتے۔ (مسلم: 2577)

﴿وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا﴾

''اور اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو بھی زمین میں ہے اور اللہ تعالیٰ ہی وکیل کافی ہے'' (132)

سوال: اللہ تعالیٰ تمام کائنات کا بادشاہ ہے، اس کی وضاحت ﴿وَلِلّٰهِ ... وَكِيْلًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو بھی

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

زمین میں ہے'' اللہ تعالیٰ تمام کائنات کا بادشاہ ہے، ساری کائنات پر اللہ تعالیٰ ہی کا حکم چلتا ہے، وہ ہر شخص کے اعمال کو گھیرے ہوئے ہے، ہر ایک کا نگران ہے، اس کا علم ہر جگہ ہمہ وقت موجود ہے اور وہی کارساز ہے۔

(2)﴿وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہی وکیل کافی ہے'' جو زمین و آسمان کا مالک ہے وہ اختیارات رکھتا ہے، وہی کام بنا سکتا ہے، اس لیے اُسی پر بھروسہ کیا جا سکتا ہے۔

﴿اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ وَيَاْتِ بِاٰخَرِيْنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي ذٰلِكَ قَدِيْرًا﴾

''اگر وہ چاہے تو تمہیں لے جائے اے لوگو! اور دوسروں کو لے آئے اور اللہ تعالیٰ اس پر ہمیشہ سے پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے'' (133)

سوال 1: اللہ تعالیٰ نافرمانوں کو فنا کرنے کی قدرت رکھتا ہے، اس کی وضاحت ﴿اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ ... قَدِيْرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1)﴿اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ وَيَاْتِ بِاٰخَرِيْنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰي ذٰلِكَ قَدِيْرًا﴾ ''اگر وہ چاہے تو تمہیں لے جائے اے لوگو! اور دوسروں کو لے آئے اور اللہ تعالیٰ اس پر ہمیشہ سے پوری طرح قدرت رکھنے والا ہے'' اگر تم نافرمانی کرو گے، رب کے احکامات ٹھکراؤ گے، اس کے قانون کی توہین کرو گے، اس کی فرماں برداری سے بھاگو گے تو وہ تمہیں فنا کرنے کی قدرت رکھتا ہے، نافرمانوں کو فنا کر کے وہ فرماں برداروں کو پیدا کرے گا۔

(2) اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی ملکیت اور حاکمیت کا خوف دلایا ہے کہ دیکھو وہ صاحبِ اختیار ہے، چاہے تو تمہیں لے جائے اور تمہاری جگہ دوسروں کو لے آئے۔ انسان اس بات سے خوف کھا کر کہ اللہ تعالیٰ مجھے لے جائے گا اور دوسروں کو لے آئے گا، اپنی اصلاح کے لیے آمادہ ہو جاتا ہے۔

(3) جب یہ آیت نازل ہوئی تو نبی ﷺ نے سلمان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: ﴿هم قوم هٰذا﴾ کہ یہاں آخرین سے مراد یہ لوگ ہیں۔ (قرطبی) (تفسیر اشرف الحواشی: 120/12)

(4) رب العزت کا فرمان ہے: ﴿هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَاۗءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ ۚ وَمَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ۭ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَاۗءُ ۚ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ﴾ ''سنو تم وہ لوگ ہو کہ تمہیں بلایا جاتا ہے تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرو تو تم میں سے بعض لوگ بخل کرتے ہیں اور جو بخل کرتا ہے بس وہ اپنے آپ ہی سے بخل کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ غنی ہے اور تم محتاج ہو اور اگر تم منہ موڑو گے تو وہ تمہارے علاوہ کسی دوسری قوم کو بدل لائے گا پھر وہ تم جیسے نہ ہوں گے۔'' (محمد: 38)

(5)﴿اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ (۱۹) وَّمَا ذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ (۲۰)﴾ ''اگر وہ چاہے تو تم لوگوں کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لے جائے اور ایک نئی مخلوق لے آئے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ پر بالکل بھی دشوار نہیں ہے۔" (ابراہیم:20,19)

سوال 2: اللہ تعالیٰ نے اپنے ﴿قَدِیْر﴾ ہونے کا شعور کیسے دِلایا ہے؟

جواب: اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت سے ان لوگوں کو لے جانے اور ان کی جگہ دوسروں کو بدل دینے سے اپنے ﴿قَدِیْر﴾ ہونے کا شعور دلایا ہے۔

﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ

"جو دُنیا کے بدلے کا ارادہ رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے پاس دُنیا اور آخرت کا بدلہ ہے اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے

سَمِيْعًا بَصِيْرًا﴾

سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے" (134)

ع 19 16

سوال: صرف دنیا کا ارادہ رکھنے والوں کو کیا احساس دلایا گیا ہے، اس کی وضاحت ﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ۔۔۔بَصِيْرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ﴾ "جو دُنیا کے بدلے کا ارادہ رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے پاس دُنیا اور آخرت کا بدلہ ہے" صرف دنیا کا ارادہ رکھنے والوں کو احساس دلایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس دنیا اور آخرت دونوں کا ثواب ہے، جب دونوں کا سوال کرو گے تو وہ دونوں دے گا اور مال دار بنا دے گا۔ صرف دنیا چاہو گے تو آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا۔

(2) ﴿فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ﴾ "پھر لوگوں میں سے کوئی ہے جو کہتا ہے: اے ہمارے رب! ہمیں دنیا ہی میں دے اور اُس کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔" (البقرہ:200)

(3) ﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا﴾ "جو شخص جلدی والی دنیا کا ارادہ کرتا ہے تو اُسے ہم اسی میں جلدی دیں گے جو ہم چاہیں گے، جس کے لیے ہم ارادہ کریں گے، پھر اُس کے لیے ہم نے جہنم بنا رکھی ہے، وہ مذمت کیا ہوا، دھتکارا ہوا اس میں داخل ہوگا۔" (بنی اسرائیل:18)

(4) اگر دنیا اور آخرت دونوں چاہو گے تو وہ دونوں دے گا۔ ﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾ "اور ان میں سے کوئی ہے جو کہتا ہے: اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔" (البقرہ:201)

(5) ﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِيْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِي

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ﴾ ''جو کوئی آخرت کی کھیتی کا ارادہ رکھتا ہے ہم اُس کے لیے اُس کی کھیتی میں اضافہ کریں گے اور جو کوئی دنیا کی کھیتی کا ارادہ رکھتا ہے ہم اُسے اُس میں سے کچھ دے دیں گے اور آخرت میں اُس کے لیے کوئی حصہ نہیں۔'' (الشوریٰ:20)

(6) جو دنیا میں صلہ چاہتا ہے تو دنیا کا مالک اللہ تعالیٰ ہے وہ جس کو جتنا چاہتا ہے دیتا ہے۔ جو آخرت کا صلہ چاہتا ہے تو اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت کا صلہ عطا فرماتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ (۱۵) اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (۱۶)﴾ ''جو کوئی دنیا کی زندگی اور اس کی زینت کا ارادہ رکھتا ہے، ہم اُن کے اعمال کا اسی دنیا میں ہی انہیں پورا پورا بدلہ دے دیں گے اور اسی دنیا میں ان سے کمی نہیں کی جائے گی۔ یہی لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں آگ کے سوا کچھ نہیں اور انہوں نے جو کچھ دنیا میں بنایا وہ سب برباد ہو گیا اور باطل ہیں جو وہ عمل کرتے رہے تھے۔'' (ہود:15،16)

(7) جو صرف دنیا میں صلہ چاہتا ہے اور اپنی پوری ہمت دنیا کے لیے لگا دیتا ہے وہ جانوروں کی طرح ہے۔ اس میں ان لوگوں کو تنبیہ کی گئی ہے جو اپنے دنیا کے مفادات کی خاطر اللہ تعالیٰ کی شریعت سے فرار کا راستہ اختیار کرتے ہیں حالانکہ دنیا طلبی پر بھی ملتا وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے۔ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس کا مقصد آخرت ہی بن جائے اللہ تعالیٰ اس کے منتشر امور کو جمع فرما دے گا، اس کے دل کو غنی کر دے گا اور دنیا اس کے پاس ذلیل ہو کر آئے گی۔ جس کی نیت حصول دنیا ہو اس کے کاموں کو منتشر فرما دے گا، اس کی آنکھوں کے سامنے تنگی کر دے گا اور دنیا اسے اتنی ہی ملے گی جتنی اس کے لیے لکھ دی گئی ہے۔'' (الترغیب والترھیب:4/121)

(8) ﴿وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے سب کچھ سننے والا، سب کچھ دیکھنے والا ہے'' اللہ تعالیٰ نے دنیا کے ثواب اور آخرت کے ثواب کے انسانی ارادوں سے اپنے ﴿سَمِيع﴾ اور ﴿بَصِير﴾ ہونے کا شعور دلایا ہے۔ یقیناً وہ زبان سے کہی باتوں اور دل کی آوازوں کو سنتا اور پردۂ غیب میں چھپے ہوئے حقائق کو دیکھتا ہے۔

(9) اللہ تعالیٰ اپنی صفات کا شعور اس لیے دلاتے ہیں تا کہ لوگوں میں تقویٰ پیدا ہو۔

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! انصاف پر پوری طرح قائم رہنے والے اور اللہ تعالیٰ کے لیے گواہی دینے والے بنو اگرچہ تمہاری اپنی جانوں کے

اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا ۣ فَلَا تَتَّبِعُوا

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

یا والدین کے اور رشتے داروں کے خلاف ہو، اگر کوئی مال دار ہے یا فقیر، تو اللہ تعالیٰ ان دونوں سے زیادہ حق دار ہے، چنانچہ

اَلْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا

خواہشِ نفس کی اتباع نہ کرو کہ تم عدل (نہ) کرو اور اگر تم زبان کو پیچ دو یا پہلوتہی کرو تو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے

تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿

جو تم عمل کرتے ہو اس سے پوری طرح باخبر ہے" (135)

سوال 1: عدل پر قائم رہنے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے شہادت دینے کے حکم کی وضاحت ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ... خَبِيْرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ﴾ "اے لوگو جو ایمان لائے ہو! انصاف پر قائم رہنے والے بنو" اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو عدل پر قائم رہنے کا حکم دیا ہے۔ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں۔ کسی کو خوش کرنے کے لیے نہ کسی طمع سے، کسی پر ترس کھا کر یا کسی کی مروت کی وجہ سے یا سفارش سے عدل سے نہ ہٹیں۔ سب مل کر ایک دوسرے کے مددگار بن کر عدل قائم کر لیں۔

(2) قوام مبالغے کا صیغہ ہے یعنی اپنے تمام حالات میں عدل پر قائم رہو۔ (تفسیر سعدی: 609/1)

(3) قسط سے مراد حقوق اللہ اور حقوق العباد کے بارے میں عدل و انصاف ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے حقوق میں انصاف یہ ہے کہ اس کی نعمتوں کو اس کی نافرمانی میں استعمال نہ کیا جائے بلکہ ان کو اس کی اطاعت اور فرمانبرداری میں صرف کیا جائے اور حقوق العباد میں عدل و انصاف یہ ہے کہ بندوں کے وہ تمام حقوق ادا کیے جائیں جو تجھ پر اسی طرح واجب ہیں جس طرح تیرے حقوق ان پر واجب ہیں اور تو اپنے حقوق کا مطالبہ کرتا ہے پس نفقات واجبہ اور قرض وغیرہ ادا کر اور لوگوں سے اسی اخلاق و حسن صلہ کے ساتھ معاملہ کر جو تو اپنے بارے میں ان سے چاہتا ہے۔ (تفسیر سعدی: 609/1)

(4) اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے شہادت دینے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: ﴿شُهَدَآءَ لِلّٰهِ﴾ "اللہ تعالیٰ کے لیے گواہی دینے والے بنو" اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے گواہی دو، شہادت صحیح واقعی عدل والی اور برحق ہو، بدلی ہوئی نہ ہو اور شہادت کو نہ چھپاؤ اگرچہ تمہارے خلاف ہی کیوں نہ ہو، یعنی حق کا دامن نہ چھوڑو اگرچہ سچی شہادت سے خود تمہیں بظاہر دنیاوی نقصان پہنچتا ہو۔ جب تم سے کوئی بات پوچھی جائے تو حق بات کہو خواہ اس کا نقصان بظاہر دنیا میں تم ہی کو پہنچ رہا ہو کیونکہ اللہ تعالیٰ سچے آدمی کی مدد فرما کر اسے ہر تکلیف دہ بات اور مضرت سے بچا لے گا۔ (مختصر ابن کثیر: 378/1)

(5) سیدنا عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ اپنے والد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "کیا میں تمہیں سب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے بڑا گناہ نہ بتاؤں؟'' ہم نے عرض کیا: ضرور بتایئے یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا۔'' نبی کریم ﷺ اس وقت ٹیک لگائے ہوئے تھے اب آپ سیدھے بیٹھ گئے اور فرمایا: ''آگاہ ہوجاؤ! جھوٹی بات بھی اور جھوٹی گواہی بھی (سب سے بڑے گناہ ہیں) آگاہ ہوجاؤ! جھوٹی بات بھی اور جھوٹی گواہی بھی۔'' نبی کریم ﷺ اسے مسلسل دہراتے رہے اور میں نے سوچا کہ نبی کریم ﷺ خاموش نہیں ہوں گے۔ (بخاری:5976)

(6) ﴿وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ﴾ ''اگرچہ تمہاری اپنی جانوں کے یا والدین کے اور رشتے داروں کے خلاف ہو'' محبت وعداوت دو ایسی چیزیں ہیں جو انسان کو عدل وانصاف کی راہ سے ہٹا کر ظلم وجور میں مبتلا کرسکتی ہیں، سورہ نساء اور سورہ مائدہ کی دونوں آیتوں میں انہی دونوں رکاوٹوں کو دور کیا گیا ہے۔ (تفسیر معارف القرآن:2/576)

(7) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ۡ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ اِعْدِلُوْا ۟ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۡ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ کے لیے خوب قائم رہنے والے، انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ، اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں ہرگز اس بات کا مجرم نہ بنادے کہ تم عدل نہ کرو، عدل کرو یہی تقویٰ کے زیادہ قریب ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈر جاؤ، جو بھی تم عمل کرتے ہو یقیناً اللہ تعالیٰ اُس سے پوری طرح باخبر ہے۔'' (المائدہ:8)

(8) شہادت سے تمہارے ماں باپ اور رشتہ داروں کو خواہ نقصان پہنچتا ہو، شہادت میں ان کی مروت نہ کرنا، ڈنکے کی چوٹ پر شہادت دینا اور ان کے نقصان کا خیال نہ کرنا کیونکہ حق وصداقت کا حکم سب پر حاوی ہے۔ (مختصر ابن کثیر:1/379)

(9) اسلام ایسا عدل چاہتا ہے جس سے ظلم کی نفی ہو جس کی وجہ سے ہر حقدار کو اس کا حق ملے۔ حقوق میں سب برابر ہوں۔ رشتہ دار اور غیر رشتہ دار، دوست اور دشمن، فقیر اور غنی کا درجہ ایک ہو۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ایک مخزومی عورت کا معاملہ جس نے چوری کی تھی، قریش کے لوگوں کے لیے اہمیت اختیار کر گیا اور انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ سے اس معاملے میں کون بات کرسکتا ہے؟ سیدنا اُسامہ رضی اللہ عنہ کے سوا جو نبی ﷺ کو بہت پیارے ہیں اور کوئی آپ ﷺ سے سفارش کی ہمت نہیں کر سکتا۔ چنانچہ سیدنا اُسامہ رضی اللہ عنہ نے نبی ﷺ سے بات کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم اللہ تعالیٰ کی حدود کے بارے میں سفارش کرنے آئے ہو؟'' پھر آپ ﷺ کھڑے ہوئے، خطبہ دیا اور فرمایا: ''اے لوگو! تم سے پہلے کے لوگ اس لیے گمراہ ہو گئے کہ جب ان میں کوئی بڑا آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے لیکن اگر کمزور چوری کرتا تو اس پر حد قائم کرتے تھے اور اللہ کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد ﷺ نے بھی چوری کی ہوتی تو محمد ﷺ اس کا ہاتھ ضرور کاٹ ڈالتے۔'' (بخاری:6788)

(10) فتح خیبر کے بعد وہاں کی زمینیں مجاہدین میں تقسیم کردی گئی تھیں۔ سیدنا عبداللہ بن سہل رضی اللہ عنہ اپنے چچازاد بھائی محیصہ رضی اللہ عنہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ کھجوروں کی بٹائی لینے گئے۔ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ گلی میں جا رہے تھے کہ کسی نے ان کو قتل کر دیا اور لاش گڑھے میں ڈال دی۔ سیدنا محیصہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے حضور استغاثہ دائر کیا۔ آپ ﷺ نے اس سے قسم کھانے کو کہا کہ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کو یہودیوں نے قتل کیا ہے۔ سیدنا محیصہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے اپنی آنکھ سے تو نہیں دیکھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو یہودیوں سے حلف لیا جائے؟'' محیصہ نے کہا کہ حضور! یہودیوں کی قسم کا کیا اعتبار؟ یہ سو دفعہ جھوٹی قسم کھا لیں گے۔ خیبر میں سوائے یہودیوں کے اور کوئی قوم آباد نہ تھی، انہوں نے ہی عبداللہ کو قتل کیا ہوگا لیکن عینی شہادت نہ ہونے کی وجہ سے آپ ﷺ نے انہیں کوئی سزا نہ دی اور خون بہا کے سو اونٹ بیت المال سے دلوائے۔ (بخاری:7192)

(11) ﴿اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى بِهِمَا﴾ ''اگر وہ امیر ہوں یا فقیر ہوں اللہ تعالیٰ ان دونوں سے زیادہ حق دار ہے'' تو ایسے میں مالدار کے مال کی رعایت نہ کرنا اور فقیر پر ترس کھا کر جھوٹی گواہی نہ دینا۔ اللہ تعالیٰ سب کا خیر خواہ ہے۔ وہ خوب جاننے والا ہے کہ کس کی اصلاح کس میں ہے۔

(12) ﴿فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا﴾ ''چنانچہ خواہشِ نفس کی اتباع نہ کرنا کہ تم عدل (نہ) کرو'' خواہشات کی پیروی تمہیں عدل سے نہ روکے۔ کسی سے بغض یا دشمنی یا کسی کی محبت تمہیں عدل سے ہٹا کر ظلم کے راستے پر نہ لے آئے۔ ہر حال میں عدل کرو۔

(13) سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو نبی ﷺ نے خیبر کے محصولات کی وصولی کے لیے بھیجا۔ وہ وہاں گئے تو ان لوگوں نے انہیں رشوت دینی چاہی کہ وہ ان کے ساتھ نرمی کریں۔ انہوں نے یہودیوں سے کہا: خدا کی قسم! میں ایک ایسے شخص کا نمائندہ ہوں جو اس پوری دنیا سے زیادہ مجھے محبوب ہے اور خدا کی قسم! میں تمہیں بندروں اور خنزیروں سے بھی برا سمجھتا ہوں لیکن نبی ﷺ کی محبت اور تمہاری نفرت مجھے اس بات پر آمادہ نہیں کر سکتی کہ میں تمہارے درمیان عدل کے سوا کچھ اور کروں۔ اس پر یہودیوں نے کہا: ایسے ہی لوگوں کی وجہ سے زمین و آسمان کا نظام قائم ہے۔ (ابن کثیر:1/660)

(14)(i) ﴿وَاِنْ تَلْوٗٓا﴾ ''اور اگر تم زبان کو پیچ دو'' مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں اگر تم شہادت بدل دو۔ (جامع البیان:5/376)

(ii) ﴿وَاِنْ تَلْوٗٓا﴾ سے مراد زبان کو پیچ دے کر اس طرح بات کرنا کہ جس کے خلاف گواہی پڑ جائے وہ بچ جائے۔

(15) ﴿اَوْ تُعْرِضُوْا﴾ ''یا پہلو تہی کرو'' مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں اس سے مراد ہے تم اسے چھپاتے ہو۔ (مختصر ابن کثیر) اعراض سے شہادت کو چھپانا یا شہادت نہ دینا مراد ہے۔

(16) ﴿اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا﴾ ''تو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے جو تم عمل کرتے ہو اس سے پوری طرح باخبر ہے'' اللہ تعالیٰ نے گواہی چھپانے والوں کو ڈرایا ہے کہ یاد رکھو اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے باخبر ہے۔ وہ تمہیں تمہارے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیے کی سزا ضرور دے گا۔

(17) اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو انصاف پر قائم رہنے، حق کا گواہ بننے اور خواہشات کی پیروی کر کے انصاف کو چھوڑ دینے سے بچانے کے لیے اپنے ﴿خَبِیر﴾ ہونے کا شعور دلایا ہے۔

سوال 2: گواہی کو چھپانا کیسا عمل ہے؟

جواب: رب العزت کا ارشاد ہے: ﴿وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ۚ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ﴾ ''اور گواہی کو نہ چھپاؤ اور جو اس کو چھپائے گا تو یقیناً اس کا دل گناہ گار ہے۔'' (البقرہ:283)

سوال 3: بہتر گواہ کون ہے؟

جواب: سیدنا زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں تمہیں بہتر گواہ کے متعلق نہ بتاؤں؟ جو پوچھنے سے پہلے ہی (سچی) گواہی دے دے۔'' (مسلم:4494)

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَىٰ رَسُولِهِ

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر اور اس کی کتاب پر ایمان لے آؤ جو اس نے اپنے رسول پر نازل فرمائی ہے

وَالْكِتَابِ الَّذِي أَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ۚ وَمَنْ يَكْفُرْ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ

اور اس کتاب پر بھی جو اس سے پہلے اس نے نازل کی اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کا اور اس کے فرشتوں کا اور اُس کی کتابوں کا اور اس کے رسولوں

وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيدًا﴾

کا اور آخرت کے دن سے کفر کرتا ہے تو یقیناً وہ بھٹک گیا، بہت دور بھٹک جانا'' (136)

سوال 1: مسلمان ایمان کے تمام اصول و فروع پر حاوی ہو جائیں، اس کی وضاحت ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ... بَعِيدًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ عَلَىٰ رَسُولِهِ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ تعالیٰ پر اور اس کے رسول پر اور اس کی کتاب پر ایمان لے آؤ جو اس نے اپنے رسول پر نازل فرمائی ہے'' اس آیت میں مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ حکم فرماتا ہے کہ وہ ایمان کی تمام شاخوں پر، اس کے ارکان و اصول پر حاوی ہو جائیں۔ ایمان والوں کو ایمان لانے کا حکم دینے کا مطلب یہ ہے کہ مومن ایمان کے اصول و فروع پر قائم و دائم اور جمے رہیں جس طرح ایک مومن ہر نماز میں ﴿اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ﴾ کی دعا مانگتا ہے کہ اے اللہ! ہمیں سیدھی راہ کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بصیرت دے، ہماری ہدایت میں اضافہ فرما اور ہمیں ہدایت پر ثابت قدم رکھ، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان کا حکم دیا ہے۔ (مختصر ابن کثیر: 379/1)

(2) ایمان والوں سے یہ مطالبہ کیا گیا ہے کہ خالص سچے مومن بن جاؤ۔ حقیقی معنوں میں ایمان لاؤ۔

(3) ﴿وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ مِنْ قَبْلُ﴾ ''اور اس کتاب پر بھی جو اس سے پہلے اس نے نازل کی'' اس سے مراد تورات ہے۔

(4) ﴿نَزَّلَ﴾ کا مطلب ہے: تدریج کے ساتھ آہستہ آہستہ اُتارنا۔ قرآنِ مجید تقریباً 23 برس میں اترا ہے۔ ﴿اَنْزَلَ﴾ کا مطلب ہے: اُتار دینا۔ تورات اُتاری گئی تھی۔

(5) پچھلی کتابوں پر ایمان لانا اس لیے ضروری ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھیں۔ وہ دین بھی اسلام تھا، سب میں تعلیم بھی ایک تھی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں، ساری کتابوں کا مقصد بھی ایک تھا یعنی انسان کو سیدھے راستے کی طرف راہ نمائی دینا۔

(6) ﴿وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا﴾ ''اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کا اور اس کے فرشتوں کا اور اُس کی کتابوں کا اور اس کے رسولوں کا اور آخرت کے دن سے کفر کرتا ہے تو یقیناً وہ بھٹک گیا، بہت دور بھٹک جانا'' جو لوگ اللہ تعالیٰ، فرشتوں، کتابوں، رسولوں اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں لاتے وہ گمراہی میں اتنی دور نکل گئے ہیں کہ اب ان کا ہدایت کے راستے پر آنا ممکن نہیں، ان سے امید بھی نہیں کی جا سکتی۔

(7) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! اس زمانے کا (یعنی میرے وقت اور میرے بعد قیامت تک) کوئی یہودی یا نصرانی (یا اور کوئی دین والا) میرا حال سنے پھر اس پر ایمان نہ لائے جس کو میں دے کر بھیجا گیا ہوں (یعنی قرآن) تو جہنم میں جائے گا۔'' (مسلم: 153)

سوال 2: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں پر ایمان لانے کا کیا اجر ہے؟

جواب: رب العزت کا ارشاد ہے: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ ''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، وہ تمہیں اپنی رحمت میں سے دوگنا حصہ عطا فرمائے گا اور تمہیں ایسی روشنی عطا کرے گا جس کو لے کر تم چلو گے اور وہ تمہیں بخش دے گا۔ اور اللہ تعالیٰ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔'' (الحدید: 28)

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

''یقیناً وہ لوگ جو ایمان لائے پھر انہوں نے کفر کیا پھر ایمان لائے پھر کفر کیا پھر کفر میں بڑھ گئے،

﴿يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا﴾

اللہ تعالیٰ ایسا نہیں ہے کہ ان کو بخش دے اور نہ یہ کہ انہیں سیدھا راستہ دکھائے'' (137)

سوال: جس کی ارتداد اور کفر پر موت آ گئی، اس کی رہائی کی کوئی صورت نہیں، اس کی وضاحت ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ... سَبِيْلًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1) ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا﴾ ''یقیناً وہ لوگ جو ایمان لائے، پھر انہوں نے کفر کیا پھر ایمان لائے پھر کفر کیا پھر کفر میں بڑھ گئے، اللہ تعالیٰ ایسا نہیں ہے کہ ان کو بخش دے اور نہ یہ کہ انہیں سیدھا راستہ دکھائے'' جو شخص ہمیشہ اندھیرے میں رہا ہو، اگر وہ روشنی نہ دیکھ پائے تو وہ معذور ہے لیکن جو روشنی دیکھ لینے کے بعد اندھیرے میں رہنا چاہے اس کی ذہنی صحت پر شبہ ہوتا ہے۔ جو ایمان کے بعد کفر کا رویہ اختیار کرتا ہے تو وہ مرتد ہو جاتا ہے ایسے شخص کی موت کے بعد توبہ نہیں، اللہ تعالیٰ اسے نہ معاف فرمائے گا، نہ اسے اس مصیبت سے نکالے گا اور نہ اس کی ہدایت کی کوئی صورت ہے۔

(2) ایسا شخص جس حال میں ہوگا اس سے نکلنے کے لیے اللہ تعالیٰ کوئی صورت پیدا نہیں کریں گے۔ ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا فَطُبِعَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ﴾ ''یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ لوگ ایمان لائے پھر انہوں نے کفر کیا تو اُن کے دلوں پر مہر لگا دی گئی ہے۔ چنانچہ وہ کچھ نہیں سمجھتے۔'' (المنافقون:3)

﴿بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا﴾

''آپ منافقوں کو خوشخبری دے دیں کہ ان کے لیے واقعتاً دردناک عذاب ہے'' (138)

سوال1: منافقوں کے لیے دردناک عذاب ہے، اس کی وضاحت ﴿بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ ... اَلِيْمًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: ﴿بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا﴾ ''آپ منافقوں کو خوشخبری دے دیں کہ ان کے لیے واقعتاً دردناک عذاب ہے'' منافقین کی صفت ہے کہ وہ ایمان لا کر پھر کفر کو اختیار کر لیتے ہیں۔ جب وہ ایمان لا کر کفر کرتے ہیں تو ان کے دلوں پر مہر لگا دی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ انہیں خوش خبری دے دیں کہ ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔

سوال2: نفاق کسے کہتے ہیں؟

جواب:(1) امام جرجانی رحمہ اللہ کے بقول نفاق زبان سے ایمان کا اقرار کرنا اور دل میں کفر کا چھپانا ہے۔ (التعریفات:245)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(2) حافظ ابن رجب رحمہ اللہ کہتے ہیں: شرعی اعتبار سے نفاق کی دو قسمیں ہیں: نفاق اکبر اور نفاق اصغر۔ (الف) نفاق اکبر یہ ہے کہ انسان ظاہری طور پر اللہ، اُس کے فرشتوں، اُس کی کتابوں، اُس کے رسولوں اور آخرت کے دن پر ایمان رکھے اور باطن میں وہ ہو جو سارے کا سارا یا اُس کا کچھ حصہ اسلام کو توڑنے والا ہو۔ یہ نفاق رسول اللہ ﷺ کے عہد میں تھا اور قرآن مجید میں اُن کی مذمت کی گئی، اُن کو کافر قرار دیا گیا اور خبر دی گئی کہ یہ دوزخ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے۔ ﴿اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا (۱۴۲) مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ۫ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا (۱۴۳)﴾ ''بلاشبہ منافق اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دیتے ہیں حالانکہ وہ انہیں دھوکہ دینے والا ہے اور جب وہ نماز میں کھڑے ہوتے ہیں تو سست ہو کر کھڑے ہوتے ہیں وہ لوگوں کو دکھاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو یاد نہیں کرتے مگر بہت ہی کم۔ وہ درمیان ہی میں ڈانواں ڈول ہیں، نہ اِن کی طرف ہیں نہ اُن کی طرف ہیں اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے تو آپ اس کے لیے ہرگز کوئی راستہ نہیں پائیں گے۔'' (النساء: 142، 143) (ب) نفاقِ اصغر سے مراد نفاقِ عمل ہے کہ انسان ظاہر میں جو کچھ ہے دل میں اُس کے خلاف چھپا ہے۔ (جامع العلوم والحکم: 375)

﴿ اَلَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ﴾

''وہ لوگ جو مومنوں کے علاوہ کافروں کو اپنا دوست بناتے ہیں کیا وہ ان کے پاس عزت تلاش کرتے ہیں؟ تو بلاشبہ عزت ساری کی ساری اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے'' (139)

سوال 1: منافق مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست بناتے ہیں، اس کی وضاحت ﴿اَلَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ ... جَمِيْعًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''وہ لوگ جو مومنوں کے علاوہ کافروں کو اپنا دوست بناتے ہیں'' منافق مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو اس لیے اپنا دوست بناتے ہیں تاکہ غلبہ اور قوت حاصل کریں۔

(2) منافق کافروں کے پاس عزت تلاش کرتے ہیں۔ منافق حقیقت میں کافروں ہی کے ساتھ ہیں۔

(3) منافقوں نے کافروں سے جو دوستی اختیار کی اللہ تعالیٰ نے اس کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا: ﴿اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ﴾ ''کیا وہ ان کے پاس عزت تلاش کرتے ہیں؟''

(4) ﴿فَاِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا﴾ ''تو بلاشبہ عزت ساری کی ساری اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے'' اس کائنات میں عزت اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قوت کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ارشاد فرمایا:﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا﴾ ''جو عزت کا ارادہ رکھتا ہو تو عزت ساری کی ساری اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔'' (فاطر:10)

(5) انسانی نفس کے لیے ایک ہی سہارا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے جہاں سے وہ عزت پا سکتا ہے۔

(6) صرف اللہ تعالیٰ کی غلامی سے انسان معزز ہو سکتا ہے۔اس لیے عزت صرف اسی سے طلب کرنی چاہیے۔

(7) رب العزت کا ارشاد ہے:﴿وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ ''حالانکہ عزت تو صرف اللہ تعالیٰ کے لیے اور اُس کے رسول کے لیے اور ایمان والوں کے لیے ہے لیکن منافق جانتے نہیں ہیں۔'' (المنافقون:8)

(8) سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ملک شام کے عامل (گورنر) سے فرمایا: (اے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ) تم تعداد میں سب سے کم اور سب سے زیادہ کمزور تھے، تم کو محض اسلام کی وجہ سے عزت و شوکت ملی ہے، تو خوب سمجھ لو! اگر تم اسلام کے سوا کسی دوسرے ذریعہ سے عزت حاصل کرنا چاہو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو ذلیل کر دے گا۔ (مستدرک:82/3)

﴿وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ

''اور یقیناً اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں تم پر حکم نازل کر دیا ہے کہ جب تم سنو کہ اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ کفر کیا جاتا ہے

بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ ۚ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ؕ

اور ان کا مذاق اُڑایا جاتا ہے تو ان کے ساتھ مت بیٹھو یہاں تک کہ وہ کسی دوسری بات میں مشغول ہو جائیں بلاشبہ تم بھی اس وقت ان ہی

اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا﴾

جیسے ہو گے یقیناً اللہ تعالیٰ منافقوں اور کافروں سب کو جہنم میں جمع کرنے والا ہے'' (140)

سوال 1: ایسی مجالس میں شرکت کی ممانعت کی گئی ہے جہاں اللہ تعالیٰ کی آیات سے کفر کیا جائے اور ان کا مذاق اڑایا جائے، اس کی وضاحت ﴿وَقَدْ نَزَّلَ ... جَمِيْعًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ ۚ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ﴾ ''اور یقیناً اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں تم پر حکم نازل کر دیا ہے کہ جب تم سنو کہ اللہ تعالیٰ کی آیات کے ساتھ کفر کیا جاتا ہے اور ان کا مذاق اُڑایا جاتا ہے تو ان کے ساتھ مت بیٹھو یہاں تک کہ وہ کسی دوسری بات میں مشغول ہو جائیں، بلاشبہ تم بھی اس وقت ان ہی جیسے ہو گے'' تمہارا ان

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ بیٹھنا اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے انکار کیے جانے اور ان کا مذاق اڑائے جانے پر تم راضی ہو، پھر کفر اور عذاب جہنم کے مستحق ہونے میں تم ان ہی کے مانند ہو جاؤ گے۔ حاکم کہتے ہیں کہ جو علمائے اسلام ملحدین اسلام کے ساتھ مناظرہ کرنے کے لیے ان کی مجلسوں میں جاتے ہیں، ان کے لیے کوئی ممانعت نہیں بلکہ انہیں اجر و ثواب ملے گا، اور اگر کسی مجلس میں اللہ تعالیٰ، رسول یا دین اسلام کا مذاق اڑایا جا رہا ہو، جو شخص اس سے راضی ہو گا وہ کافر ہو جائے گا، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ﴾ ''بلاشبہ تم بھی اس وقت ان ہی جیسے ہو گے۔'' (تیسیر الرحمن:305)

(2) نفاق کا بدترین درجہ یہ ہے کہ ایمان والا کسی ایسی مجلس میں بیٹھا رہے جس کے اندر اللہ تعالیٰ کی آیات کا مذاق اُڑایا جا رہا ہو اور وہ خاموش بیٹھا رہے یا چشم پوشی کرے، پھر اس کو رواداری کا نام دے یا آزادی اور وُسعتِ قلبی کا نام دے تاکہ لوگ اسے کمزور ایمان کا طعنہ نہ دیں۔

(3) سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ چند لوگوں کو اس جرم میں گرفتار کیا کہ وہ شراب پی رہے تھے، ان میں سے ایک شخص کے بارے میں ثابت ہوا کہ وہ روزہ رکھے ہوئے ہے، اس نے شراب نہیں پی لیکن ان کی مجلس میں شریک تھا، سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو بھی سزا دی کہ وہ ان کی مجلس میں بیٹھا ہوا کیوں تھا۔ (المحرالمحیط:375/3)

(4) تفسیر ابن کثیر میں اس جگہ یہ حدیث نقل فرمائی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہیے کہ ایسے دسترخوان یا کھانے کی میز پر بھی نہ بیٹھے جہاں شراب کا دور چلتا ہو۔'' (ترمذی:2801)

(5) دین کے ساتھ مذاق پر چشم پوشی کرنا یا خاموش رہنا انسان کے ایمان کی شکست کا پہلا مرحلہ ہے۔ سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: ''جو شخص تم میں سے کوئی بات شریعت کے خلاف دیکھے تو وہ ہاتھ سے اس کو بدل دے، اگر ایسا ممکن نہ ہو تو زبان سے ایسا کرے اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو دل سے ہی اس کو برا جانے مگر یہ ضعیف ترین ایمان کا درجہ ہے۔'' (مسلم:177)

(6) ﴿حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ﴾ ''یہاں تک کہ وہ کسی دوسری بات میں مشغول ہو جائیں'' یعنی اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار اور مذاق اڑانے کے علاوہ کوئی اور بات کرنے لگیں۔

(7) ﴿اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ﴾ ''بلاشبہ تم بھی اس وقت ان ہی جیسے ہو گے'' اس سے مراد یہ ہے کہ جن مجالس میں اللہ تعالیٰ کی آیات کا مذاق اُڑایا جاتا ہے اگر اہلِ مجلس کو روکو گے نہیں تو تم بھی گناہ میں ان کے برابر ہو گے۔ رب العزت کا ارشاد ہے: ﴿وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖ ۭ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ''اور جب آپ ان کو دیکھیں کہ ہماری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آیتوں پر فضول بحث کرتے ہیں تو آپ ان سے منہ موڑ جائیں یہاں تک کہ وہ اس کے علاوہ کسی اور بات میں مشغول ہو جائیں اور اگر آپ کو شیطان بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ایسے ظالم لوگوں کے ساتھ مت بیٹھیں۔'' (الانعام:68)

(8) ایمان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی آیات کا مذاق اُڑاتے دیکھنا ممکن نہیں ہے۔ انسان کا ایمان کمزور ہوتا ہے تو اس کے لیے یہ قابلِ برداشت ہو جاتا ہے۔ (9) کسی شخص کے ایمان کی نشانی اللہ تعالیٰ کے لیے محبت، اللہ تعالیٰ کے دین کے لیے محبت اور اللہ تعالیٰ کی آیات کے لیے محبت ہے۔

(10) ﴿اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعًا﴾ ''یقیناً اللہ تعالیٰ منافقوں اور کافروں سب کو جہنم میں جمع کرنے والا ہے'' منافق اور کافر دونوں جہنم میں جمع ہوں گے یعنی جس طرح دنیا میں وہ کفر اور شرک میں شریک تھے اسی طرح خلودِ نار میں بھی شریک ہوں گے پکڑ دھکڑ میں، بیڑیوں اور طوقوں میں، کھولتے ہوئے پانی اور زخموں کا دھون پینے میں سب برابر کے شریک ہوں گے اور سب کو ہمیشگی والے عذاب کی سزا کا مستوجب قرار دیا جائے گا۔ (مختصر ابن کثیر:381/1)

سوال 2: اہل باطل کے ساتھ مجالست کی کیا صورتیں ہیں؟

جواب: اہل باطل کے ساتھ مجالست کی چند صورتیں ہیں: (1) ان کے کفریات پر رضا کے ساتھ، یہ کفر ہے۔

(2) اظہار کفریات کے وقت کراہیت کے ساتھ، یہ بلا عذر فسق ہے۔ (3) کسی ضرورت دنیوی کے واسطے مباح ہے۔

(4) تبلیغ احکام کے لیے عبادت ہے۔ (5) اضطرار اور بے اختیاری کے ساتھ، اس میں معذور ہے۔ (تفسیر معارف القرآن:586/2)

﴿اَلَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ ۚ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْٓا اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۖ

''وہ لوگ جو تمہارے بارے میں انتظار میں رہتے ہیں، پھر اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے لیے کوئی فتح ہو تو کہتے ہیں: ''کیا ہم

وَاِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِيْنَ نَصِيْبٌ ۙ قَالُوْٓا اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعْكُمْ

تمہارے ساتھ نہ تھے؟'' اور اگر کافروں کے لیے کوئی حصہ ہو تو ان سے کہتے ہیں: ''کیا ہم تم پر غالب نہیں ہو گئے تھے؟ ہم

مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ

نے تمہیں مسلمانوں سے نہیں بچایا؟'' چنانچہ اللہ تعالیٰ ہی قیامت کے دن تمہارے درمیان فیصلہ کرے گا اور اللہ تعالیٰ

لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا﴾

کافروں کے لیے مومنوں پر ہرگز کوئی راہ نہیں بنائے گا'' (141)

ع 20 17

'' محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

سوال 1: منافق مسلمانوں کے زوال کے انتظار میں رہتے ہیں، اس کی وضاحت ﴿اَلَّذِیْنَ ... الْمُؤْمِنِیْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اَلَّذِیْنَ یَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ﴾ ''وہ لوگ جو تمہارے بارے میں انتظار میں رہتے ہیں'' منافق مسلمانوں کے زوال کے منتظر رہتے ہیں کہ کسی طرح ان کا دین ختم ہو اور ان کے دشمن ان پر غالب آئیں۔

(2) ﴿فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْۤا اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ﴾ ''پھر اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے لیے کوئی فتح ہو تو کہتے ہیں: کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے؟'' اسلام اور مسلمانوں کے بدخواہ انتظار میں رہتے ہیں۔ اگر مسلمانوں کو فتح نصیب ہو اور مالِ غنیمت ملے تو کہتے ہیں کہ ہم اگر جنگ پر نہیں گئے تھے تو تمہاری پشت پر تمہارے ہی مددگار تھے۔

(3) ﴿وَاِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِیْنَ نَصِیْبٌ ۙ قَالُوْۤا اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَیْكُمْ وَنَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾ ''اور اگر کافروں کے لیے کوئی غلبہ ہو تو ان سے کہتے ہیں: کیا ہم تم پر غالب نہیں ہو گئے تھے؟ ہم نے تمہیں مسلمانوں سے نہیں بچایا'' اور اگر مسلمان شکست کھائیں تو کافروں کو یقین دلاتے ہیں کہ ہماری تدبیروں کی وجہ سے تم مسلمانوں سے محفوظ رہے۔

(4) ﴿فَاللّٰهُ یَحْكُمُ بَیْنَكُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ﴾ ''چنانچہ اللہ تعالیٰ ہی قیامت کے دن تمہارے درمیان فیصلہ کرے گا'' اللہ تعالیٰ منافقوں اور مومنوں کے درمیان قیامت کے دن فیصلہ کریں گے یعنی منافق یہ نہ سمجھیں کہ دنیا میں زبان سے اقرار کرنے کی وجہ سے انہیں مسلمانوں کے گروہ میں شمار کیا جاتا رہا تو قیامت کے دن وہ بچ جائیں گے۔

(5) ﴿وَلَنْ یَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِیْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ سَبِیْلًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کافروں کے لیے مومنوں پر ہرگز کوئی راہ نہیں بنائے گا'' اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے کہ وہ کافروں کو مسلمانوں پر کبھی ایسا غلبہ نہیں دے گا کہ مسلمان ختم ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد کا وعدہ مسلمانوں سے ہے۔ ارشاد ہے: ﴿وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ﴾ ''اور نہ تم ہمت ہارو اور نہ غم کرو اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم مومن ہو۔'' (آل عمران:139)

سوال 2: مسلمانوں کی فتح و شکست کے لیے کیا شرط ہے؟

جواب: (1) مسلمان اپنی عملی زندگی میں ایمان کے تقاضوں کے مطابق تبدیلی لائیں۔

(2) ایمان کی حقیقت یہ ہے کہ مسلمان دشمنوں کے آگے نہ جھکیں اور صرف اللہ تعالیٰ سے عزت کے طلب گار ہوں۔

سوال 3: اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ کافروں کے لیے مومنوں پر ہرگز کوئی راستہ نہیں بنائے گا۔ اب اس وقت معاملہ برعکس کیوں ہے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جواب:(1)انسانی تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ جن مومنوں کا یہاں ذکر کیا گیا ہے ان پر کبھی کفار کو غلبہ نہیں ملا۔

(2)یہاں راہ سے مراد حجت ہے۔کافروں کی کوئی حجت مسلمانوں پر کارگر نہیں ہوگی کیونکہ دنیا وآخرت میں اہل تقویٰ کا انجام ہی بہتر ہوگا جیسا کہ فرمایا:﴿اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ﴾ ''یقیناً ہم مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں کی اور ان لوگوں کی جو ایمان لائے دنیا کی زندگی میں بھی اور جس دن گواہ کھڑے ہوں گے۔''(مومن:51)

(3)﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۪ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا ؕ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾ ''اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ وعدہ کیا ہے جو تم میں سے ایمان لائے اور نیک عمل کیے کہ وہ ان کو زمین میں ضرور بہ ضرور جانشین بنائے گا جیسا کہ اس نے ان سے پہلے لوگوں کو جانشین بنایا تھا اور ان کے لیے ان کے دین کو ضرور بہ ضرور اقتدار دے گا جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے پسند کیا ہے اور وہ ضرور بہ ضرور ان کے خوف کے بعد بدل کر امن دے گا۔وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے اور جس نے اس کے بعد کفر کیا تو وہی لوگ نافرمان ہیں۔''(النور:55)

(4)ابو مالک نے کہا:اس سے مراد ہے کہ قیامت کے دن کافروں کے لیے مومنوں پر ہرگز کوئی راہ نہیں بنائے گا۔(جامع البیان:5/387)

﴿اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا

''بلاشبہ منافق اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دیتے ہیں حالانکہ وہ انہیں دھوکہ دینے والا ہے اور جب وہ نماز میں کھڑے ہوتے ہیں

كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾

تو سست ہو کر کھڑے ہوتے ہیں۔وہ لوگوں کو دکھاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو یاد نہیں کرتے مگر بہت ہی کم''(142)

سوال1:اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟

جواب:ابن جریج نے کہا:یہ آیت عبداللہ بن ابی اور ابو عامر بن نعمان منافقین کے بارے میں نازل ہوئی۔(تفسیر جامع البیان:5/388)

سوال2:منافقوں کے دھوکے کی وضاحت﴿اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ﴾ کی روشنی میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کریں؟

جواب:(1)﴿اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ﴾''بلاشبہ منافق اللہ تعالیٰ کودھوکہ دیتے ہیں'' منافق اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دیتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ دھوکے میں نہیں آتا کیونکہ دھوکے میں وہی آتا ہے جسے باتیں معلوم نہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ تو دلوں کی باتوں سے خوب آگاہ ہے اور وہ کیسے دھوکے میں آسکتا ہے؟ (مختصر ابن کثیر)

(2) منافقوں کا دھوکہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے سامنے وہ کلمہ پڑھتے ہیں اور دل میں کفر چھپائے ہوئے ہیں۔

(3)﴿وَهُوَ خَادِعُهُمْ﴾''حالانکہ وہ انہیں دھوکہ دینے والا ہے'' منافقوں کو دھوکہ دینے سے مراد یہ ہے کہ وہ منافقوں کو ان کے دھوکے کا بدلہ دیتا ہے۔ (4) اللہ تعالیٰ منافقوں کو دنیا اور آخرت میں رسوا کرتا ہے۔

(5) اللہ تعالیٰ کا دھوکہ یہ ہے کہ اس نے منافقوں کو ڈھیل دے رکھی ہے۔ وہ سرکشی اور گمراہی میں ڈوبتے جا رہے ہیں۔ اس طرح حق تک کبھی نہیں پہنچ سکیں گے دنیا میں حق سے محروم رہیں گے کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ اگر ہم حق پر نہ ہوتے تو اللہ تعالیٰ ہمیں پکڑ لیتا۔ وہ تو ہم پر مہربان ہے۔ ہمارے لیے تو برکتوں کے دروازے کھلے ہوئے ہیں، یہی استدراج ہے۔

(6) قیامت کے دن کے دھوکے کا تذکرہ سورۃ الحدید میں ہے۔﴿يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ ۚ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا ۭ فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ ۭ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ﴾''جس دن منافق مرد اور منافق عورتیں ایمان والوں سے کہیں گے: ''ہمارا انتظار تو کرو کہ ہم بھی تمہارے نور سے روشنی حاصل کریں'' کہا جائے گا: ''اپنے پیچھے لوٹ جاؤ، پھر کچھ نور تلاش کرو'' چنانچہ اُن کے درمیان دیوار حائل کر دی جائے گی جس میں ایک دروازہ ہوگا، اُس کے اندرونی حصے میں رحمت ہوگی اور اُس کے بیرونی حصے میں اس کی طرف عذاب ہوگا۔'' (الحدید:13)

سوال 3: منافقوں کی نماز کی صفات کی وضاحت ﴿وَاِذَا ۔۔ قَلِيْلًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى﴾''اور جب وہ نماز میں کھڑے ہوتے ہیں تو سست ہو کر کھڑے ہوتے ہیں'' منافق نماز کے لیے بوجھل دل، بوجھل وجود کے ساتھ اُٹھتا ہے۔ وہ بے وقت نماز پڑھتا ہے۔ نہ اس کی نیت عبادت کی ہوتی ہے، نہ اسے اللہ تعالیٰ کا خوف ہوتا ہے، نہ وہ نماز کے ارکان اور اعمال پر غور کرتا اور نہ ہی اس کا دل نماز میں لگتا ہے۔

(2) سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما تھکے ماندے بدن سے کسمسا کر نماز پڑھنا مکروہ جانتے تھے اور فرماتے تھے: نمازی کو چاہیے کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ذوق وشوق سے راضی خوشی پوری رغبت اور انتہائی توجہ کے ساتھ نماز میں کھڑا ہو اور یقین مانے کہ اس کی آواز پر اللہ تعالیٰ کے کان ہیں۔(ابن کثیر:664)

(3)﴿يُرَآءُوْنَ النَّاسَ﴾ ''وہ لوگوں کو دکھاتے ہیں'' وہ لوگوں کو دکھانے کے لیے نماز پڑھتا ہے۔سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص شہرت کا طالب ہو اللہ تعالیٰ اس کی بدنیتی قیامت کے دن سب کو سنا دے گا اور جو شخص لوگوں کو دکھانے کے لیے نیک کام کرے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو لوگوں کو دکھلا دے گا۔'' (مسلم:7476)

(4)سیدنا شداد بن اوس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''جس نے دکھاوے کی نماز پڑھی اس نے شرک کیا، جس نے دکھاوے کا روزہ رکھا اس نے شرک کیا، جس نے دکھاوے کا صدقہ کیا اس نے شرک کیا۔'' (احمد)

(5)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''منافقوں پر فجر اور عشاء کی نماز سے زیادہ اور کوئی نماز بھاری نہیں اور اگر انہیں معلوم ہوتا کہ ان کا ثواب کتنا زیادہ ہے (اور چل نہ سکتے) تو گھٹنوں کے بل گھسیٹ کر آتے اور میرا تو ارادہ ہو گیا تھا کہ مؤذن سے کہوں کہ وہ تکبیر کہے، پھر میں کسی کو نماز پڑھانے کے لیے کہوں اور خود آگ کی چنگاریاں لے کر ان سب کے گھروں کو جلا دوں جو ابھی تک نماز کے لیے نہیں نکلے۔'' (بخاری:657)

(6)﴿وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ کو یاد نہیں کرتے مگر بہت ہی کم'' منافق نماز میں اللہ تعالیٰ کو کم ہی یاد کرتے ہیں۔سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ منافق کی نماز ہے کہ وہ بیٹھا سورج کو تاکتا رہتا ہے، یہاں تک کہ جب وہ شیطان کے دونوں سینگوں کے درمیان آجاتا ہے (یعنی غروب ہونے کے قریب ہوتا ہے) تو وہ اٹھتا ہے اور چار ٹھونگیں مار لیتا ہے اور اس میں وہ اللہ تعالیٰ کو بہت کم یاد کرتا ہے۔'' (مسلم:1412)

(7)عبدالعزیز کے بھائی عثمان بن ابی رواد نے بیان کیا کہ میں نے زہری سے سنا کہ میں دمشق میں سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گیا۔آپ رضی اللہ عنہ اس وقت رو رہے تھے، میں نے عرض کیا کہ آپ کیوں رو رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کے عہد کی کوئی چیز اس نماز کے علاوہ اب میں نہیں پاتا اور اب اس کو بھی ضائع کر دیا گیا ہے۔ (صحیح بخاری:530) (8)منافق اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے، نماز سے جو بھلائی ملتی ہے اس سے محروم ہو جاتے ہیں۔

سوال 4: مومن کی نماز کی کیا خصوصیات ہیں؟

جواب:(1)اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے شوق میں نماز پڑھنا۔(2)اللہ تعالیٰ کے سامنے غلامی کا اظہار کرنا۔

(3)اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنا۔(4)اللہ تعالیٰ کی یاد کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے جڑنا۔(5)اللہ تعالیٰ کی طرف ہمہ تن متوجہ رہنا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(6)وقت کی پابندی کے ساتھ نماز ادا کرنا۔(7)ایک نماز کے بعد اگلی نماز کا انتظار کرنا۔

﴿مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ۖ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ

''وہ درمیان ہی میں ڈانواڈول ہیں، نہ اِن کی طرف ہیں نہ اُن کی طرف ہیں اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کردے تو آپ اس کے لیے

تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا﴾

ہرگز کوئی راستہ نہیں پائیں گے''(143)

سوال: منافق ایمان اور کفر کے درمیان کیسے حیران ہیں، اس کی وضاحت ﴿مُّذَبْذَبِيْنَ...سَبِيْلًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب:(1)﴿مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ۖ لَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ وَلَآ اِلٰى هٰٓؤُلَآءِ﴾ ''وہ درمیان ہی میں ڈانوا ڈول ہیں، نہ اِن کی طرف ہیں نہ اُن کی طرف ہیں'' اللہ تعالیٰ نے منافقوں کی حالت بیان کی ہے کہ وہ ایمان اور کفر کے درمیان حیران اور تذبذب کی حالت میں ہیں۔ منافق نہ مسلمانوں کے ساتھ ہیں اور نہ کافروں کے ساتھ ہیں، کبھی مسلمانوں کو اطمینان دلاتے ہیں اور کبھی کافروں کو یقین دلاتے ہیں۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''منافق کی مثال اس بکری کی طرح ہے جو دو ریوڑوں کے درمیان ماری ماری پھرتی ہے، کبھی اس ریوڑ میں چرتی ہے کبھی اس ریوڑ میں۔''(مسلم:7043)

(2)سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تم قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے ہاں اس شخص کو سب سے بدتر پاؤ گے جو کچھ لوگوں کے سامنے ایک رخ سے آتا ہے اور دوسروں کے سامنے دوسرے رخ سے جاتا ہے۔''(صحیح بخاری:6058)

(3)﴿وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِيْلًا﴾ ''اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کردے تو آپ اس کے لیے ہرگز کوئی راستہ نہیں پائیں گے'' جو شخص سب کچھ جانتے اور سمجھتے ہوئے گمراہی میں جا پڑے اس کو سیدھے راستے پر لانے کے لیے انسانی کوششیں کامیاب نہیں ہوسکتیں۔ رب العزت کا ارشاد ہے:﴿مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ۭ وَيَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ﴾ ''جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کردے تو اُس کو راستہ دکھانے والا کوئی نہیں اور انہیں وہ سرکشی میں چھوڑ دیتا ہے کہ وہ بھٹکتے پھرتے ہیں۔''(الاعراف:186)

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَاۗءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ اَتُرِيْدُوْنَ

''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بناؤ، کیا تم چاہتے ہو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا﴾

کہ اپنے خلاف اللہ تعالیٰ کے لیے ایک واضح حجت بنالو؟'' (144)

سوال: کافروں کو دوست بنانے کی ممانعت کی وضاحت ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ ... مُّبِيْنًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو! مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بناؤ'' کافروں کو دوست نہ بنایا جائے یعنی مسلمان ان سے گہرا میل جول نہ رکھیں، انہیں دوست نہ بنائیں اور ان کے ہمدرد بن کر مسلمانوں کے اندرونی حالات کی انہیں خبر نہ دیں۔ (مختصر ابن کثیر: 358/1)

رب العزت نے فرمایا: ﴿لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ۭ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ﴾ ''ایمان والے مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنائیں، اور جو ایسا کرے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی چیز میں نہیں مگر یہ کہ تم ان سے بچو، کسی طرح سے بچنا اور اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی ذات سے ڈراتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔'' (آل عمران: 28)

(2) ﴿اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا﴾ ''کیا تم چاہتے ہو کہ اپنے خلاف اللہ تعالیٰ کے لیے ایک واضح حجت بنالو'' اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ اگر مومن کافروں سے ہمدردی اور خیر خواہی کریں، ان کو دوست بنائیں تو اللہ تعالیٰ کو اپنے خلاف ایک واضح حجت دے دیں گے اور عذاب کے مستحق بنیں گے۔

(3) کفار سے دوستی بڑا جرم ہے، یہ قطعی کفر ہے اور اس کے بعد دوزخ کا داخلہ لکھ دیا جائے گا۔

(4) حاکم کہتے ہیں کہ یہ آیت دلیل ہے کہ کافر کی دوستی حرام ہے۔ (تیسیر الرحمن: 307)

﴿اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا﴾

''یقیناً منافق دوزخ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے اور آپ ان کا ہرگز کوئی مددگار نہ پاؤ گے'' (145)

سوال: منافقوں کے دھوکے کی کیا سزا ہے، اس کی وضاحت ﴿اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ ... نَصِيْرًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ﴾ ''یقیناً منافق دوزخ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے'' تذبذب والا ایمان اللہ تعالیٰ کے ہاں قابلِ قبول نہیں۔ اس کے مقابلے میں کفرِ صریح میں دھوکہ نہیں ہے۔ دوزخ کا سب سے نچلا طبقہ اس دھوکے کی سزا ہے۔ ﴿الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ﴾ ''سب سے نچلے درجے میں'' سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے کہا کہ ﴿الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ﴾ سے مراد جہنم کا سب سے نچلا درجہ ہے۔(بخاری کتاب التفسیر)

(2)﴿وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا﴾ ''اور آپ ان کا ہرگز کوئی مددگار نہ پاؤ گے'' اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ منافقوں کو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں کوئی مددگار نہیں ملے گا جو انہیں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے چھڑا سکے۔

﴿اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ

''مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی اور اصلاح کر لی اور انہوں نے اللہ تعالیٰ (کے دین) کو مضبوطی سے تھام لیا اور اپنے دین کو اللہ تعالیٰ

فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾

کے لیے خالص کر لیا تو یہ لوگ مومنوں کے ساتھ ہوں گے اور اللہ تعالیٰ جلد ہی مومنوں کو اجر عظیم عطا کرے گا'' (146)

سوال 1: اس آیت سے مراد کون لوگ ہیں؟

جواب: اسود نے بیان کیا کہ ہم سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حلقۂ درس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور ہمارے پاس کھڑے ہو کر سلام کیا پھر کہا: نفاق میں وہ جماعت مبتلا ہو گئی جو تم سے بہتر تھی۔ اس پر اسود بولے: سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ تو فرماتے ہیں کہ منافق دوزخ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مسکرانے لگے اور سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ مسجد کے کونے میں جا کر بیٹھ گئے۔ اس کے بعد سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اٹھ گئے اور آپ کے شاگرد بھی ادھر اُدھر چلے گئے پھر سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ نے مجھ پر کنکری پھینکی (یعنی مجھے بلایا) جب میں حاضر ہو گیا تو کہا: مجھے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ہنسی پر حیرت ہوئی حالانکہ جو کچھ میں نے کہا تھا اسے وہ خوب سمجھتے تھے۔ یقیناً نفاق میں ایک جماعت کو مبتلا کیا گیا تھا جو تم سے بہتر تھی پھر انہوں نے توبہ کر لی اور اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی توبہ قبول کر لی۔ (بخاری: 4602)

سوال 2: خالص توبہ قبول کی جائے گی، اس کی وضاحت ﴿اِلَّا الَّذِيْنَ ... مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا ہے کہ جو شخص بھی خالص توبہ کرے، نیک اعمال کرے اور تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتے ہیں۔

(2)﴿اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا﴾ ''مگر وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی'' (i) یہاں توبہ سے مراد ندامت ہے یعنی پچھلے اعمال پر شرمندگی۔ (ii) اس سے مراد نفاق سے توبہ ہے۔ (تفسیر قاسمی: 533/5)

(3)﴿وَاَصْلَحُوْا﴾ ''اور اصلاح کر لی'' اصلاح سے مراد آئندہ کے لیے اپنے عقیدے اور اعمال کی اصلاح ہے۔ اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے مراد نفاق اور اعمال کی اصلاح ہے۔(الاساس:1216/2)

(4) ﴿وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ﴾ ''اور انہوں نے اللہ تعالیٰ (کے دین) کو مضبوطی سے تھام لیا'' (i) اللہ تعالیٰ کی رسی کو یعنی قرآنِ مجید کو مضبوطی سے تھام لیا۔ (ii) مخلص مومنوں کی طرح اللہ تعالیٰ سے مضبوطی سے جڑ گئے۔(الاساس:1216/2)

(5) ﴿وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ﴾ ''اور اپنے دین کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کر لیا'' (i) دین کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کر دینے سے مراد ہے کہ ہر کام اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کریں۔ (ii) اس سے مراد ہے کہ انہوں نے ریا کاری کو چھوڑ کر اخلاص اپنا لیا اور پھر اللہ کی رضا کے لیے اطاعت کی۔(الاساس:1216/2) (iii) رب العزت نے فرمایا: ﴿اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ﴾ ''ہم صرف تیری عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔'' (الفاتحہ:5)

(6) ﴿فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ ''تو یہ لوگ مومنوں کے ساتھ ہوں گے'' اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ جو توبہ، اصلاح، اعتصام باللہ اور دین کو اللہ تعالیٰ کے لیے خالص کرے گا اللہ تعالیٰ انہیں مومنوں کی جماعت میں شامل کرے گا۔

(7) ﴿وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ جلد ہی مومنوں کو اجرِ عظیم عطا کرے گا'' منافقوں کو نفاق چھوڑنے پر اجر کی خوشخبری دی جا رہی ہے کہ اگر تم توبہ کر لو تو دنیا اور آخرت کے جو مفادات مومنوں کو حاصل ہوں گے تمہیں بھی دیئے جائیں گے۔ جیسا کہ رب العزت نے فرمایا: ﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ ''چنانچہ کوئی شخص نہیں جانتا ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک میں سے کیا چھپا کر رکھا گیا اس عمل کے بدلے میں جو وہ کرتے تھے۔'' (السجدہ:17)

﴿مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ

''کیا کرے گا اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب دینے سے اگر تم شکر کرو اور ایمان لے آؤ؟ اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی سے

شَاكِرًا عَلِيْمًا﴾

قدر کرنے والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' (147)

سوال: شکر نہ کرنا اور ایمان نہ لانا ہی عذاب کا باعث ہیں، اس کی وضاحت ﴿مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ ... عَلِيْمًا﴾ کی روشنی میں کریں؟

جواب: (1) ﴿مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ﴾ ''کیا کرے گا اللہ تعالیٰ تمہیں عذاب دینے سے اگر تم شکر کرو اور ایمان لے آؤ؟'' اللہ تعالیٰ نے واضح کیا ہے کہ عذاب کی وجہ شکر نہ کرنا اور ایمان نہ لانا ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کو کیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ضرورت ہے کہ آپ کو عذاب دے۔ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سواری پر آپ ﷺ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ میرے اور آپ ﷺ کے درمیان کجاوے کی درمیانی لکڑی کے علاوہ کوئی اور چیز حائل نہ تھی۔ اتنے میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اے معاذ بن جبل!'' میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں حاضر ہوں۔ پھر تھوڑی دیر چلے پھر فرمایا: ''اے معاذ بن جبل!'' میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں حاضر ہوں۔ پھر تھوڑی دیر چلے۔ پھر فرمایا: ''اے معاذ بن جبل!'' میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں حاضر ہوں۔ پھر فرمایا: ''کیا تو جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حق بندوں پر کیا ہے؟'' میں نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ بندے صرف اُسی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔'' (اس کے بعد) پھر آپ ﷺ تھوڑی دیر چلتے رہے۔ پھر فرمایا: ''اے معاذ بن جبل! کیا تو جانتا ہے کہ بندوں کا حق اللہ تعالیٰ پر کیا ہے؟ بشرطیکہ وہ ایسا کریں (یعنی شرک نہ کریں) میں نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بندوں کا حق اللہ تعالیٰ پر یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کو عذاب نہ دے۔'' (بخاری:5967)

(2) شکر گزاری کا مطلب اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق برائیوں سے بچنا اور نیک عمل کرنا ہے۔

(3) سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی ﷺ اتنی دیر تک کھڑے ہو کر نماز پڑھتے رہتے کہ آپ ﷺ کے قدم یا (یہ کہا کہ) پنڈلیوں پر ورم آجاتا۔ جب آپ ﷺ سے اس کے متعلق کچھ عرض کیا جاتا تو فرماتے: ''کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟'' (صحیح بخاری:1130)

(4) ﴿وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا﴾ ''اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہی سے قدر کرنے والا، سب کچھ جاننے والا ہے'' اللہ تعالیٰ بندے کی نیکی کی قدر کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بندے کے شکر گزاری اور احسان مندی کے رویے کی قدر کرتا ہے۔

(5) اللہ تعالیٰ نے انسانوں میں شکر گزاری کا رویہ پیدا کرنے کے لیے اپنے شاکر ہونے کا شعور دلایا ہے کہ جو شکر کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی قدر کرے گا۔

(6) اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے دل سے ایمان لانے کے لیے اپنے علیم ہونے کا شعور دلایا ہے کہ جو دل سے ایمان لائے گا اللہ تعالیٰ اس کو جان لے گا۔

(7) اللہ تعالیٰ نے اپنے علیم اور شاکر ہونے کا شعور دلایا ہے کہ وہ شکر گزاریوں کا علم رکھتا ہے اس لیے وہی ان کی بہترین جزا دے سکتا ہے لہٰذا تم شکر گزاری کا رویہ اختیار کرو۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

ALNOOR-PUBLICATIONS

النور پبلیکیشنز